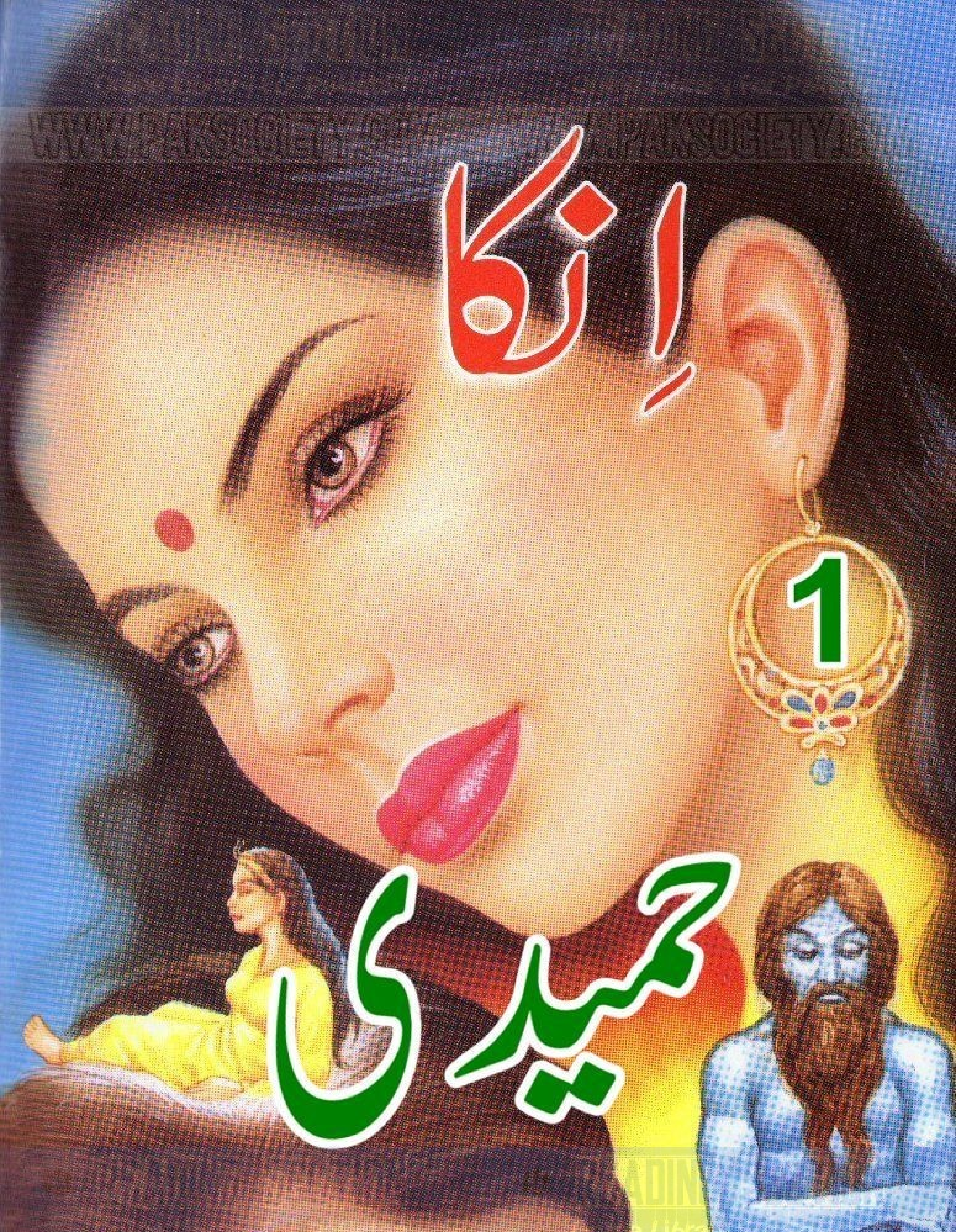

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

® Scanned PDF By HAMEEDI

انکا

(حصہ اول)

Downloaded from Paksociety.com

انوار صدیقی

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

Downloaded from Paksociety.com

انتساب۔

''انکا'' کے نام

جس کی معصوم شوخیاں۔دل گداز ہنگامے

اور:..........

لازوال پراسرار قوتیں......آج بھی......

دنیا کے گوشے گوشے میں بسنے والے کروڑوں

پرستاروں کے دلوں کو گرما رہی ہیں۔

ذہنوں پر راج کر رہی ہے..........!!

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

Downloaded from Paksociety.com

شکست!

"سب رنگ ڈائجسٹ" کے صفحات پر تقریباً چار سال تک شگوفے بکھیرنے والی شوخ وشنگ...... معصوم، بھولی بھالی اور پُراسرار "انکا" جو ملک کے گوشے گوشے میں لاکھوں پڑھنے والوں کے لئے کریز CRAZE بن گئی تھی۔ اب کتابی شکل میں پیش خدمت ہے، اس کی اشاعت کا سرا میرے رفیق جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کے سر ہے جنہوں نے میرے بیحد اصرار پر انکا رانی کو گرد و پوش میں سمیٹ کر شائع کیا اور شائقین کی اس دیرینہ آرزو کو پورا کیا جو ایک مدّت سے میرے اوپر قرض تھی۔

بیگ صاحب کا اصرار تھا کہ انکا کو مجلد شکل میں لانے سے پیشتر اس میں کچھ صفحات کا مزید اضافہ کیا جائے اور کہانی کے وہ حصے حذف کر دیئے جائیں جو قسط وار کہانی کے تسلسل کو برقرار رکھنے اور نئے پڑھنے والوں کی دلچسپی کو قائم رکھنے کے لئے تکرار کی صورت میں پیش ہوتے رہے ہیں۔ یہ خیال نہایت مناسب تھا لیکن میں چاہنے کے باوجود ایسا نہ کر سکا۔ اوّل اس لئے کہ یہ سلسلہ کوئی چھ سال قبل اختتام پذیر ہوا تھا۔ مجھے کہانی کو از سر نو پڑھنا پڑتا، اُس کے تانے بانوں کو ذہن میں پھر سے ترتیب دینا پڑتا پھر ترمیم و اضافے کے لئے بیٹھک جمانی پڑتی۔ "انکا" کی خاطر مجھے یہ سب کچھ منظور تھا لیکن۔ انکا رانی کی ذات سے کچھ ایسی تلخ یادیں بھی وابستہ ہوتی رہی ہیں جو میرے ذہن پر دل و دماغ پر انکا کے نوکیلے پنجوں ہی کی طرح رہ رہ کر چبھتی اور کھٹکتی رہتی ہیں۔

میں نے جب بھی انکا کو دوبارہ ذہن میں اُبھارنے کی کوشش کی، کہانی پس پشت ہو گئی اور تلخیوں کے رنگ گہرے ہو کر نگاہوں کے سامنے پھیل گئے۔ ہر بار انکا کا تصوّر دُھندلا گیا اور اپنے حلقے کے و

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جانے پہچانے ...... دیکھے بھالے چہرے اپنے باطن کی تمام تر کراہتوں اور بے نام ضمیر کی غلاظتوں کو ظاہری معصومیت پر سمیٹے، سجائے ذہن کے پردوں پر اُبھر آئے اور ہر بار میں نے قلم کو سیاہی میں ڈبوئے بغیر ایک طرف ڈال دیا۔ بیگ صاحب نے ترمیم و اضافے کے سلسلے میں مجھ سے بار بار تقاضے کیے پھر میری بار بار کی ٹال مٹول کو میری کند ذہنی سے تعبیر کرتے ہوئے انکا کو من و عن اُسی پیرہن میں پیش کرنے کا ارادہ کر لیا جس میں وہ پہلے قارئین کے سامنے آتی رہی ہے۔

''انکا'' کے سلسلے میں میرا کچھ کہنا بے سود ہوگا۔ اس لیے کہ انکا کو پڑھنے والے اُسے مجھ سے بہتر جانتے ہیں، اُنہوں نے انکا کو مجھ سے زیادہ قریب سے دیکھا ہے، اپنے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ساتھ محسوس کیا ہے، دیوانہ وار اُسے چاہا ہے۔ پیار کیا ہے اور ماہ بہ ماہ بڑی شدتوں اور تڑپ کے ساتھ اس کا انتظار کیا ہے۔ ''انکا'' اپنے چاہنے والوں، اپنے دیوانوں کے سروں پر، ذہنوں پر، دل و دماغ پر ایک طویل عرصے تک مسلط رہی ہے۔ چاہنے والوں نے انکا کی ناز برداریاں کی ہیں، انکا کے ظلم و ستم برداشت کیے ہیں، اس کے نخرے برداشت کیے ہیں، اس کی کج اداؤں کو ہنس ہنس کر سراہا ہے۔ انکا کو جو شوخیاں اور شرارتیں نصیب ہوئی ہیں اس میں پڑھنے والوں کی چاہت کو میرے ارادوں سے زیادہ دخل رہا ہے انکا کی شہرت میں میرے قلم سے کہیں زیادہ شائقین کی محبتیں شامل ہیں۔ انکا کو جو عروج نصیب ہوا وہ چاہتوں کا صلہ تھا۔ لیکن۔

اسی ''انکا'' کی لازوال شہرت سے فائدہ اٹھانے کے لئے دوسروں نے جس درندگی سے اُس کی شہرت اور اُس کے عروج پر پینترا بدل بدل کر شبخون مارا اور انکا کے لہو کو جس انداز میں اپنی ذوبتی ساکھ میں استعمال کیا وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ یہ خون آشام درندے فاقہ زدہ بھیڑیوں کے انداز میں انکا رانی کو بھنبھوڑ ڈالنے کے لئے گھات لگائے بیٹھے رہے۔ جسے جب موقع ملا، جسے جس انداز میں بن پڑا۔ ''انکا'' کو سر بازار گھسیٹتا رہا، اُس کی پاکیزگی کو پامال کرتا رہا۔ قدموں تلے روندتا رہا۔ بظاہر یہ سفید پوش بڑے معصوم نظر آتے تھے۔ بے گزندے، نحیف و لاغر، دھان پان جسمانی ساخت کے مالک، چہرے پر دوستی اور احباب پروری کی نقاب چڑھائے، ہونٹوں پر ہر لمحہ مسکراہٹیں بکھیرے یہ ''برادرِ یوسف'' جب بھی ملے بڑے خلوص سے پیش آئے، میں ہر بار اُن سے دھوکا کھا گیا۔ اُن کے دھان پان جسموں میں جو شیطانی اور مکروہ سفلی قوتیں مخفی تھیں۔ وہ مجھے نظر نہ آسکیں، معصومیت اور پاکیزگی کے پس پردہ مکر و فریب بھی کارفرما ہوگا، یہ میں نہ جان سکا۔ مسکراہٹوں کی آڑ میں جو ''گھناؤنے حربے'' پوشیدہ تھے میں نے اُنہیں کبھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ان درندوں کے ظاہر و باطن میں کتنا تضاد تھا اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب یہ مارِ آستین اور برادرِ یوسف ''انکا'' کو بڑے چاؤ سے بازار میں لے آئے اور سستے داموں فروخت کر کے اُسے اپنی کمائی کا ذریعہ بنا لیا، انکا رانی اپنی چھب دکھا دکھا کر اُن کا پیٹ بھرتی رہی اور یہ۔ خوددار، وضع دار اور معصوم صفت ''مرد'' کہلانے والے انکا کی کمائی ہوئی دولت پر عیش کرتے رہے، اپنی تجوریوں کا پیٹ بھرتے رہے۔ مکان اور بنگلے تعمیر کرتے رہے، فٹ پاتھ پر پیدل چلنے کا دور انکا کی مسکراہٹوں اور شوخیوں سے کمائی ہوئی دولت نے ختم کیا تو یہ ''صاحبِ کار'' CAR OWNER بن گئے اور آج۔ یہ مردِ آہن ادب کی شاہراہ پر بڑے فخریہ انداز میں گردن اُٹھا کر، سر بلند گھومتے ہیں، یہ مرد ہیں! مرد کہلانے کے مستحق ہیں۔

انکا کے زندہ جاوید کردار کے ساتھ جو زیادتیاں کی گئی ہیں اُن کی فہرست بڑی طویل ہے۔ کہاں تک لکھا جائے۔ لکھنے بیٹھوں تو دیباچہ [illegible] شکل اختیار کر سکتا ہے مگر اُس سے حاصل کیا ہوگا؟ ادب کی شاہراہوں پر اس قسم کی مثالیں بڑی عام ہیں، اس میدان میں چوریاں بڑے دھڑلے سے کی جاتی ہیں، ڈاکے بڑی دیدہ دلیری سے دن دہاڑے مارے جاتے ہیں اور نقب زنی تو بڑھتے بڑھتے اتنی پروان چڑھ چکی ہے کہ اب اُسے فیشن میں شمار کیا جاتا ہے۔ میں کس شمار و قطار میں ہوں، بڑے بڑے ادیب اور دانشوروں نے اپنی گراں قدر تخلیقات کو سرِ بازاران ''نقب زنوں'' کے ہاتھوں کوڑیوں کے مول بکتے دیکھا ہے۔ دیکھ کر کفِ افسوس ملنے اور اپنی بے بسی پر آنسو بہانے کے سوا اور کچھ نہ کر سکے۔ اور۔ ان ہی نقب زنوں سے بچنے کی خاطر میں نے بیگ صاحب کو مجبور کیا کہ وہ جتنی جلدی ممکن ہو، جس انداز میں بھی ہو سکے ''انکا'' کو کتابی شکل میں لے آئیں، مجھے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی ''عقل مند پبلشر'' انکا کو بھی اس انداز میں نہ ''چھاپ بیٹھے'' کہ کتاب پاکستان میں شائع ہو اور اس پر مقامی پبلشر کی جگہ کسی پڑوسی ملک کے کسی غلام ناشر کا نام نظر آئے۔!

اصل کو اصل کے روپ میں معہ ٹریڈ مارک اور پیش کار کے نام کے ساتھ اگر دیدہ دلیری اور سینہ زوری کے ساتھ سستے داموں اور گھٹیا انداز میں بازار میں لایا جائے تو بھی غنیمت ہے۔ اس طور صرف جذبات اور احساسات کو ٹھیس پہنچتی ہے، دل چھلنی نہیں ہوتے، زخم ناسور بننے سے بچ جاتے ہیں مگر میرے ساتھ اس سے بھی سوا ہوا ہے۔ انکا کے کردار پر میں نے صرف جعلی تخلیق کاروں کے نام ہی جلی حروف میں نہیں دیکھے، کچھ ایسی گھناؤنی صورتیں بھی دیکھی ہیں جو اصل تخلیق کار کی حیثیت سے بڑے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دھڑلے سے چھاپی گئی ہیں۔ سڑکوں پر کشکول لیے پھرتے کسی فقیر کو چند سکوں کے عوض تصویر اُتروانے پر رضامند کیا گیا اور بیک جنبش قلم اُسے انکا کا خالق بنادیا گیا۔ میں نے صورت حال کی چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ محض مذاق تھا۔ تفریح طبع کے لئے سامان مہیا کیا گیا تھا۔

دیکھا آپ نے۔ یہ مذاق ایک رسالے کے مستند مدیر کا معیاری مذاق تھا جس کے آئینے میں آپ وہ چہرے بھی دیکھ سکتے ہیں جو ادب نواز کہلانے کے مستحق ہیں۔ ایسے جائز حق دار جنہیں حکومت کی طرف سے باقاعدہ ''ڈکلریشن'' ملا ہوا ہے۔ معیاری ادب پیش کرنے کا معیاری مصنفوں کی سرپرستی کرنے کا۔ یہ ''ڈکلریشن'' کی رو سے اپنی ''رونمائی'' کا حق رکھتے ہیں۔ یہ ادبی جریدے کے مدیر ہیں۔ جو چاہیں جس انداز میں چاہیں کر گزرتے ہیں۔ اُن کے ''جھپٹنے'' کا انداز بھی اُن کی اپنی ذات اور معیار سے ملتا جلتا ہے، کسی کے جذبات اور احساسات مجروح ہوں تو یہ زیر لب مسکرا کر کہتے ہیں...... مذاق تھا۔ کوئی خون کا گھونٹ پی کر خاموش رہے تو یہ نئے نشتروں کی تلاش میں مگن رہتے ہیں۔ ہاں، اگر کوئی آستین چڑھا کر دست و گریباں ہونے کا انداز اختیار کرلے تو یہ ندامت سے سر جھکا لیتے ہیں اور انگریزوں کے دورِ غلامی کا سب سے زیادہ کارآمد اور آزمودہ لفظ ''سوری'' Sorry کہہ کر اپنی جھوٹی عزت اور خود ساختہ شہرت کا بھرم قائم کیے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ادب نواز ہیں۔ ادیب نواز ہیں۔ یہ ملک و قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ شاہین اور عقاب صفت یہ لوگ آسمان کی بلندیوں اور پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بسیرا کرنے کے بجائے عمارتوں کے کمروں میں حریری پردوں کے اندر چھپے بیٹھے ہیں اس لئے یہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ میں ان کے دفتروں کی بلندیوں تک پہنچنے سے قاصر ہوں، اس لئے نہایت ادب سے اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں، بے ادبی کی گستاخی سے اس لئے گریز کروں گا کہ اگر مزید کچھ کہا تو وہ چہرے بھی بے نقاب ہو جائیں گے جن کی شخصیت کی نرمی اور لچک اُن [illegible] کو ہوا دینے لگے گی جن پر میں آج بھی تکیہ کیے ہوئے ہوں!

آپ انکا کی شوخیوں سے دل بہلائیں، میں اپنے احساسات کی کرچیوں کو سمیٹتا ہوں۔!!

انوار صدیقی

عرضِ مکرر ــــــ!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا'' ۔ ''اقابلا'' ۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980 سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو ''انکا'' ۔ ''اقابلا'' ۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جا رہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کر دیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہو رہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میری دوسری ناولوں کی طرح ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''غلام روحیں'' اور ''سونا گھاٹ کے پجاری'' کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طالب

انوار صدیقی

اس واقعے کو چونکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ اس لیے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ مرگھٹ سے ہماری واپسی کس وقت ہوئی تھی۔ ہاں اتنا ضرور یاد ہے کہ وہ رات بے حد ڈراؤنی اور خوفناک تھی۔ سر شام ہی سے طوفانی ہواؤں نے پورے شہر پر یلغار کر رکھی تھی۔ سیاہ بادلوں نے آسمان پر قبضہ جمالیا تھا۔ بجلی کی چمک اور بادلوں کی گھن گرج نے ہر سمت قیامت برپا کر رکھی تھی۔

مجھے خوب یاد ہے کہ اس روز دفتر سے لوٹتے ہی میں فلیٹ میں بند ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ ان دنوں میرا قیام اپنے وطن اور والدین سے دور تھا اور میں دونوں وقت ہوٹل میں کھانا کھاتا تھا۔ رہنے کے لئے مجھے خوش قسمتی سے ایک ایسا فلیٹ کم کرائے پر مل گیا تھا جو شہر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ دفتر سے واپس آ کر کچھ دیر آرام کرنا پھر ہوٹل میں جا کر کھانا کھانا میرا روز کا معمول تھا لیکن جس رات کا ذکر میں کر رہا ہوں اس رات موسم کے تیور خراب دیکھ کر مجھے فلیٹ سے باہر جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ چنانچہ میں نے فلیٹ پر ہی اپنے ہاتھوں سے چائے تیار کر کے پی اور وقت گزارنے کی خاطر ایک رسالہ اٹھا کر اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ کھڑکیوں کے پردے میں نے برابر کر دیے تھے تاکہ کم از کم بجلی کی تیز چمک سے محفوظ رہ سکوں۔

ابھی مجھے رسالے کے مطالعے میں کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ باہر سے کسی نے مجھے میرا نام لے کر پکارا۔ میں گرج اور چمک کے شور و غل کے باعث آواز نہ پہچان سکا۔ بہر حال رسالہ بند کر کے جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ قبل اس کے کہ میں دروازے تک پہنچتا آواز دینے والے نے دروازے کو باقاعدہ پیٹنا شروع کر دیا۔ قدرتی طور پر مجھے اس کی یہ حرکت ناگوار گزری۔ میں نے سوچا کہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہی رہوں اور آنے والے کو کچھ دیر تک بند دروازے کے ساتھ برسر پیکار رہنے دوں مگر اچانک مجھے اپنے دوست رام دیال کا خیال آ گیا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے وہ میری خیریت دریافت کرنے کی غرض سے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

آیا ہو' میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ میرا خیال غلط نہیں ثابت ہوا۔ باہر رام دیال ہی موجود تھا لیکن اس کا حلیہ دیکھ کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ رام دیال کے چہرے پر بوکھلاہٹ طاری تھی۔ سر کے بال جنہیں وہ بڑی نفاست سے بنانے کا قائل تھا، خودرو جھاڑیوں کی طرح بکھرے بکھرے نظر آ رہے تھے۔ آنکھوں سے بے پناہ اداسی جھلک رہی تھی۔

''خیریت......'' میں نے تیزی سے پوچھا۔ ''تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟''

''ہاں......'' رام دیال کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ ''ماتا جی کا دیہانت ہو گیا۔''

''نہیں......''

رام دیال کے منہ سے اس کی ماں کے انتقال کی خبر سن کر میں گنگ رہ گیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ نیک خاتون جو کل تک بھلی چنگی تھی اتنی جلدی داعی اجل کو لبیک کہے گی۔ چند ثانیے تک میں سکتے کی کیفیت سے دوچار رہا پھر جلدی سے میں نے کپڑے تبدیل کئے، فلیٹ کو تالا لگایا اور رام دیال کے ساتھ ہو لیا۔

راستے میں ہمارے درمیان کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی۔ میں بدستور یہی سوچ رہا تھا کہ رام دیال کی والدہ اچانک کیسے مر گئیں جبکہ انہیں کوئی بیماری لاحق نہیں تھی۔ ان کی صحت بھی اچھی بھلی تھی اور جہاں تک میرے علم میں ہے انہیں کوئی ایسا غم یا فکر بھی نہیں تھی جسے موت کا باعث سمجھا جا سکتا۔ مجھے اس خبر سے شدید دھچکا لگا۔ ایک تو اس لیے کہ مرنے والی میرے عزیز دوست کی والدہ تھیں دوسرے یہ کہ وہ مجھ سے بھی بے حد محبت کرتی تھیں۔ جب بھی میں مرحومہ کے گھر جاتا وہ بڑے پیار سے پیش آتیں اور دل کھول کر میری آؤ بھگت کرتیں۔

مرحومہ نے متعدد بار مجھ سے اصرار کیا تھا کہ فلیٹ کی رہائش ترک کر کے ان کے ہاں منتقل ہو جاؤں لیکن میں اس پر کبھی بھی آمادہ نہ ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ میں مسلمان تھا اور وہ ہندو۔ رام دیال کے گھر پر قیام کرنے کی صورت میں مجھے اخلاقاً گائے وغیرہ کے گوشت سے بھی پرہیز کرنا پڑتا جبکہ گائے کا گوشت میری مرغوب ترین غذا تھی۔ چنانچہ جب بھی رام دیال یا اس کی ماں مجھے اپنے گھر رہنے کو کہتے' میں کوئی نہ کوئی بہانہ تراش کر اپنا پہلو بچا لیتا لیکن میرے کسی عذر سے ہمارے تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ رام دیال کا طرز عمل میرے ساتھ ہمیشہ بہت دوستانہ اور مخلصانہ رہا۔ اس کی ماں مجھے بالکل اپنے بچوں کی طرح چاہتی تھیں۔

ان ماں بیٹوں کے کسی بھی طرز عمل سے مجھے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی لیکن ایک بات جو میں نے رام دیال کی ماں کے سلسلے میں خاص طور پر محسوس کی وہ ان کی پُراسرار شخصیت تھی۔ گو کہ وہ ہر طریقے سے آسودہ حال تھیں اور رہن سہن سے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ انہیں کوئی مالی پریشانی لاحق نہیں

Downloaded from Paksociety.com

ہے۔ اس کے باوجود میں نے مرحومہ کو ہمیشہ عجیب پُراسرار حالتوں میں دیکھا تھا۔ آئے دن برت (روزہ) رکھنا اور نئے نئے چلے کھینچنا' آدھی راتوں کو مرگھٹ جانا اور وہاں بیٹھ کر جاپ کرتے رہنا اور ہٹے کٹے پنڈتوں اور پجاریوں کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھنا اور راز و نیاز کرنا۔ یہ تمام باتیں میرے نزدیک ناقابل فہم تھیں لیکن میں نے رام دیال یا اس کی ماں سے اس مسئلے پر کوئی گفتگو نہیں کی اور مجھے اس کا کوئی حق بھی نہیں پہنچتا تھا کہ ان کے نجی معاملات میں دخل انداز ہوتا۔ ایک روز مرحومہ نے میرے ساتھ بھی کچھ عجیب اور سمجھ میں نہ آنے والی باتیں کی تھیں جن کا تذکرہ میں اپنی حیرت انگیز کہانی شروع کرنے سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں۔

اس روز میں رام دیال سے ملنے اس کے گھر گیا تو وہ موجود نہیں تھا۔ میں یوں ہی کچھ دیر کے لئے ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا تاکہ رام دیال کی ماں کو سلام کر لوں جو ملازم کے بیان کے مطابق چند پنڈتوں کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی گفتگو کرنے میں مصروف تھیں۔ میں نے جان بوجھ کر اس وقت ان کے کمرے کی طرف جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ مجھے زیادہ دیر تک ان کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وہ پنڈتوں کو رخصت کر کے سیدھی میرے پاس چلی آئی تھیں۔ میں نے انہیں آتا دیکھا تو اٹھ کر بڑے ادب سے سلام کیا جس کا جواب حسب دستور شفقت بھری مسکراہٹ سے ملا۔

ہمارے درمیان کچھ دیر تک گھریلو باتیں ہوتی رہیں پھر اچانک رام دیال کی والدہ نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

''جمیل بیٹے۔ میں اکثر سوچتی رہتی ہوں کہ بھلا سوا سو روپے ماہوار کی تنخواہ میں تمہاری گزر بسر کیسے ہوتی ہوگی؟''

''بس ماتا جی۔ کسی نہ کسی طرح گزارہ کرنا ہی پڑتا ہے۔'' میں نے قناعت کے انداز میں جواب دیا۔

''وہ تو خیر ٹھیک ہے پر میں چاہتی ہوں کہ تم بڑے آدمی بن جاؤ۔''

''اگر آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو ضرور بڑا آدمی بن جاؤں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جمیل بیٹے۔'' رام دیال کی ماں اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے صوفے پر آ کر بیٹھتے ہوئے بڑی راز داری سے بولیں۔ ''منش جب تک ہاتھ پاؤں نہ مارے بھگوان بھی اس کی سہائتا نہیں کرتا...... اگر تم میری مانو تو کوئی ایسا راستہ اختیار کرو جس سے آشائیں جلدی پوری ہو جائیں۔''

''کیا آپ مجھے کوئی ایسا راستہ بتا سکتی ہیں؟'' میں نے ازراہ مذاق پوچھا۔

''ہاں۔'' مرحومہ نے مختصر جواب دیا پھر ادھر ادھر دیکھ کر میرے کچھ اور قریب کھسک آئیں اور دبی زبان میں بولیں۔ ''میں تمہیں ایسا منتر بتا سکتی ہوں جس کے پڑھنے سے تم کچھ ہی دنوں میں مالدار آدمی

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بن سکتے ہو۔"

رام دیال کی ماں کے منہ سے منتر کا لفظ سن کر میں حیرت زدہ ہوا لیکن اس سے پیشتر کہ میں ان کی بات کا کوئی جواب دیتا انہوں نے دوبارہ کہا۔

"میں نے تمہارے لیے آج ہی ایک پجاری سے بات کی ہے۔ پجاری کا کہنا ہے کہ تم اگر دھیان لگا کر ایک منتر یاد کر لو تو اپنی تمام کٹھنائیوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہو اور تھوڑے ہی سمے میں مالدار بن سکتے ہو۔"

"ممکن ہے آپ اور پجاری دونوں ٹھیک کہہ رہے ہوں لیکن میں تعویذ گنڈوں اور عمل رمل پر کوئی عقیدہ نہیں رکھتا۔" میں نے رام دیال کی ماں کو ٹالنا چاہا۔ "اگر قدرت کو منظور ہوا تو سب کچھ ہو جائے گا ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔"

"ایسے شبد زبان سے مت نکالو بیٹے۔" وہ تیزی سے بولیں۔ "تم ابھی جنتر منتر اور دیوی دیوتاؤں کی شکتی سے واقف نہیں ہو اس لئے ایسی بات کہہ رہے ہو۔"

ظاہر ہے اس سلسلے میں کوئی بحث مباحثہ بے سود تھا لیکن مجھے اس بات پر حیرت ضرور ہو رہی تھی کہ رام دیال کی ماں مجھ سے اس قسم کی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔ اگر واقعی کوئی منتر کچھ دنوں میں مجھے مالدار بنا سکتا تھا تو انہوں نے وہ جاپ خود کیوں نہیں کیا اور اگر اس وظیفے کے لیے ضروری تھا کہ اسے کوئی مرد ہی پڑھے تو خود ان کا لڑکا رام دیال موجود تھا۔ میں ابھی ان ہی باتوں پر غور کر رہا تھا کہ رام دیال کی ماں نے مجھے دوبارہ آمادہ کرنے کے لیے کہا۔

"میں نے جس پجاری سے تمہارے لیے بات کی تھی اس کا کہنا ہے کہ تم دوسروں کے مقابلے میں "انکا" کو زیادہ آسانی سے اپنے قبضے میں کر سکتے ہو۔"

"یہ "انکا" کس کا نام ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں تمہیں انکا کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے تم سچے دل سے اس منتر کو یاد کرنے اور پڑھنے کا وچن دو اور اپنی پوتر کتاب کی سوگند کھاؤ کہ تم انکا کے بارے میں کسی اور کو کچھ نہیں بتاؤ گے۔"

"مجھے افسوس ہے ماتا جی کہ میں کسی منتر وغیرہ میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔" میں نے اس بار بڑی صاف گوئی سے انکار کر دیا پھر ان کا دل رکھنے کے لئے کہا۔ "جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے وہ مجھے مل جاتا ہے، زیادہ کی ہوس کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"تمہاری مرضی۔" رام دیال کی ماں نے روکھے لہجے میں جواب دیا اور اٹھ کر اپنے صوفے پر چلی گئیں۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ انہیں میرا جواب گراں گزرا ہے۔ اس کا اندازہ مجھے ان کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات سے بھی ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ انکار کے بعد سے وہ مجھ سے اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہی تھیں چنانچہ میں وہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرا اور اٹھ کر چلا آیا۔ اس واقعے کے بعد میں تین چار روز تک رام دیال کی طرف نہیں گیا۔ جو باتیں رام دیال کی والدہ نے مجھ سے کی تھیں ان باتوں نے مجھے ان کی طرف سے اور مشکوک کر دیا تھا۔ ایک دو بار راستے میں اتفاقاً رام دیال سے ٹکراؤ ہو گیا۔ اس نے میرے گھر نہ آنے کی وجہ دریافت کی تو میں خواہ مخواہ کی مصروفیات کا بہانہ کر کے ٹال گیا لیکن چار روز بعد رام دیال ایک دن مجھے میرے فلیٹ سے پکڑ کر زبردستی اپنے ساتھ لے گیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ اس کی ماں ابھی تک مجھ سے ناراض ہوگی لیکن ایسی کوئی بات پیش نہیں آئی۔ رام دیال کی ماں نے اپنے سابقہ رویے کے مطابق بڑی شفقت بھری مسکراہٹ سے میرے سلام کا جواب دیا اور حسب سابق میری آؤ بھگت شروع کر دی۔ رام دیال کی غیر موجودگی میں بھی انہوں نے نہ تو مجھ سے چار روز تک غائب رہنے کا سبب دریافت کیا، نہ ہی انکا کا کوئی تذکرہ نکالا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ بات جو ہمارے درمیان کسی قدر ناچاقی کا سبب بن گئی تھی از خود رفع دفع ہو گئی۔ چنانچہ میں نے پھر رام دیال کے ہاں پہلے کی طرح آنا شروع کر دیا۔

اب میں پھر اس بھیانک رات کی طرف آتا ہوں جس رات رام دیال نے مجھے اچانک اپنی ماں کی موت کی خبر سنائی تھی اور میں گنگ رہ گیا تھا۔ بہرحال جب میں رام دیال کے ساتھ اس کے گھر پہنچا تو وہاں رونا پیٹنا مچا ہوا تھا۔ کنبے کے علاوہ پاس پڑوس والے بھی جمع تھے۔ میں ایک خاموش تماشائی کی طرح سب کو دیکھتا رہا۔ رام دیال کے ایک عزیز نے مشورہ دیا کہ اس بھیانک رات میں ارتھی اٹھانے کے بجائے اگر صبح اس کا بندوبست کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا لیکن دوسرے افراد نے اس مشورے کو قبول نہ کیا اور اسی وقت ارتھی اٹھانے پر زور دیا چنانچہ جلدی جلدی تمام ضروری رسوم پوری کی گئیں اور ہم لوگ مرگھٹ کی طرف چل دیے۔

کسی ہندو کی موت میں شریک ہونے کا یہ میرا پہلا اتفاق تھا۔ مجھے موت اور زندگی کے خوفناک کھیلوں سے ویسے بھی ہمیشہ سے الجھن ہوتی تھی چنانچہ میں نے یہی کوشش کی کہ کسی طرح رام دیال کی نظریں بچیں تو میں واپس چلا جاؤں لیکن رام دیال تو جیسے میرے دل کی بات تاڑ گیا تھا وہ مجھ سے چمٹ کر رہ گیا۔

غرضیکہ مجھے مجبوراً اس کے ساتھ مرگھٹ تک جانا پڑا جہاں چتا پہلے ہی سے تیار تھی۔ میں نے لکڑیوں کے اس انبار پر نظر ڈالی تو مجھے بے حد خوف محسوس ہونے لگا۔ موسم کے بگڑے ہوئے تیور ہر لمحے خطرناک ہوتے جارہے تھے۔ [illegible] موسلا دھار بارش ہو جائے تاکہ

Downloaded from Paksociety.com
Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میں رام دیال کی ماں کے جسم کو آگ کے شعلوں میں جلتا نہ دیکھ سکوں۔ مگر بجلی کی چمک اور بادلوں کی گھن گرج کے باوجود بارش کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ مجھے مجبوراً وہ سب کچھ دیکھنا پڑا جس کا تصور آج بھی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔

مرگھٹ پہنچ کر ارتھی کے ساتھ آنے والے پجاریوں نے...... پُرسوز آواز میں بھجن گانا شروع کر دیا تھا۔ دوسرے افراد لاش کے کریا کرم میں مصروف ہو گئے۔ سب سے پہلے لاش کو لکڑیوں کے انبار پر رکھا گیا پھر اس پر گھی کا پورا کنستر الٹ دیا گیا۔ بعد ازاں جب لکڑیوں کے انبار پر مٹی کا تیل چھڑکا جانے لگا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ رام دیال نے اگر میرا ہاتھ نہ تھام رکھا ہوتا تو میں یقیناً وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا۔ طوعاً و کرہاً مجھے ان رسوم کے ہولناک اختتام تک وہاں ٹھہرنا پڑا۔

چتا کی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ پجاریوں نے بھی بھجن کے بول حلق پھاڑ پھاڑ کر گانے شروع کر دیے تھے۔ فضا میں ہر سمت مٹی کے تیل کی بدبو اور گوشت جلنے کی چراند پھیلی ہوئی تھی۔ میری نظر اب رام دیال کی ماں کی مجبور و بے بس لاش پر جم کر رہ گئی تھی جو شعلوں کے درمیان گھری تھی۔ اچانک میں نے لاش کو اکڑ کر اٹھتے دیکھا تو میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میرے پاس بچاؤ کی ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ میں سختی سے آنکھیں بند کر لوں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولیں جب تک کہ بھجن کی آوازیں بند نہیں ہو گئیں۔ جب میں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو لکڑیوں کا انبار دہکتے ہوئے انگاروں میں بدل چکا تھا اور رام دیال کی ماں کی ہڈیاں تک غالباً جل بھن کر راکھ ہو چکی تھیں۔

مرگھٹ سے واپسی پر مجھے رام دیال کے گھر جانا پڑا۔ پھر بمشکل چھٹکارا حاصل کر کے میں اپنے فلیٹ پہنچا۔ تھکن کے مارے میرا ایک ایک جوڑ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ مرگھٹ کا خوف ناک منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ فلیٹ کو اندر سے بند کر کے میں نے جوتے اتارے پھر روشنی گل کی اور ایسا بے سدھ ہو کر پلنگ پر گرا کہ صبح تک مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔

صبح میری آنکھ کھلی تو آٹھ بج رہے تھے۔ مجھے ٹھیک نو بجے دفتر پہنچنا ہوتا تھا۔ چنانچہ میں جلدی سے اٹھا، منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور جلدی جلدی لباس تبدیل کیا۔ نیچے آ کر قریبی ہوٹل میں الٹا سیدھا ناشتہ کیا اور آفس کی طرف چل دیا۔ میرا آفس فلیٹ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ نو بجنے میں ابھی دس منٹ باقی تھے اس لئے مجھے یقین تھا کہ میں ٹھیک وقت پر دفتر پہنچ جاؤں گا۔

لمبے لمبے قدم بڑھاتا میں بڑے چوک کی ایک فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی چیز میرے سر پر آن گری ہو۔ وہ یقیناً کوئی ہلکی پھلکی چیز ہی تھی۔ کوئی مڑا تڑا کاغذ یا پھر ردی کپڑے کا کوئی ٹکڑا۔ دوسری صورت میں [illegible]

فلیٹوں کی طرف دیکھا لیکن وہاں اتفاق سے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ میں سر جھٹک کر دوبارہ چل پڑا لیکن ابھی میں تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ مجھے ایسا لگا جیسے میرے سر پر نکیلے پنجوں والا کوئی جانور رینگ رہا ہو۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس ان دیکھی مصیبت کو پکڑنا چاہا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ دو تین بار میں نے سر کو زور زور سے جھٹکا بھی لیکن بے سود۔ میں دوبارہ قدم اٹھانے لگا۔ کچھ دور ہی گیا تھا کہ پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی چھوٹا سا جانور اپنے پنجے میرے سر کی جلد میں چبھو رہا ہے۔ ایک بار پھر میں نے جھلا کر اپنا ہاتھ بالوں میں گھمایا لیکن کوئی چیز میرے ہاتھ نہ آ سکی مگر پنجوں کی چبھن بدستور محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک مجھے ایسا لگا کہ جیسے کوئی ننھے ننھے قدموں سے میرے سر کے اوپر چل رہا ہے۔ کبھی آگے کبھی پیچھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ کوئی میرے سر پر قیام کر چکا ہے کوئی چھوٹی سی شے۔ میں نے بہت ہاتھ مارے مگر وہ مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ البتہ مجھے اس کے جسم کی ایک ایک حرکت اور لمس محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے جلد ہی اس کے نشیب و فراز سے اندازہ کر لیا کہ وہ ایک نازک اندام لڑکی ہے مگر یہ کس طرح ممکن ہے؟ میں عجب کشمکش سے دوچار تھا۔ یہ میرا وہم ہے۔ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں حیران و ششدر تھا۔ میں واقعی سڑک پر چل رہا تھا اور یہ نہ خواب تھا اور نہ وہم۔ میرے سر پر کوئی موجود تھا۔ اب وہ لڑکی میرے سر پر کروٹیں لے رہی تھی۔

میرا ذہن بری طرح چکرا کر رہ گیا۔ جو کچھ میں نے دیکھا اور محسوس کیا تھا وہ یقیناً ایک مضحکہ خیز بات تھی۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ میرے سر پر کوئی لڑکی ہاتھ پاؤں پھیلا کر آرام کر سکے۔

پھر وہ کیا شے تھی جس نے مجھے پریشان کر رکھا تھا؟

میں بری طرح نروس ہو گیا تھا۔ میرا جی چاہا کہ اپنے سارے بال نوچ کھسوٹ کر پھینک دوں لیکن بھری پُری سڑک پر اگر میں نے ایسی کوئی حرکت شروع کر دی ہوتی تو راہ گیر یقیناً مجھے پاگل سمجھتے اور میں بیٹھے بٹھائے تماشا بن جاتا۔

چند لمحے میں ساکت کھڑا دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا پھر جھلا کر دوبارہ قدم بڑھانے لگا۔ وہ شے جو میرے سر پر قبضہ جمائے ہوئے تھی' میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔ میں نے جلد میں ہونے والی ہلکی پھلکی چبھن کو اپنا وہم سمجھ کر ٹالنا چاہا لیکن یہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔ بھلا میں اپنے شعور اور احساس کو کیسے جھٹلا سکتا تھا جو مجھے رہ رہ کر یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرے سر کے اوپر ایک حور شمائل' نازک اندام اور حسین و جمیل لڑکی محوِ خواب ہے۔

"خیر۔ ہو گا کچھ۔" میں نے اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کی، اور جلدی جلدی قدم بڑھاتا دفتر پہنچ گیا۔ اپنی سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے میں نے حاضری لگائی اور اپنا کام شروع کرنے کی غرض سے جیب سے قلم نکال کر کھولا ہی تھا کہ میرے ایک دوسرے [illegible] سے برآمد ہوا تھا' مجھے دیکھ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کر چونکتے ہوئے پوچھا۔

''جمیل..... کب آئے تم؟''

''بس ابھی آکر بیٹھا ہی ہوں۔'' میں نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔ زبردستی اس لیے کہ میرا ذہن ابھی تک اس پُراسرار شے میں الجھا ہوا تھا جو میرے سر پر موجود تھی جسے میں نہ دیکھ سکتا تھا نہ چھو سکتا تھا لیکن محسوس ضرور کر سکتا تھا۔

''حاضری تو نہیں لگائی تم نے۔''

''لگا چکا ہوں۔ کیوں؟''

''یہ برا ہوا۔'' میرے ساتھی نے جواب دیا۔ ''اگر تم نے رجسٹر پر دستخط نہ کیے ہوتے تو میں تم کو یہی مشورہ دیتا کہ چپ چپاتے چھٹی کی درخواست دے کر واپس چلے جاؤ۔''

''کیوں؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''آخر بات کیا ہے؟''

''بات یہ ہے مائی ڈیئر کہ صاحب ایک گھنٹے سے تم کو پوچھ رہا ہے۔ آج اس کا موڈ بھی کچھ زیادہ ہی خراب معلوم ہوتا ہے۔ شاید گھر سے لڑ کر آیا ہے۔ صبح سے آفت مچائی ہوئی ہے۔''

''تو کیا ہوا۔'' میں بے پروائی سے بولا۔ ''میں تو اپنے وقت پر پہنچا ہوں۔''

''وقت پر۔'' میرے ساتھی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''کہیں پینی تو نہیں شروع کر دی تم نے۔ اس وقت پورے دس بج رہے ہیں۔''

میں نے چونک کر اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی تو وہاں بدستور نو بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ ظاہر ہے میری گھڑی بند ہو گئی تھی۔ دستی گھڑی سے ہٹا کر میں نے آفس کلاک پر نظر ڈالی تو خفیف سا ہو کر رہ گیا۔ وہاں ٹھیک دس بج رہے تھے۔

''کیا صاحب کو مجھ سے کوئی ضروری کام پیش آ گیا ہے؟'' میں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا۔

''تم خود جا کر پوچھ لو صاحب کا حکم ہے کہ تم جیسے ہی آؤ تمہیں اندر بھیج دیا جائے۔''

میرا ساتھی یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا تو میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کرنے لگا کہ آخر مجھے دیر کیوں ہو گئی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں ناشتہ کرنے کے لئے ہوٹل پہنچا تھا اس وقت ساڑھے آٹھ بجے تھے اور میری گھڑی اس وقت یقیناً چل رہی تھی۔ ناشتہ کرنے میں بمشکل پندرہ منٹ صرف ہوئے ہوں گے۔ ہوٹل سے بڑے چوک کا راستہ بھی پانچ منٹ سے زیادہ نہیں تھا پھر مجھے یہ ایک گھنٹے کی دیر کیسے ہو گئی؟

اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر سوئی ہوئی لڑکی بیدار ہو رہی ہے۔ آپ یقین نہیں کرتے تو نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں تصور کی نگاہوں سے اسے انگڑائی لے کر اٹھتا ہوا دیکھ رہا

تھا۔ میں نے اس کے بدن کی ایک ایک جنبش کو محسوس کیا تھا۔

کمرے میں چونکہ میں تنہا تھا اس لیے میں نے یک لخت اپنے ہاتھ کو اوپر اٹھا کر زور سے اس جگہ مارا جہاں وہ نادیدہ لڑکی آ بیٹھی تھی لیکن پھر میں خود ہی تلملا کر کھڑا ہو گیا۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ پھرتی سے میرے سر کی دوسری طرف سرک گئی ہے اور میری اس بوکھلاہٹ پر زیرلب مسکرا رہی ہے۔ میں نے تلملا کر دو تین بار سر کو زور زور سے جھٹکا لیکن ننھے ننھے اور نکیلے پنجوں کی چبھن بدستور اپنی جگہ برقرار تھی۔ میرا دل چاہا کہ اپنا سر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرا دوں لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچاتا' چپراسی آ گیا اور اس نے کہا۔

''صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ تم جاؤ میں آتا ہوں۔'' میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے چپراسی سے کہا۔

چپراسی چلا گیا تو میں نے جیب سے کنگھا نکال کر بال درست کئے پھر اچانک کنگھے کو نظروں کے قریب لا کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ مجھے اس میں کوئی خوب صورت لڑکی الجھی ہوئی نظر نہ آئی۔ نظر آتی بھی کیسے جبکہ میں اب بھی یہی محسوس کر رہا تھا کہ وہ بدستور میرے سر پر پیر پھیلائے لیٹی ہوئی میری تلملاہٹ پر مسکرائے جا رہی ہے۔ اس کا یہ انداز مجھے پاگل بنائے جا رہا تھا لیکن میں نے خود کو سنبھالا اور چہرے پر چھپے ہوئے کرب ناک تاثرات کو درست کرتا ہوا اپنے افسر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

اندر داخل ہو کر میں نے صاحب کے چہرے پر نظر ڈالی تو میرا خون جیسے خشک ہو کر رہ گیا۔ اس موٹے کرسچین کے چہرے پر جو میرا افسر تھا' مجھے وہ تمام خطرناک علامتیں نظر آ گئیں جو مجھ جیسے کسی سوا سو روپے پانے والے معمولی کلرک کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوتی ہیں۔ میں نے جلدی سے تھوک نگل کر اپنا حلق تر کیا پھر ڈرتے ڈرتے سلام کیا۔

''تم۔'' میرے بھاری بھرکم افسر نے مجھے نظر اٹھا کر قہر آلود نظروں سے گھورا جیسے کچا چبا جانے کے امکانات پر غور کر رہا ہو پھر کچھ توقف کے بعد غرا کر بولا۔ ''کس وقت میں دفتر کو آیا؟''

''سس..... سر.....'' میں نے ہکلا کر جواب دیا۔ ''رات میں اپنے ایک عزیز کی میت میں چلا گیا تھا اس لئے آج وقت پر آفس نہ آ سکا جس کے لئے میں معافی چاہتا ہوں۔''

''وہاٹ مائی فٹ۔'' موٹے کرسچین نے اپنی آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔ ''تم روجانہ دیر کرتا ہے۔''

''یہ غلط ہے سر۔'' میں اس جھوٹ پر تلملا کر بولا۔ ''سات مہینے میں آج میں پہلی بار لیٹ ہوا ہوں۔''

''اوہ۔ آہھیسر سے آرگیو کرتا۔'' صاحب نے مجھے غصیلی نظروں سے گھورا پھر ایک دم ہی اپنا آخری فیصلہ سنا دیا۔ ''ہم تم کو ابھی ڈس مس کرتا۔ پہلی تاریکھ کو آ کر اپنا پگار لے جانا۔ گٹ آؤٹ۔''

میرا ذہن پہلے ہی الجھا ہوا تھا۔ صاحب نے ملازمت سے برخاست کرنے کا حکم سنایا تھا تو میرے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ سوا سو کی کلرکی کے لئے مجھے اس نئے شہر میں کتنے پاپڑ بیلنے پڑے تھے یہ کچھ میرا ہی دل جانتا تھا چنانچہ میں نے رحم طلب نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''سر۔ آج معاف کر دیں۔ آئندہ کبھی دیر نہیں ہو گی۔''

''ہم کچھ نہیں سننا مانگتا۔ گٹ آؤٹ۔''

دوسری بار جب صاحب نے ہوٹ سکیٹر کر نفرت بھرے لہجے میں مجھے دھتکارا تو میں ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ میں اس سے مزید کوئی اور درخواست کروں۔ جس لب و لہجے میں اس نے میری معذرت کا جواب دیا وہ انتہائی تحقیر آمیز تھا۔ چنانچہ میں نے اسے گھور کر دیکھا پھر باہر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میرے سر پر موجود لڑکی کسمانے لگی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے وہ میرے کانوں کے قریب منہ لا رہی ہے پھر اس کا منہ میرے کانوں کے قریب آ گیا اور پہلی بار مجھے اس کی سرگوشی صاف طور پر سنائی دی۔ میں اس سرگوشی پر لرز گیا لیکن صاحب سامنے تھا۔ میں ایسی ویسی حرکت کرتا تو اس کا پارہ چڑھ جاتا۔ ادھر وہ کہہ رہی تھی۔

''سنو۔ ڈرو نہیں۔ میز سے پیپر ویٹ اٹھا کر اپنے صاحب کے سر پر دے مارو۔''

ٹھیک اسی وقت جب یہ آواز میرے کانوں میں گونجی تھی' میرے سر پر نکیلے پنجوں کی چبھن تیز ہو گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ نازک اندام لڑکی میری طرح تلملا رہی ہے۔

''ٹم ہمارا منہ کیا دیکھتا ہے۔ ہم ٹم کو بولا تھا کہ گٹ آؤٹ ہو جاؤ۔'' صاحب نے مجھے کھڑا دیکھا تو چیخ کر بولا۔

میں نے جھلا کر باہر جانا چاہا تو میرے کانوں میں پھر وہی آواز گونجی۔

''سنو جمیل۔ جب تک میں تمہارے سر پر موجود ہوں' تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میز سے پیپر ویٹ اٹھاؤ اور اس موٹے بھدے آدمی کے سر پر دے مارو۔''

ملازمت جانے کے صدمے اور حالات کی ستم ظریفی نے مجھے اس درجے مفلوج کر دیا تھا کہ میں کسی بات کا فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ چنانچہ جب تیسری بار وہ پُراسرار آواز میرے کانوں میں ابھری اور اس نے ایک بار پھر مجھے اس بات پر اکسایا کہ میں پیپر ویٹ اٹھا کر اپنے افسر کے سر پر دے ماروں تو میں نے کسی نفسیاتی مریض کی طرح بڑی خاموشی سے آگے بڑھ کر صاحب کی میز سے پیپر ویٹ اٹھایا اور اس کی طرف کھینچ مارا۔ آپ یقین کریں کہ میرا یہ عمل محض اضطراری تھا جس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ ہوش تو مجھے اس وقت آیا جب میں نے اپنے افسر کے سر سے خون بہتے دیکھا۔ اس کے بعد کیا ہوا، میں یہ دیکھنے کے لئے وہاں نہیں رکا تیزی سے دروازہ کھول کر باہر آیا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکلا اور کھلی سڑک پر دوڑنے لگا۔ مجھے اب بڑی شدت سے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ میں ایک

انسان کا سر پھاڑنے کے جرم کا ارتکاب کر چکا ہوں جو اگر مر گیا تو مجھے پھانسی کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔

فلیٹ پر پہنچ کر میں نے جلدی جلدی اپنے مختصر سے سامان کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ فوری طور پر میں نے یہی پروگرام بنایا تھا کہ کچھ دنوں کے لئے شہر چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں اور جب تک حالات میرے حق میں سازگار نہ ہوں' دور ہی رہوں۔

میں اپنا رختِ سفر باندھتا جاتا تھا اور دل ہی دل میں اس پُراسرار بلا کو گالیاں بکتا جاتا تھا جو میرے سر پر اس وقت بھی کھڑی غالباً میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی تھی۔ جب میں سارا سامان باندھ چکا اور کسی سواری کے لئے نیچے جانے کا ارادہ کیا تو وہی نسوانی سرگوشی دل نشین آواز میں میری قوت سماعت سے کسی لہر کی طرح ٹکرائی جس نے مجھے حالات کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے صاحب کا سر پھاڑ دینے پر اکسایا تھا۔

''کیا ارادے ہیں جمیل صاحب کہاں جا رہے ہیں؟'' اس کی بے تکلف سرگوشی ابھری۔

''جہنم میں۔'' میں نے یوں جواب دیا جیسے سچ مچ کسی ذی روح سے مخاطب ہوں۔ میرا ذہن کسی بھٹی کی طرح سلگ اٹھا۔

صبح سے اب تک جو کچھ بھی مجھ پر گزری تھی اس کی تمام تر ذمے داری اسی شے پر عائد ہوتی تھی جس نے میری کھوپڑی پر اپنا تسلط جما رکھا تھا اور میں چاہنے کے باوجود ابھی تک اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا تھا۔ ادھر ملازمت جانے کے خیال سے میرا ذہن چکرا گیا تھا۔ میں یہ بھی تسلیم کئے لیتا ہوں کہ جس وقت میرے صاحب نے میری رحم کی درخواست پر نفرت اور حقارت کا اظہار کیا اس وقت میرا دل یہی چاہا تھا کہ اس کا سر پھاڑ ڈالوں لیکن یہ تمام باتیں میرے سوچنے کی حد تک محدود تھیں' عمل کر گزرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اپنی عام زندگی میں بھی میں لڑائی جھگڑوں اور دنگا فساد سے ہمیشہ الگ تھلگ رہنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ غلطی دوسرے کی ہی کیوں نہ ہو لیکن میں ہمیشہ درگزر کی پالیسی پر عمل کرتا ہوں۔ اپنے باس کے ساتھ جارحانہ سلوک کر گزرنے میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ ساری شرارت تو اسی پُراسرار وجود کی تھی جو اس وقت مجھ سے مخاطب تھی اور جس کی آواز سن کر میں بری طرح تلملا اٹھا تھا۔

''سنو! کیا تم خوفزدہ ہو۔ تم اس فلیٹ اور اس شہر کو چھوڑ کر کہیں اور نہیں جاؤ گے۔'' وہی پُراسرار سرگوشی پھر میرے کانوں میں گونجی۔ اس بار اس کا لہجہ قدرے خشک اور تحکمانہ تھا۔

''گویا اب تمہارا یہی مشورہ ہے کہ میں یہاں آرام سے بیٹھ کر پولیس کا منتظر رہوں اور اپنے بچاؤ کے بارے میں کچھ سوچنے کے بجائے خاموشی سے تختۂ دار تک پہنچ جاؤں۔ میں نے اب اس کی موجودگی تسلیم کر لی تھی اور باقاعدہ گفتگو کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

''گھبراتے کیوں ہو۔ میں نے تم سے کہا نہیں کہ جب تک میں تمہارے سر پر موجود ہوں' تمہیں کوئی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"میرے خدا! میں کیا کروں۔" میں آپ ہی آپ بڑبڑاتا ہوا سر پکڑ کر بستر بند پر ٹک گیا پھر تلملا کر اس نادیدہ قوت سے بولا۔ "مگر تم کون ہو؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ تم میرا پیچھا چھوڑ دو؟"

"ناممکن جمیل صاحب۔" میرے کان میں پھر وہی پُراسرار آواز ابھری۔ "میں اپنی مرضی سے تمہارے سر پر آئی ہوں اور جب تک میری مرضی ہوگی' رہوں گی۔ ہاں اگر تم نے رام دیال کی ماں کا کہا مان لیا ہوتا اور خاص منتر کا جاپ مکمل کر کے مجھے اپنے قبضے میں کر لیا ہوتا تو پھر میں تمہارے حکم کی تابع ہوتی۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

رام دیال کی ماں کی گفتگو میرے ذہن میں تازہ ہوئی تو میں نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کون ہو تم......؟"

"میرا نام انکا ہے۔ انکا......رفتہ رفتہ مجھ سے واقف ہو جاؤ گے کہ میں کیا ہوں۔"

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے رام دیال کی ماں سے بھی یہی کہا تھا کہ مجھے تعویذ گنڈوں اور جادو ٹونوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں سرے سے ان باتوں پر عقیدہ ہی نہیں رکھتا تھا یا پھر آپ یوں سمجھ لیں کہ مجھے جن' بھوت' بلا اور آسیب کے نام ہی سے ہول اٹھنے لگتا تھا۔ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی ایسے قصے سن رکھے تھے جب کسی شخص نے نادیدہ قوتوں کو مغلوب کرنے کے لئے چلے کھینچے اور وظیفہ پڑھنا شروع کیا لیکن انجام کار یا تو وہ مر کھپ گیا یا پھر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ چنانچہ جب میں نے انکا کا نام سنا تو میرے پسینے چھوٹ گئے۔ اس تصور ہی سے کہ میں ایک نادیدہ قوت کے چکر میں آ گیا ہوں' میرے بدن کے سارے رونگٹے خوف اور دہشت کے احساس سے الف کی صورت کھڑے ہو گئے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ تم اپنے لیے کسی اور کا انتخاب کر لو۔"

"یہ بھی میری ہی مرضی پر منحصر ہے۔ مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔"

"لیکن میں نے تو رام دیال کی ماں کی پیشکش بھی ٹھکرا دی تھی۔" میں عاجز آ کر بولا۔

"وہ تمہاری مرضی کی بات تھی۔"

"مگر تم مجھ سے آخر چاہتی کیا ہو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ ایک لمحے تک نادیدہ قوت کی طرف سے مجھے کوئی سرگوشی نہیں سنائی دی۔ میں نے محسوس کیا جیسے وہ میری بے بسی پر مسکرا رہی ہے پھر یوں لگا جیسے وہ دوبارہ میرے سر پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی ہے۔ میں اس کشش و پنج میں مبتلا تھا کہ اس عذاب سے کیونکر چھٹکارا حاصل کروں۔

"سنو۔" معاً مجھے پھر اس کی آواز ابھرتی محسوس ہوئی۔ "میرا قرب خوش قسمتی کا باعث ہے۔ لوگ میری تمنا کرتے ہیں۔ بعض لوگ مجھے حاصل کرنے کے لئے جان کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتے۔ اب تمہاری یہ پریشانی فضول ہے۔ تمہارا افسر تمہارے خلاف کوئی بیان نہیں دے گا۔ نہ ہی پولیس تمہارے اوپر شبہ کرے گی۔ تم اس واقعے کو بھول جاؤ اور ہنسی خوشی باتیں کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"اب ہنسنے بولنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔ ملازمت تم چھڑوا چکی ہو۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے میرے برے دن آ رہے ہیں۔"

"برے دن۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی فکر اور غم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ملازمت ملنا آسان بات نہیں۔" میں تلملا کر بولا۔ "اس ملازمت کے لئے مجھے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔"

"ملازمت جانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔" اس نے سرگوشی کی۔ "تم ایک ذہین اور پڑھے لکھے شخص ہو۔ جوان ہو۔ مٹی سے سونا بنا سکتے ہو۔"

انکا کی یہ بات سن کر مجھے ہنسی آ گئی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ حلق پھاڑ پھاڑ کر قہقہے لگانا شروع کر دوں۔

"تم تو بہت سہمے ہوئے ہو۔" اس نے سرگوشی کی۔ "روپیہ کمانا کوئی مشکل بات ہے؟"

"جی نہیں۔ بڑی آسان بات ہے۔" میں نے طنزاً جواب دیا۔

"بہت آسان۔ بشرطیکہ آدمی ذہین اور چالاک ہو۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اور پھر میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔"

"تمہارا ہی تو یہ سب کیا دھرا ہے۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "ذہانت اور چالاکی بغیر سرمائے کے دھری رہ جاتی ہے۔"

"میں تمہارے لئے سرمایہ فراہم کروں گی۔ تم میرے کہنے پر عمل کرتے رہو۔ میری مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔ جو کچھ میں کہوں کرو۔" اس نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

میں خاموش رہا تو پھر بولی۔ "تمہیں ریس سے تو دلچسپی ہے۔ پہلے تو تم کھیلتے تھے۔"

میں حیران تھا کہ اسے میری دلچسپی کیسے معلوم ہو گئی۔ میں ریس سے ایک سال ہوا' توبہ کر چکا تھا۔ ریس نے مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا۔ میں نے کہا۔

"ہاں' مگر اب میں توبہ کر چکا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں تمہیں گھوڑا بتاتی رہوں گی۔ تم جیتتے رہنا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے بہت تیزی سے پوچھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''مطلب یہ کہ مجھے سب معلوم رہتا ہے۔'' اس نے اعتماد سے جواب دیا۔

''لیا سچ!'' میں نے اضطراب سے پوچھا۔

''انکا کا تمہارے ساتھ رہنے سے پھر کیا فائدہ۔'' اس نے ناز سے کہا۔

یہ طلسماتی باتیں مجھے ایسی لگ رہی تھیں جیسے میں کسی سینما ہال میں بیٹھا الہ دین اور جادو کی انگوٹھی سے متعلق کوئی فلم دیکھ رہا ہوں لیکن جب میں نے انکا کی بات کی تصدیق کی خاطر ریس میں دوبارہ دلچسپی لی تو وارے کے نیارے ہو گئے۔ میری جیبیں بڑے بڑے نوٹوں سے بھر گئیں۔ مجھے یاد ہے ریس جیت کر جب میں آیا تو نوٹوں سے میری جیبیں بھری ہوئی تھیں۔ میں حیرت زدہ تھا۔

''تمہیں حیرت کیوں ہو رہی ہے جمیل صاحب؟'' انکا کی سرگوشی ابھری۔ ''میرے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔ تم مجھ سے جو خواہش کرو گے وہ پوری ہو جائے گی لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے۔''

کیا؟'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ اس خیال سے کہ اب میں انکا کی وجہ سے بہت بڑا آدمی بن جاؤں گا' میری جھلاہٹ اور بوکھلاہٹ یکسر ختم ہو گئی اور لہجے کی تلخی بھی جاتی رہی۔

''جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں' تمہیں میرے ساتھ دوستی نبھانے کا وعدہ کرنا ہو گا۔''

''منظور ہے۔'' میں نے بلا سوچے سمجھے کہہ دیا۔

''تم ایک اچھے دوست کی حیثیت سے جو کچھ بھی مجھ سے کہو گے میں اسے ضرور پورا کروں گی لیکن اس کے عوض تمہیں بھی میرا ایک کام کرنا ہو گا۔ وہ کام میں خود نہیں کر سکتی۔''

''وہ کام کیا ہے؟'' میں نے تیزی سے پوچھا۔

''فی الحال تم وعدہ کر لو۔ جب وقت آئے گا تو میں تمہیں وہ کام بھی بتا دوں گی۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں۔''

''اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔'' انکا کی لہراتی ہوئی آواز ابھری۔ ''اگر تم نے بعد میں وعدہ خلافی کی تو پھر ہماری دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچا دوں۔''

''اس کی نوبت نہیں آئے گی۔'' میں نے کرنسی نوٹوں کو جیبوں میں دوبارہ گنتے ہوئے کہا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس کام کو بھی تم مجھ سے کہو گی' وہ میں ضرور پورا کروں گا۔''

انکا کے التفات خاص کے بعد میرے ذہن پر چھائی ہوئی بوکھلاہٹ رفتہ رفتہ چھٹ گئی۔ مجھے اس کی یقین دہانی پر پہلے ہی اعتبار آ گیا تھا کہ افسر کا سر پھٹ جانے والے حادثے نے طول نہیں پکڑا اور بالفرض محال اگر ایسا ہوا بھی تو میں محفوظ رہوں گا۔ دوسرے اس اعتماد کی وجہ وہ کرنسی نوٹ بھی تھے جو اس وقت میری جیب میں پڑے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ جب انکا کی پُراسرار قوت مجھے ایک اشارے میں اتنی ساری دولت کا مالک بنا سکتی ہے تو افسر کی زبان بھی بند کر سکتی ہے۔

غرض کہ میں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ انکا سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بجائے اسے دوست بنا لیا جائے۔ میں بڑے سکون سے تھا۔ میرے گھر کی چیزوں میں اضافہ ہو گیا تھا اور اب مجھے زندگی کچھ زیادہ ہی دلچسپ محسوس ہونے لگی تھی۔ میرا معمول تھا کہ بڑے اطمینان سے بستر پر لیٹ کر انکا سے گفتگو کرتا۔ انکا نے مجھے بتایا تھا اس کی آواز میرے سوا کوئی اور نہیں سن سکتا لیکن جہاں تک اسے دیکھنے کا تعلق تھا تو یہ بات میرے دائرہ اختیار سے بھی باہر تھی۔ میں صرف اس کی حرکتوں کو محسوس کر سکتا تھا۔ دوران گفتگو میں نے کئی بار کوشش کی کہ وہ مجھے اپنی شخصیت اور اپنے وجود کے راز کے بارے میں بھی کچھ بتا دے لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہ ہوئی۔ ایک دو بار میں نے یہ بھی دریافت کرنا چاہا کہ آخر وہ کام کیا تھا جس کے لیے وہ میری محتاج تھی لیکن اس نے ہر بار مجھے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ جب وہ وقت آئے گا تو مجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں نے بھی اس ڈر سے زیادہ اصرار مناسب نہ سمجھا کہ وہ کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔

جب ہم رات گئے تک باتیں کرتے اور نیند آنے لگتی تو مجھے محسوس ہوتا کہ وہ میرے سر پر آرام کرنے کی غرض سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ چکی ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد انکا کے خراٹوں کی مدھم مدھم آواز سنائی دیتی۔ وہ دلکش باتیں کرتی تھی۔ اس کے سونے کا انداز بھی خوب تھا۔ مجھے اب اس کی ہر بات بڑی دلکش محسوس ہوتی۔ میں اس کے جسم کا گداز اپنے سر پر محسوس کرتا۔

کوئی بیس دن بڑے آرام و سکون سے گزر گئے۔ اس مختصر عرصے کے باوجود میرے اور انکا کے درمیان اچھے خاصے دوستانہ مراسم استوار ہو چکے تھے گو کہ میں اسے دیکھ نہ سکتا تھا پھر بھی میں نے اپنے احساسات کے سہارے اپنے ذہن کے کینوس پر انکا کی ایک خوب صورت تصویر بنا لی تھی۔ نازک سی اور سبک سی ایک خوب صورت لڑکی جس کے چہرے پر بلا کا حسن تھا۔ اس کے پتلے پتلے اور نازک نازک سے تراشیدہ ہونٹ ہر وقت مسکراتے رہنے کے عادی تھے۔ اس کی آنکھوں میں مجھے ہر وقت تر و تازہ کنول تیرتے نظر آتے اور اس کا گفتگو کرنے کا انداز۔ میں ہمیشہ یہ محسوس کرتا جیسے گفتگو کرتے وقت وہ بے حد شرمیلی شرمیلی اور معصوم سی نظر آتی ہے۔

غرض کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بے حد بے تکلف ہو چکے تھے۔ اپنے فلیٹ میں لیٹا گھنٹوں اس کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہتا۔ باہر ہوتا تو بھی وہ مجھ سے ہمکلام ہوتی۔ میں دبی دبی زبان میں لوگوں سے نظریں بچا کر اس کا جواب دے دیا کرتا۔

انکا نے مجھ سے جو کچھ وعدہ کیا تھا وہ اس پر بدستور کاربند تھی۔ میری ہر خواہش یکے بعد دیگرے پوری ہو رہی تھی۔ جو کام میں انکا سے کہتا وہ مجھے اس کے حصول کا راستہ بتا دیتی۔ میرے فلیٹ کا حلیہ اب یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔ ٹوٹی ہوئی کرسیوں کی جگہ اب ایک خوب صورت صوفہ سیٹ موجود تھا۔ جھلنگے پلنگ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

[illegible] شہری نے لے لی تھی۔ معمولی کپڑوں کی بجائے اب میرے پاس پہننے کے لیے بہترین سوٹ بھی [illegible]ود تھے۔ اب میں نے سامنے والے ہوٹل پر بیٹھ کر ناشتہ کرنا چھوڑ دیا تھا بلکہ شہر کے ایک اونچے ہوٹل جایا کرتا تھا جہاں ملازم اور بیرے ہاتھ باندھے میرے آگے پیچھے کھڑے رہتے تھے اور میں وقار کے ساتھ چھری کانٹے سے کھانے میں مصروف رہتا۔ اب مجھے بل کی ادائیگی کے وقت پیسوں کا حساب کرنے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں تھی بلکہ اب میں بل کے ساتھ پانچ دس روپے ٹپ بھی دے دیا کرتا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کرنا اور رات کے کھانے کے بعد کچھ دیر ٹہلنا میرا معمول بن چکا تھا۔ شام کے وقت میں اب بڑی پابندی کے سے سول لائنز کے علاقے میں جانے لگا جہاں صرف بڑے لوگ آ جا سکتے تھے۔ عام لوگ اور درمیانے طبقے کے افراد وہاں کے رکھ رکھاؤ اور وہاں گھومنے پھرنے والوں کی شخصیت دیکھ کر ہی احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ میرے ساتھ اب ایسی کوئی دشواری نہیں تھی کیونکہ میں اب مسلسل [illegible] رہا تھا۔

[illegible] نے ان [illegible] میں [illegible] ساتھ [illegible] تھا۔ تمام زندگی بھی ہاتھ پاؤں مارتا رہتا تو [illegible] ہوسکتا تھا [illegible] میں بھی [illegible] کا بے حد احسان مند تھا۔ [illegible] میں محسوس کرتا [illegible] لیے تیار ہوتی ہے تو میں اسے مخاطب کرنے کی بجائے زیادہ تر خاموش ہی رہتا۔ غرضیکہ ہم دونوں کے درمیان گاڑھی چھن رہی تھی۔ مجھے اگر کوئی فکر لاحق تھی تو بس اتنی تھی کہ انکا نے ابھی تک مجھ سے کوئی کام نہیں لیا تھا جبکہ میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی کام لے اور میں اسے پورا کر کے اس احسانوں کے بوجھ کو کچھ ہلکا کر سکوں۔

آج بھی روزمرہ کے معمول کے مطابق جب میں ایک قیمتی سوٹ زیب تن کیے ہوئے سول لائنز والے پارک میں چہل قدمی کر رہا تھا تو میرا ذہن اسی سلسلے میں الجھ رہا تھا کہ آخر اب تک انکا نے مجھ سے کوئی خدمت کیوں نہیں لی۔ پھر میں نے سوچا ممکن ہے اس نے اس محض معاہدے کی غرض سے یوں ہی ایک شرط لگا دی ہو ورنہ اسے بھلا میری کیا ضرورت پیش آ سکتی تھی۔

میں اس بات کو اچھی طرح محسوس کر چکا تھا کہ حقیقتاً انکا پُراسرار قوتوں کی مالک ہے اور دنیا کا کوئی کام اس کے لیے مشکل یا ناممکن نہیں ہے لیکن میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ انکا دراصل میری محتاج تھی لیکن کس سلسلے میں، یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ بہرحال میں انکا کے ساتھ معاہدہ کر لینے کے بعد کس طرح گلے گلے تک مصیبتوں کی دلدل میں پھنس چکا تھا اس کا احساس مجھے بعد میں ہوا تھا۔ اگر کہیں شروع میں مجھے اس بات کی ہوا بھی لگ جاتی کہ انکا اپنی نوازشات کا بدلہ مجھ سے کس صورت میں چاہے گی تو میں مرتے مر جاتا لیکن انکا کے ساتھ کوئی معاہدہ کبھی نہیں کرتا۔

اب میں اصل واقعہ کی طرف آتا ہوں، جب سے انکا سے میری ملاقات ہوئی اور میرے برے دن

پھرے تھے۔ میں بڑی پابندی سے شام کے وقت چہل قدمی کے لیے پارک آیا کرتا تھا۔ یہیں میری نظریں ایک لڑکی سے چار ہوئی تھیں اور میرے دل میں بڑی شدت سے یہ خواہش بیدار ہوئی تھی کہ اسے شریک حیات کے طور پر ہمیشہ کے لیے اپنا لوں۔ کلرکی کے زمانے میں اس لڑکی کا خیال کر کے میں دل مسوس کر رہ جاتا لیکن اب میرا خیال تھا کہ لڑکی بھی مجھ میں دلچسپی لے رہی تھی جس کا اندازہ مجھے اس کی مسکراتی نظروں سے ہو گیا تھا۔ گو کہ آج تک میری اور اس کی کبھی کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی لیکن جتنی دیر میں پارک میں موجود رہتا وہ بھی وہیں رہتی۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھتے اور پھر جلدی سے نظریں جھکا لیتے۔ ابھی تک نہ تو اس نے میرے قریب آ کر کوئی بات کرنے کی کوشش کی تھی نہ ہی میری ہمت پڑی تھی کہ اپنی طرف سے پہل کر سکوں۔ بہرحال ہم جتنی دیر پارک میں رہتے، ایک دوسرے کے آمنے سامنے رہتے اور دلوں کا مدعا نظروں کی زبانی ایک دوسرے سے بیان کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے۔ میں نے اس لڑکی کے بارے میں اب تک اتنی معلومات حاصل کر لی تھیں کہ اس کا نام نرگس اصفہانی ہے۔ اس کا باپ ایک مقامی تاجر تھا جس کا شمار امیر کبیر افراد میں کیا جاتا تھا۔ سول لائنز کے علاقے میں وہ ایک عالی شان بنگلے میں رہتی تھی۔ اگر انکا سے میری ملاقات نہ ہوتی تو غالباً میں نرگس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن موجودہ صورت میں دولت کے لحاظ سے میں نرگس کے باپ سے کسی طرح بھی کم نہیں تھا۔ جتنی دولت اس نے سالہا سال کی محنت کے بعد جمع کی تھی اتنی دولت میں کسی وقت بھی انکا کے ذریعے حاصل کر سکتا تھا۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ نرگس اصفہانی میرے دل و دماغ پر چھا چکی تھی۔ آج بھی میں پارک کے ایک پُرسکون گوشے میں بیٹھا اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مجھ سے آٹھ دس فٹ کے فاصلے پر دوسری بینچ پر بیٹھی تھی۔ کبھی کبھی ہم دونوں کی نظریں چار ہوتیں تو وہ جلدی سے جھجک کر اپنی نگاہیں جھکا لیتی۔ بہت دیر سے ہمارے درمیان یوں ہی آنکھ مچولی ہو رہی تھی۔ معاً میں نے ایک خوب صورت نوجوان کو نرگس کے قریب جا کر اس کے برابر بیٹھتے دیکھا۔ نو وارد کے آ جانے سے نرگس کچھ پریشان ہو گئی تھی لیکن میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ نوجوان اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو نرگس یقیناً اٹھ گئی ہوتی۔ اس کا اپنے قریب بیٹھنا کبھی گوارا نہ کرتی۔

میں اپنی جگہ بیٹھا اس نوجوان کو کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ جس انداز میں مسکرا مسکرا کر نرگس سے گفتگو کرنے کی کوشش کر رہا تھا اس نے میرے سینے میں جذبۂ رقابت کو ابھار دیا تھا۔ ٹھیک اسی وقت جب میں اپنی بنچ پر بیٹھا بار بار پہلو بدل رہا تھا اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا میں نے محسوس کیا کہ انکا جو میرے سر پر نیم دراز تھی، یکلخت ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور میرے کانوں میں اس کی سریلی آواز گونجی۔

"جمیل۔ کیا تم جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے؟"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''نہیں۔''میں نے آہستہ سے کہا۔

''یہ نرگس کا منگیتر ہے۔'' انکا نے سرگوشی کی۔''میں چاہتی ہوں کہ تم اس کو مار ڈالو۔''

انکا کی زبانی یہ سن کر کہ وہ نوجوان نرگس کا منگیتر ہے، میرے دل کو شدید دھچکا لگا لیکن میں چونکہ شروع سے ہی میانہ روی کا قائل ہوں اس لئے نوجوان کو مار ڈالنے کا مشورہ سن کر میرا دل دھڑکنے لگا۔

''انکا۔کیا تم میرے لیے کچھ نہیں کر سکتیں؟''میں نے دبی زبان میں کہا۔''میں بہت بے چین ہوں۔''

''نہیں، تمہیں اس نوجوان کو ویسے بھی میرے لیے مارنا ہوگا۔تمہیں اپنا وعدہ تو یاد ہوگا۔''

''میں اپنے وعدے پر قائم ہوں لیکن تمہیں اس نوجوان سے کیا پرخاش ہے؟''میں نے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں.........لیکن اس کے باوجود تمہیں میرے حکم پر اس کا خون کرنا ہوگا۔'' انکا کا لہجہ اس بار سخت اور تحکمانہ تھا۔'' مجھے اس نوجوان کے خون کی ضرورت ہے۔''

''کیا.............؟''میں بوکھلا گیا۔

''تم انکار نہیں کر سکتے۔انکار کا مطلب ہے کہ بدعہدی اور بدعہد میرے نزدیک بہت بڑی سزا کا مستوجب ہے۔تم میری قوتوں کا اندازہ تو کر چکے ہو۔''

''لیکن.........''

''بحث مت کرو جمیل۔'' انکا نے ترش لہجے میں میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔''سنو انسانی خون میری غذا ہے جس کے بغیر میرا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔تم نے اگر بدعہدی کی تو خسارے میں رہو گے۔ ہر حال میں تمہیں میرے لیے یہ خطرناک کام انجام دینا ہوگا جس کا تم وعدہ کر چکے ہو۔''

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا، میرے سر پر نکیلے پنجوں کی چبھن شدید سے شدید تر ہونے لگی۔ یہ غالباً انکا کی طرف سے ایک خاموش چیلنج تھا کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ مجھے نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرے گی۔

موقع کی نزاکت کو محسوس کر کے میں کانپ اٹھا۔میرے چہرے پر پسینے کے ننھے منے قطرے نمودار ہونا شروع ہو گئے۔میرے ذہن میں ایک ہیجان سا برپا ہو گیا۔میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔

''کیوں جمیل۔تم نے کوئی فیصلہ کیا؟''

''میں تیار ہوں۔''میں نے غیر ارادی طور پر انکا سے وعدہ کر لیا اور اس نوجوان کو گھورنے لگا جو نرگس کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔

وقت جیسے جیسے گزرتا گیا، میرے خون کی گردش بھی تیز ہوتی گئی۔

میری نظریں بدستور اس نوجوان پر جمی ہوئی تھیں جو سامنے والی بینچ پر نرگس اصفہانی کے ساتھ بیٹھا

Downloaded from Paksociety.com

ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔حالانکہ نرگس نے اس سے کوئی التفات نہ برتا تھا لیکن جب سے انکا نے مجھے یہ بتایا تھا کہ نوجوان نرگس کا منگیتر ہے، میں کانٹوں پر لوٹ رہا تھا۔نرگس کسی اور کی ہو جائے یہ تصور ہی میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔میں نے نہ جانے کتنے خوب صورت تصور اپنے دماغ میں قائم کر لیے تھے۔کچھ دن تو ایسے بھی آئے تھے کہ میں اسی کے متعلق سوچتا رہا پھر بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ اپنی خوشیوں اور ارمانوں کا خون خاموشی سے برداشت کر لیتا۔اب تو یہ بات اور بھی ناممکن تھی کیونکہ انکا میری مدد کو تیار تھی، انکا پُراسرار قوتوں کی مالک۔

وقت جیسے جیسے گزرتا گیا' میرا جذبۂ رقابت بڑھتا گیا۔اگر مجھے انکا سے وعدہ خلافی اور بدعہدی کا خیال نہ ہوتا تب بھی یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ وہ نوجوان میرے خوابوں کی ملکہ نرگس کو مجھ سے چھین لے جانے کے درپے ہے' میں اسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس نوجوان کو ضرور ٹھکانے لگا دوں گا۔نرگس اصفہانی نے نوجوان کی موجودگی میں بھی دو تین بار کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا تھا۔وہ غالباً اپنے چہرے پر پھیلے ہوئے بیزاری کے تاثرات کے ذریعے مجھے یہ باور کرانا چاہتی تھی کہ نوجوان اس کے لئے ''بن بلائے مہمان'' کی سی حیثیت رکھتا ہے۔میں نے اس کی نظروں سے بھی یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ محض میری خاطر اب تک وہاں بیٹھی ہے ورنہ نوجوان کی موجودگی سے دل برداشتہ ہو کر کب کی اٹھ چکی ہوتی۔میں ان باتوں کو محسوس کر لینے کے بعد اس ادھیڑبن میں لگا ہوا تھا کہ کس وقت مجھے موقع ملے اور میں اپنے دشمن کو ٹھکانے لگاؤں۔میں نے اسے مارنے کے لئے مناسب وقت اور موقع کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

شام کا دھندلکا گہرا ہونے لگا تو میں نے نرگس کو بنچ سے اٹھتے دیکھا۔اس نے آخری بار مجھے تھکی تھکی نظروں سے دیکھا پھر واپسی کے لئے چل پڑی۔نوجوان بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ان دونوں کے آگے بڑھتے ہی میں جھپٹ کر کھڑا ہوا اور قدم بڑھاتا ہوا ان کے پیچھے ہو لیا۔میرے دل کی دھڑکنیں لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔مجھے ایسے موقع کی تلاش تھی جب میں نوجوان کو کسی تنہا مقام پر پکڑ سکتا۔مجھے یہ موقع جلد ہی میسر آ گیا۔نرگس اس وقت ایسے راستے سے گزر رہی تھی جس کے دونوں طرف لیموں کی قد آدم باڑھ موجود تھی۔ان باڑھوں کے عقب میں خوب صورت لان تھا جہاں اس وقت بھی اکا دکا جوڑے چہل قدمی میں مصروف تھے۔اپنے دشمن کو پچھاڑ ڈالنے کے لئے میرے واسطے یہ بہترین موقع تھا چنانچہ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔میرے ذہن میں بار بار ایک خیال ابھر رہا تھا کہ میں جلد از جلد نوجوان کو ٹھکانے لگا دوں۔میرے اوپر خون سوار تھا۔سچ تو یہ ہے کہ میں اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔

نوجوان اور میرے درمیان اب بمشکل دس قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا' جب بائیں جانب نرگس کی کسی نے اس کو آواز دی۔میں یک لخت ٹھٹک کر رہ گیا۔نرگس کے ساتھ میرا رقیب بھی اس آواز کو سن

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تھا۔اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو چکی تھی۔شاید اس لئے کہ وہ نرگس سے علیحدگی نہیں چاہتا تھا لیکن نرگس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔اس نے پلٹ کر نوجوان سے کچھ کہا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی اپنی سہیلی کے پاس چلی گئی۔قدرت نے میرے لئے اب مزید آسانی پیدا کر دی تھی۔ نرگس کی موجودگی میں اگر نوجوان کو قتل کیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ وہ مجھے قاتل اور مجرم سمجھ کر مجھ سے متنفر ہو جاتی لیکن اب میرے لئے راستہ بالکل صاف تھا۔روش پر جہاں میں کھڑا تھا' میرے اور میرے رقیب کے سوا دور دور تک کوئی اور موجود نہ تھا۔

نرگس جب تک نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی' میرا رقیب اپنی پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے دیکھتا رہا پھر وہ جیسے ہی آگے بڑھا' میرا جی چاہا کہ میں لپک کر پشت سے اس کی گردن پر حملہ کر دوں۔معاً مجھے خیال آیا کہ یہاں اس موقع پر یہ خطرناک قدم اٹھانا کسی اعتبار سے مفید نہ ہو گا۔بہتر ہو گا کہ نوجوان کا گھر تک پیچھا کیا جائے اور مناسب موقع پر اسے قتل کر دیا جائے۔جب میرے ذہن میں یہ خیال آیا تو میں نے انکا کے پنجوں کی چبھن اپنے سر پر محسوس کی۔وہ مضطرب معلوم ہوتی تھی۔میں نے اپنی بے چارگی ظاہر کرنا چاہی تو انکا کے نکیلے پنجوں کی گرفت اور مضبوط ہو گئی چنانچہ مجھے مجبوراً اسی وقت اس نوجوان کو قتل کرنے پر خود کو آمادہ کرنا پڑا۔پھر بھی میں اسے تاریکی میں مارنا چاہتا تھا۔تاریکی ہو چلی تھی اور پیچھا کرتے کرتے ایک ایسا سنسان گوشہ مجھے ہاتھ آ ہی گیا تھا۔میں نے برق رفتاری سے اس کی گردن پر پشت سے بھرپور حملہ کر دیا۔حملہ چونکہ اس کے لئے قطعی غیر متوقع اور بھرپور تھا اس لئے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور تیورا کر نیچے گر گیا۔میرے سر پر خون سوار تھا۔قبل اس کے کہ وہ کسی دفاعی کارروائی کے لئے خود کو تیار کرتا' میں نے جوتے کی نوک سے ایک زوردار ٹھوکر اس کے سر پر ماری اور اس کی چھاتی پر سوار ہو کر اس کی گردن کو پوری قوت سے دبانے لگا۔میرے ہاتھ کی گرفت بے حد مضبوط تھی اس لئے وہ چھٹکارا نہ پا سکا۔میں کچھ سوچے سمجھے بغیر اپنی انگلیوں کے حلقے کو تنگ کرتا چلا گیا۔پھر میں اس وقت چونکا جب نوجوان کی آنکھیں اپنے حلقوں سے ابل کر بھیانک حد تک باہر نکل آئیں اور اس کے جسم میں معمولی سی حرکت بھی باقی نہ رہی۔یہ سب منٹوں میں ہو گیا۔

زندگی میں یہ پہلا سنگین جرم تھا جو میرے ہاتھوں سرزد ہوا تھا۔بہرحال اس خیال سے کہ کہیں میں دھر نہ لیا جاؤں اور کوئی مجھے اس لاش کے قریب دیکھ نہ لے' میں تیزی سے نوجوان کے قریب سے ہٹا اور قریب تھا کہ بوکھلاہٹ میں بھاگ کھڑا ہوتا کہ میرے کانوں میں انکا کی پُراسرار سرگوشی ابھری۔

"ذرومت جمیل......تم تو بڑے دلیر اور میری توقعات سے بڑھ کر ثابت ہوئے......!"

میں اس پُراسرار وجود کو دیکھ تو نہ سکتا تھا لیکن محسوس ضرور کر رہا تھا کہ میرے اقدام قتل نے اسے روحانی خوشی بخشی ہے۔وہ اس وقت میرے سر پر کھڑی جھوم رہی تھی۔قبل اس کے کہ میں انکا کی بات کا

جواب دیتا' اس نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔

"سنو جمیل میرا وجود اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے جب میں تھوڑے تھوڑے عرصے بعد انسانی خون پیتی رہوں۔اب تم فوراً بھاگ جاؤ۔ابھی اسی وقت۔"

میں مبہوت کھڑا تھا۔کیا واقعی میں کسی کو قتل کر سکتا تھا؟ یہ خیال ہی میرے ہوش و حواس گم کئے دیتا تھا۔اچانک میں نے محسوس کیا کہ جیسے کوئی ننھی منی لجلجی سی شے میرے سر پر سے رینگتی ہوئی نیچے اتر گئی ہو پھر میرے کانوں میں ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی جانور کسی شے کو اپنی زبان سے چاٹ رہا ہو۔معاً میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ انکا نوجوان کے خون سے سیراب ہو رہی ہے۔اس نے مجھ سے کہا بھی یہی تھا کہ اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے اسے وقتاً فوقتاً انسانی خون کی ضرورت پیش آتی ہے۔میرا دل چاہا کہ ایک بار نظر گھما کر اس لاش کو دیکھ لوں جو جھاڑیوں کے قریب پڑی تھی لیکن میں اس کی ہمت نہ کر سکا۔لمبے لمبے ڈگ بھرتا چھپتا چھپاتا ہوا تیزی سے پارک سے باہر آیا اور ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو روک کر اس میں بیٹھ گیا۔میں نے ٹیکسی والے سے کیا کہا' مجھے یاد نہیں' صرف اتنا یاد ہے کہ پسینے سے میری پیشانی عرق آلود تھی اور میں ہذیان بک رہا تھا۔

دس منٹ بعد میں نے خود کو ایک بار میں بیٹھا ہوا پایا۔میں جلدی جلدی انگریزی شراب کے بڑے بڑے گھونٹ اپنے حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔بار میں میرے علاوہ اور بھی بہت سارے مرد اور عورتیں موجود تھے لیکن مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں تھا۔میں تو صرف اس تصور سے چھٹکارا پانے کے لئے کہ میں نے ایک انسانی زندگی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے' خود کو شراب میں ڈبو دینا چاہتا تھا۔

کافی شراب پی جانے کے بعد میں جھومتا ہوا اپنی میز سے اٹھا۔کاؤنٹر پر جا کر میں نے بل ادا کیا اور لڑکھڑاتا ہوا باہر آ گیا۔اب میرا ذہن اس خوف سے آزاد تھا کہ میں قاتل ہوں اور جو جرم مجھ سے سرزد ہو چکا ہے' اس کی سزا میرے لئے پھانسی کا پھندا بھی ثابت ہو سکتی ہے۔شراب پوری طرح میری اعصابی کمزوری پر غالب آ چکی تھی۔میرا سر ہلکا اور میرے اعصاب پُرسکون ہو گئے تھے۔

رات کا کھانا میں نے حسب معمول اسی ہوٹل میں کھایا جہاں کے بیرے اور دیگر ملازمین لمبی لمبی ٹپ ملنے کی وجہ سے مجھ سے اچھی طرح واقف تھے۔کھانے سے فراغت پا کر میں رات گئے تک ادھر ادھر گھومتا رہا۔شراب کا نشہ جب تک میرے اعصاب پر حاوی رہا' مجھے مطلق کوئی فکر نہ ہوئی لیکن جب نشے کی کیفیت کم ہوئی تو میں نے بڑی سنجیدگی سے انکا کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔میں نے کیا کر دیا۔قتل کر دیا میں نے۔مجھے کسی طور پر یقین نہیں آ رہا تھا۔یہ دوسرا اتفاق تھا جب انکا نے مجھے کسی کے خلاف جارحانہ کارروائی پر اکسایا تھا اور میں اس کی باتوں میں آ گیا تھا۔ظاہر ہے انکا کی بدولت میرے حالات سنورے تھے لیکن میں چونکہ طبعاً نرم دل واقع ہوا ہوں اس لئے دنگا فساد اور لڑائی جھگڑا میرے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بس کی بات نہ تھی۔ ان تمام باتوں سے بچنے کی صرف یہی ایک صورت تھی کہ میں انکا سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کر لیتا۔

انکا کا خیال آیا تو میں نے غیر اختیاری طور پر انگلیوں سے اپنے سر کے بالوں کو کریدا۔ مجھے یاد آیا انکا تو ایک ایسے نادیدہ اور پُراسرار وجود کا نام ہے جسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے' دیکھا نہیں جا سکتا۔ بہرحال میں نے یہی محسوس کیا کہ وہ اس وقت میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ اس کی صرف دو وجوہ ممکن تھیں یا تو انکا ابھی تک میرے رقیب کا خون پینے میں مصروف تھی یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس نے میرے بجائے اب کسی اور کے سر کو اپنا مسکن بنا لیا ہو۔ اب انکا کی عدم موجودگی میں میرا ذہن تیزی سے پیش آنے والے لرزہ خیز واقعات پر غور کر رہا تھا۔ میں نے جگہ اور موقع محل کی پروا کیے بغیر بے وقوفوں اور پاگلوں کی طرح ایک شخص کو قتل کر دیا تھا چنانچہ جب میں اس کے بارے میں سوچتا' میرا دل ڈوبنے لگتا۔ اب کیا ہوگا' اے خدا مجھے اس عذاب سے بچا۔

گھر واپس آکر جب میں سونے کے ارادے سے لیٹا تو نیند کوسوں دور تھی۔ اس وقت انکا میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ میں دل ہی دل میں خدا سے معافی مانگنے لگا کہ انکا اب دوبارہ میرے سر کا رخ نہ کرے۔ جہاں تک اقدام قتل کا تعلق تھا تو میں اس وقت اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ انکا نے میرے سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں سلب کر لی تھیں۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ صبح ہوتے ہی میں چپ چاپ شہر چھوڑ کر کسی اور طرف نکل جاؤں گا اور نئے سرے سے اپنی زندگی کو بنانے کی کوشش کروں گا خواہ اس کے لئے مجھے دوبارہ کلرکی ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس خیال سے میرے ذہن کو تقویت پہنچی۔ میں نے اٹھ کر بتی بجھائی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

رات مجھے کس وقت نیند آئی' مجھے کچھ یاد نہیں لیکن صبح جب میری آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میں نے جس بات کو محسوس کیا وہ انکا کا وجود تھا۔ وہ رات ہی میں کسی وقت میرے سر پر دوبارہ آ چکی تھی اور اب بڑے آرام سے میرے سر پر محو خواب تھی۔ اس کے مدھم مدھم خراٹوں کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس نے اپنے نازک ہاتھوں کو تکیئے کے طور پر استعمال کر رکھا تھا اور بائیں کروٹ لیٹی ہوئی ہے۔ میں نے اپنے ذہن میں اس کی شکل و صورت کے متعلق جو تصور قائم کیا تھا اس کے مطابق مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ شکم سیری کے بعد اس کے حسن میں خاصا اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ اب گداز محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ کسی بے انتہا خوب صورت عورت کے روپ میں ہے۔ اس کے گالوں کی سرخی کندن کے مانند دمک رہی ہے۔ میں نے اس کے تراشیدہ لبوں پر بڑی آسودہ مسکراہٹ کا تصور اپنے ذہن میں ابھرتے ہوئے پایا۔

انکا کی موجودگی کو محسوس کر کے میں بری طرح جھلا گیا لیکن یہ جھلاہٹ بے سود تھی۔ میں خوب جانتا

تھا کہ میں اپنی مرضی سے اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ بہرحال میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اٹھ کر جلدی سے اپنا رخت سفر باندھوں اور قبل اس کے کہ انکا خواب خرگوش سے بیدار ہو' اسٹیشن پہنچ کر ریل میں سوار ہو جاؤں۔ ذہن میں یہ پروگرام مرتب کر کے کسی سواری کو لانے کی غرض سے میں دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ یوں چونک کر رک گیا جیسے کسی نے میرے قدموں میں بیڑیاں ڈال دی ہوں۔ میری پھٹی پھٹی نظریں اس اخبار پر جمی ہوئی تھیں جو ہاکر معمول کے مطابق میرے فلیٹ میں پھینک گیا تھا۔ چند ثانئے تک میں اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا اس سرخی کو خوف زدہ نظروں سے گھورتا رہا پھر میں نے آگے بڑھ کر دھڑکتے دل سے اخبار اٹھایا اور اس خبر کو پڑھنے لگا جس نے مجھے سرتاپا لرزہ براندام کر دیا تھا۔ جوں جوں میں خبر پڑھتا جاتا تھا' میرے چہرے کا رنگ فق ہوتا جاتا تھا۔ دل کی حرکت ہر لحظہ تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے بہ مشکل تمام پوری خبر کو پڑھا پھر سر پکڑ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

اخبار کی وہ خبر اسی نوجوان کے متعلق تھی جسے میں نے گزشتہ شام پارک کے سنسان گوشے میں انکا کے اکسانے پر جان سے مار ڈالا تھا۔ اخبار نے اگر صرف قتل کی کوئی سیدھی سادی کہانی سنائی ہوتی تو شاید میں اس قدر نہ گھبراتا لیکن قتل کی اس واردات کو جو حیرت انگیز اور پُراسرار رنگ دیا گیا تھا اس نے مجھے ذہنی خلفشار میں مبتلا کر دیا تھا۔ مذکورہ اخبار نے اپنے نامہ نگار اور دیگر عینی شاہدوں کے حوالے سے لکھا تھا کہ گزشتہ شام سول لائنز کے علاقے میں واقع تفریحی پارک سے جو لاش ملی ہے وہ شہر کے مشہور تاجر مسٹر اصفہانی کے ہونے والے داماد مسٹر جمشید کی ثابت ہوئی۔ لاش کی شناخت کرنے میں جو دشواری پیش آئی اس کی وجہ یہ تھی کہ مقتول کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ بچا تھا جس کے باعث جلد پر بے شمار شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔ چہرے پر موجود جھریوں نے مقتول کے خدوخال کو اس حد تک تبدیل کر دیا تھا کہ اس کی شناخت بمشکل اس کے جسم پر موجود لباس سے کی جا سکی۔ نرگس اصفہانی کو جب اس ضمن میں ٹٹولا گیا تو اس نے یہی کہا کہ مسٹر جمشید کچھ دیر پہلے تک اسی کے ساتھ تھے اور بالکل تندرست حالت میں تھے۔ مس اصفہانی کو جب لاش کی شناخت کے لئے بلایا گیا تو پہلی نظر میں وہ بھی مقتول کو شناخت نہ کر سکی۔ پولیس کے ماہرین ابھی تک کسی آخری نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے لیکن انہوں اس بات کا خدشہ ظاہر کیا تھا کہ مسٹر جمشید کی موت میں کسی غیر معمولی شخص کا ہاتھ ضرور شامل ہے جس نے مقتول کے جسم کا سارا خون چوس لیا ہے۔ اس خیال کا محرک وہ باریک باریک نشان تھے جو مقتول کی گردن پر ہر دو جانب پائے گئے تھے۔ آخر میں نامہ نگار نے تحریر کیا تھا کہ پولیس بڑی سرگرمی سے مسٹر جمشید کے قاتل کی تلاش میں ہے اور عنقریب حیرت انگیز واقعات معلوم ہونے کی توقع ہے۔

میرا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اخبار نے جمشید کے سلسلے میں جس خون آشام کا تذکرہ کیا ہے وہ یقیناً انکا کی ذات ہوگی جو اس وقت بھی میرے سر پر محو خواب تھی اور ہلکے ہلکے خراٹے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

لے رہی تھی۔ انکا نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ اپنے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کے لئے اسے انسانی خون کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ ایک ننھا سا وجود ہونے کے باوجود کسی انسان کے جسم کا سارا خون پی جاتی...... بہرحال کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی سوائے اس کے کہ خاموشی سے ان حیرت انگیز واقعات کو جوں کا توں قبول کر لیا جائے۔

میں خاصی دیر تک انکا کے بارے میں سوچتا رہا۔ آپ یقین کریں کہ اس خبر کو پڑھنے کے بعد نہ جانے کیوں اب اس بات کا مطلق خوف نہیں تھا کہ پولیس کے کارندے کسی لمحے دندناتے ہوئے میرے فلیٹ میں داخل ہوں گے اور مجھے اقدامِ قتل کے جرم میں ہتھکڑیاں پہنا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے اور ایک سنگین اور بھیانک جرم کے ارتکاب کے عوض مجھے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جائے گا۔ میرا ذہن ان خیالات سے یکسر عاری تھا بلکہ اس کے برعکس میں اس وقت صرف اور صرف انکا کے پُراسرار اور ہولناک وجود کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میرے لئے پھانسی کے پھندے سے زیادہ خوف ناک بنی ہوئی تھی، میں انکا سے یہ عہد کر چکا تھا کہ وہ مجھ سے اپنی نوازشوں کے بدلے میں جو کچھ کہے گی میں اس پر بلا کسی چون و چرا کے عمل کروں گا۔ اس عہد کا پہلا ہی حادثہ میرے لئے اس قدر دہشت ناک تھا کہ میں آئندہ کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔ اگر حقیقتاً انسانی خون انکا کی غذا تھی تو مجھے اس کے لئے قتل و غارت گری کا یہ سلسلہ جاری رکھنا پڑے گا۔ انکار کی صورت میں کیا عجب تھا کہ انکا جو اخباری اطلاع کے مطابق خون آشام بھی ثابت ہو چکی تھی، اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر میرے ہی وجود کو ختم کر دیتی۔

ابھی میں ان ہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک سن کر یوں اچھل پڑا جیسے بے خیالی میں میرا پاؤں کسی زہریلے ناگ کے پھن پر پڑ گیا ہو۔ میرے تنفس کی رفتار حیرت انگیز طور پر تیز ہو گئی۔ میری پھٹی پھٹی اور خوفزدہ نظریں دروازے پر جم کر رہ گئیں۔

"باہر کون ہو سکتا ہے؟" میرے دل کی دھڑکنوں سے ایک سوال ابھرا۔

آنے والے حالات کے تصور ہی نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر شل کر دیا تھا اور انکا...... وہ ابھی تک کسی معصوم اور شیر خوار بچی کی طرح جسے پیٹ بھر دودھ مل گیا ہو، محوِ خواب تھی۔ غصے کی کیفیت میں مجھے یہی سوجھی کہ میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے بالوں کو نوچنا شروع کر دیا لیکن یہ حرکت بھی سودمند ثابت نہ ہوئی۔ انکا پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور اپنے حلق سے مدھم مدھم خراٹوں کی آواز نشر کر رہی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ فلیٹ سے باہر جانے کا ایک ہی دروازہ تھا جس پر کوئی موجود تھا۔ اگر باہر جانے کا کوئی دوسرا راستہ ہوتا تو میں یقیناً فرار کے بارے میں سوچتا مگر اب بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی۔

دروازے پر دوسری بار دستک ہوئی تو میں نے خود کو سنبھالا۔ جی کڑا کر کے آگے بڑھا اور چٹخنی کھول دی۔ مجھے یقین تھا کہ فلیٹ کے باہر پولیس والے ہتھکڑیاں لئے موجود ہوں گے لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک برقع پوش خاتون جھپٹ کر اندر داخل ہوئی اور کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"جمیل صاحب دروازہ بند کر دیجئے۔"

آنے والی خاتون کا چہرہ چونکہ نقاب میں تھا اس لئے میں اسے شناخت نہ کر سکا۔ کچھ سوچ کر میں نے دروازے کی چٹخنی لگا دی اور پلٹا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نرگس اصفہانی کا چہرہ سیاہ برقع سے یوں جھانک رہا تھا جیسے چودھویں کا چاند سیاہ گھٹاؤں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا ہو۔ نرگس کو اپنے فلیٹ میں دیکھ کر مجھے خوشی بھی ہوئی تھی اور گھبراہٹ بھی۔ میں ابھی تک یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ میرے پاس کس مقصد سے آئی ہے اور اسے میری رہائش کا پتا کیونکر ہوا۔

نرگس سے میری باقاعدہ بات چیت آج تک نہیں ہوئی تھی۔ صرف نظروں سے سلام و پیام کا سلسلہ جاری تھا۔ ہاں مجھے یہ یقین تھا کہ میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں کی ترسیل نظروں ہی نظروں میں اس پر کر دی ہے اور خود میں نے اس کے مثبت ردِعمل کے متعلق بھی محسوس کیا تھا لیکن نرگس نے اتنا کچھ محسوس کر لیا ہے، یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میری کیفیت اس وقت عجیب تھی۔ وہ نرگس میرے سامنے تھی جس کے لئے میں اپنی زندگی قربان کر سکتا تھا اور جو میرے لئے شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتی تھی مگر وہ کیسے آ گئی۔ میں ان سوالات پر غور کر ہی رہا تھا کہ نرگس نے چہرے سے نقاب ہٹایا اور اپنی تجسس بھری نظریں میرے چہرے پر جماتے ہوئے بولی۔

"جمیل صاحب ..... خدا کے لئے آپ اس شہر کو چھوڑ کر جتنی جلدی ممکن ہو سکے، کسی دوسری جگہ چلے جائیے۔"

"ک..... کیوں؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"پولیس..." نرگس تھوک نگلتے ہوئے بولی۔ "اگر پولیس کو پتا چل گیا کہ کل آپ بھی پارک میں موجود تھے تو......"

"لل..... لیکن..... مم..... میں نے....."

"میں جانتی ہوں کہ جمشید پُراسرار حالات کا شکار ہوا ہے لیکن پولیس مفت میں آپ کو ضرور الجھانے کی کوشش کرے گی۔ آپ کچھ دنوں کے لئے ہٹ جائیں یہاں سے۔ یقین کیجئے حالات سازگار ہوتے ہی میں آپ کو مطلع کر دوں گی۔ میں انتہائی نازک حالات میں آپ کے پاس آئی ہوں۔ لہٰذا اس وقت ہمیں رسمی تکلفات کی بجائے کھل کر بات کرنی چاہئے۔ مجھے آپ کے متعلق سب کچھ معلوم ہے۔ میں

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نے سب کچھ محسوس کیا ہے اور انہی احساسات کی وجہ سے میں اتنا خطرہ مول لے کر آپ کے پاس آئی ہوں۔" نرگس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"نرگس......" میں اس کی اچانک آمد سے حواس باختہ ہو گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی آمد پر کیا جملے ادا کروں۔ اس وقت میرا ذہن متضاد کیفیات کا حال تھا۔ میں نے فلمی ہیرو کے انداز میں کہا۔ "اگر پھانسی کا پھندا میرا مقدر بن چکا ہے تو پھر اس شہر سے دور چلے جانے سے بھی کچھ نہ ہوگا۔"

"جمیل صاحب......" نرگس نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔ "آپ مجھے دور کا کوئی فرد نہ سمجھئے۔ یقین کیجئے جب تک میں زندہ ہوں' آپ پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ آپ اندازہ کیجئے کہ میں اس وقت کن مشکلات سے آپ تک پہنچی ہوں گی۔"

"سچ......" میں خوشی سے بولا میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کچھ کہتے نہیں بن رہا تھا۔

"وقت ضائع مت کیجئے جمیل صاحب...... آپ کو پہلی گاڑی سے کہیں اور چلا جانا چاہئے۔"

"ایک شرط پر......" میں نے کہا۔ "آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔" مجھے اعتراف ہے میرا یہ سوال غیر متوقع تھا۔ مگر نرگس کے اس بے پناہ جذبے کو دیکھ کر میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

نرگس میرا سوال سن کر خاموش ہو گئی۔ لوہے کو تپتا دیکھ کر میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کسی سچے اور دیوانے عاشق کی طرح نرگس کو یہ باور کرانے کی کوشش کرنے لگا کہ اس کے بغیر میری زندگی بیکار ہے اور یہ کہ اگر وہ میرے ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہوئی تو میں بھی شہر نہیں چھوڑوں گا' خواہ حالات میرے حق میں کتنے ہی خطرناک کیوں نہ ثابت ہوں۔ میں نے اسے ان راتوں کا حوالہ دیا جو میں نے اس کی یاد میں گزاری تھیں۔ میں نے اپنے اشتیاق و اضطراب کا کھل کر اظہار کیا اور میرے اس اظہار پُر شوق اور بروقت جسارت کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ نرگس کچھ دیر تک خاموش کھڑی میرے چہرے کو خالی خالی نظروں سے تکتی رہی پھر اس نے میری طرح تکلفات سے کام نہ لیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے وہ مجھ سے آملے گی اور پھر ہم دونوں ہمیشہ کے لئے ایک ہو جائیں گے۔ باتوں باتوں میں، میں نے نرگس سے یہ بھی دریافت کر لیا کہ کہیں وہ...... جمشید کے سلسلے میں مجھ پر تو شبہ نہیں کر رہی ہے۔ جواب میں جب اس نے مجھے قسم کھا کر یقین دلایا کہ اسے میری بے گناہی کا یقین ہے اور قاتل کوئی دوسری ہی شیطانی قوت ہے تو میرا دل ہلکا ہو گیا۔ میں سچ مچ یہ محسوس کرنے لگا جیسے جمشید کو میں نے نہیں بلکہ کسی اور نے مارا ہے۔

نرگس کچھ دیر تک بیٹھی مجھے حالات کی اونچ نیچ سے آگاہ کرتی رہی۔ وہ بہت جلد میرے قریب آگئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ چلتے چلتے اس نے مجھے اپنی محبت کا یقین دلایا اور مجھے دلاسہ دیتے ہوئے واپس چلی گئی۔ حالات نے جو نیا رخ اختیار کیا تھا وہ سو

Downloaded from Paksociety.com

فیصد میرے حق میں تھا۔ نرگس کی باتوں سے مجھے یقین آگیا تھا کہ وہ مجھ سے بہت متاثر ہے اور میری خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دے گی۔ چنانچہ اس کے جاتے ہی میں بھی لپکتا ہوا نیچے اترا۔ ایک ٹیکسی لی پھر جلدی جلدی اپنا سامان ٹیکسی پر لاد کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

اسٹیشن پہنچ کر میں نے گاڑیوں کے بارے میں دریافت کیا پھر بمبئی کا ایک سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ خریدا اور پہلی گاڑی پکڑ کر اپنی نئی منزل کی طرف چل پڑا۔ اس تمام عرصے میں انکا کے خراٹے برابر میری قوت سماعت سے ٹکراتے رہے۔ وہ بدستور میرے سر پر لیٹی خواب خرگوش میں محو تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ وہ سو رہی ہے ورنہ جاگنے کی صورت میں ممکن تھا کہ وہ مجھے باہر جانے سے منع کر دیتی جیسا کہ ایک بار پہلے ہو چکا تھا۔

دو تین اسٹیشن گزر جانے کے بعد میں نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا جیسے اب میں تمام خطرات اور پولیس کی دسترس سے باہر نکل آیا ہوں۔ سیٹ پر بستر لگا کر میں نے اپنا سوٹ تبدیل کیا اور ہلکے پھلکے کپڑے پہن کر اپنی نشست پر نیم دراز ہو کر ایک فلمی رسالے کی ورق گردانی کرنے لگا جو میں نے روانگی کے وقت اسٹیشن سے خریدا تھا۔

رسالے کے مطالعے میں مجھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انکا کو اپنے سر پر کسمساتے ہوئے محسوس کیا' وہ بیدار ہو رہی تھی۔ ایک دوبار اس نے کروٹ بدلی پھر چت لیٹ کر دو چار لمبی لمبی جماہیاں لیں اور اس کے بعد ایک طویل انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کو محسوس کر رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی اپنی پلکیں جھپکا رہی تھی اور کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ اس کے پتلے پتلے تراشیدہ ہونٹوں پر شرارت بھری مسکراہٹ ابھری ہو۔ دوسرے ہی لمحے وہ آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی میرے کان کے قریب آگئی اور راز دارانہ انداز میں بولی۔ "کہئے جمیل صاحب...... مزاج کیسے ہیں۔ کہاں جا رہے ہیں؟"

"جہنم میں......" میں نے ڈبے کے واحد مسافر کو کن انکھیوں سے گھورتے ہوئے دبی آواز میں جھلا کر کہا۔

"اس قدر اشتعال کی کیا بات ہے؟"

"احمق جو ہوں......" میں تلملا کر بولا۔ "مجھے تو اظہار محبت کے طور پر رقص کرنا چاہئے کہ تم نے میرے لئے پھانسی کا پھندا فراہم کر دیا ہے۔"

"ارے......" انکا نے مسکرا کر بڑی بے پروائی سے کہا۔ "تم اس واقعے سے برہم اور خوفزدہ ہو۔"

مجھے انکا کی بے پروائی اور اس کی یہ ادا اس وقت بے حد زہر لگی۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے وہ حالات سے بے خبر ہو میں نے دبی دبی آواز میں اسے اخبار میں شائع ہونے والی خبر سنا ڈالی۔ پوری کہانی

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سن لینے کے بعد انکا نے مجھے شوخ لہجے میں کس قدر ٹھنک کر مخاطب کیا۔

''جمیل صاحب......آپ میرا احسان ماننے کی بجائے مجھ پر خفا کیوں ہو رہے ہیں.... آپ بڑے احسان فراموش ہیں۔''

''جی......'' میں نے خون کا گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے کہا۔''احسان! آپ نے یہ احسان کیا کم کیا ہے کہ مجھ سے ایک بے گناہ کا قتل کرا دیا۔''

''نرگس اصفہانی۔'' انکا نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔''تم بھول رہے ہو...... تمہیں پُراسرار قوتوں پر یقین نہیں۔ کیا یہ میرے ہی پیدا کردہ حالات کا کرشمہ نہیں کہ نرگس خود تم سے آ کر ملی۔ اس نے تمہیں اپنی محبت کا یقین دلایا اور اب تمہاری خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دینے پر بھی آمادہ ہو گئی ہے۔ جمشید کا کانٹا بھی میری وجہ سے درمیان سے نکل گیا۔''

میں نے انکا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ اسے نرگس کی آمد اور ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا کیسے علم ہو گیا جبکہ وہ خراٹے لے کر سو رہی تھی۔

''جمیل... تم بمبئی چل رہے ہو نا۔''

''ہاں......'' میں نے اپنے خیالات سے چونکتے ہوئے کہا۔

''بمبئی واقعی حسین جگہ ہے۔'' انکا خوشی سے اچھلتے ہوئے بولی۔''وہاں ہم دونوں کی آسائش کے بہتر مواقع موجود ہیں۔ اب تمہیں بڑا آدمی بننا پڑے گا۔ سیٹھ جمیل۔''

☆============☆============☆

بمبئی آئے مجھے دس روز ہو چکے تھے۔ کسی نئے شہر میں کسی نووارد کو جو دشواریاں پیش آتی ہیں' ان کا خیال مجھے بھی لاحق تھا۔ روانگی کے وقت میرے پاس کل دو ہزار اور کچھ روپے تھے۔ چنانچہ بمبئی کے اسٹیشن سے اتر کر میں نے ٹیکسی پکڑی اور سیدھا تاج ہوٹل پہنچا جو شہر کا سب سے بڑا ہوٹل تصور کیا جاتا ہے۔ تین روز تک میں نے تاج میں قیام کیا۔ چوتھے روز انکا کے مشورے پر پونا گیا جو ہندوستان میں ریس کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ میرے پاس اس وقت بمشکل سات آٹھ سو روپے تھے۔ ظاہری رکھ رکھاؤ اور ٹھاٹ باٹ کی خاطر میں نے تین روز کے اندر بارہ تیرہ سو روپے پانی کی طرح بہا دیے تھے۔ مجھے قوی امید تھی کہ جب تک انکا کا وجود میرے سر پر موجود ہے' مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ چنانچہ پونا پہنچ کر میں نے ریس کے اندر ایک دن میں ہزاروں بنا لئے۔ انکا کے بتائے ہوئے گھوڑوں نے مجھے ایک ہی دن میں مال دار بنا دیا۔ ریس ختم ہوئی تو میں واپس بمبئی آ گیا۔ وہ رات میں نے تاج میں ہی گزاری۔ دوسرے دن انکا نے مجھے مشورہ دیا کہ اب مجھے اپنے لئے کسی خوب صورت بنگلے کا بندوبست کر لینا چاہئے۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ انکا کا یہ مشورہ میری خواہشات کے عین مطابق تھا۔ میں

نے دو چار دلالوں سے رابطہ کیا اور اسی روز باندرہ کے علاقے میں ایک خوب صورت بنگلے کا سودا کر کے اس کے دام چکا دیے اور اگلے دن نئے بنگلے میں منتقل ہو گیا۔

ایک مہینے کے اندر اندر میرے پاس انکا کے دیے ہوئے مشوروں سے اتنی دولت آ گئی کہ میں نے اپنے لئے ایک چھوٹی سی کار بھی خرید لی۔ خدمت کے لئے دو ملازم بھی رکھ لئے اور بنگلے کو اچھے ساز و سامان سے بھی آراستہ کر ڈالا۔ اب میں یقیناً جمیل احمد خان سے آسودہ حال سیٹھ جمیل بن چکا تھا۔ ریس کے علاوہ میں نے سٹہ کھیلنا بھی شروع کر دیا۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں جا کر جوا کھیلنا تو میرا محبوب مشغلہ بن گیا۔ غرض یہ کہ میں جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتا تھا' قسمت کے وارے نیارے ہو جاتے تھے۔ کچھ دن کے اندر اندر میرا بینک بیلنس ایک لاکھ تک جا پہنچا لیکن یہ ساری رقم میں نے بینک میں نہیں رکھی۔ انکا کے مشورے پر میں نے متعدد بینکوں میں اکاؤنٹ کھول لیے تھے۔ جتنے روپے میری جیب میں آنے جاتے تھے میری ہوس بڑھتی جا رہی تھی۔ میں بہت جلد امیر و کبیر آدمی بننا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اب انکا کی خوشامد کچھ زیادہ کر دی تھی۔ عجیب بات تھی کہ جس قدر میری خوشامد بڑھتی' انکا کی شوخی اور بے اعتنائیوں کا سلسلہ بڑھتا۔ وہ مجھے ریس کے گھوڑوں کا بتانے میں پھر بخل کرنے لگی۔ اب تک میں نے جو رقم حاصل کی تھی' اس سے میرے دن بدل گئے تھے۔ میں اپنے تمام چھپے ہوئے شوق پورے کر رہا تھا۔ روپے کی بے تحاشا آمد سے میری حالت دیوانوں کی سی ہو گئی تھی۔ مجھے اب ہر دن نیا دن اور ہر رات نئی رات معلوم ہوتی۔ میں نت نئی چیزیں خریدتا اور انوکھے شوق پورے کرتا۔ مجھ میں خود نمائی بھی بے حد آ گئی تھی۔ میری ہر رات عیش و نشاط کے ماحول میں بسر ہوتی۔ حسین لڑکیاں میرے قریب آنے لگیں اور میری راتوں نے مجھے زندگی کے ایک نئے تصور سے آشنا کیا۔ اب میں تھا اور سرمستیاں تھیں' میں تھا اور لذتیں تھیں۔

کچھ دنوں کے بعد انکا کے مشورے پر میں نے اپنا امپورٹ اور ایکسپورٹ کا ذاتی دفتر بھی قائم کر لیا تھا جہاں میرے دس بارہ ملازم ہر وقت چاق و چوبند رہتے۔ کاروبار کی آڑ میں نے محض اس لئے لی تھی کہ کسی کو مجھ پر شبہ نہ ہو سکے ورنہ ذاتی طور پر مجھے اس کاروبار سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کا سارا کام ایک ایماندار منیجر کرتا تھا۔ مجھے اپنے دوسرے مشاغل سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ میں دفتر جا کر فائلوں میں اپنا سر کھپاتا۔

نئے ہنگاموں میں الجھ کر میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ میں ایک قتل بھی کر چکا ہوں۔ اگر مجھے اب کسی کی فکر تھی تو وہ نرگس اصفہانی کی ذات تھی۔ بمبئی پہنچ کر میں نے اسے اپنے پتے سے آگاہ کر دیا تھا۔ میرے آنے کے دس روز بعد مجھے نرگس کی طرف سے دو خطوط مل چکے تھے۔ ان دونوں خطوط میں اس نے اپنا دل نکال کر رکھ دیا تھا اور مجھے یقین دلایا تھا کہ کچھ دنوں میں وہ میرے پاس بمبئی آ جائے گی۔ ایک بار میں نے فون پر نرگس سے گفتگو بھی کی۔ وہ میرے کاروبار کی ترقی کا سن کر بہت زیادہ مسرور ہوئی۔ جمشید

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کے سلسلے میں اس نے یہی بتایا تھا کہ پولیس ابھی تک پُراسرار قاتل کو تلاش نہیں کر سکی اور نہ ہی اس کے امکانات پائے جاتے ہیں۔ یہ خبر سن کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

بمبئی جسے ہندوستان کا پیرس کہا جاتا ہے' میری ہنگامہ خیز زندگی کے لئے انتہائی موزوں جگہ تھی۔ انکا کے پُراسرار وجود نے مجھے جلد ہی فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا تھا۔ میرے تمام جذبے مر چکے تھے۔ ہاں مجھے نرگس یاد آتی تھی اور بہت یاد آتی تھی۔ بہت سی لڑکیوں کی موجودگی کے باوجود بھی میں نرگس کے حسین خیالوں کو دل سے نہ نکال سکا۔ اب صرف ایک ہی ارمان باقی رہ گیا تھا کہ نرگس کو حاصل کیا جائے۔

بہت تھوڑے عرصے میں' میں سیٹھ جمیل بن چکا تھا اور عیش و عشرت میں زندگی گزار رہا تھا۔ بمبئی کے بڑے بڑے سیٹھ میرے بہترین دوست بن چکے تھے۔ اعلیٰ افسران سے شناسائی پیدا ہو چلی تھی۔ فلمی دنیا کے بے شمار فنکار بھی میرے شناسا ہو گئے تھے۔ میں رفتہ رفتہ بااثر آدمی بنتا جا رہا تھا۔

دن یونہی گزرتے رہے۔ نرگس اصفہانی اور میرے درمیان خط و کتابت بدستور جاری تھی لیکن ابھی تک اس نے اپنے آنے کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں لکھی تھی۔ نرگس اصفہانی کے خطوط مجھے ہیجان میں مبتلا کر دیتے حالانکہ اب اس کی مجھے اتنی زیادہ فکر نہیں ہونی چاہئے تھی کیونکہ ہر روز ایک نئی نرگس اصفہانی' میرے اشاروں کی منتظر رہتی تھی۔

اس روز بھی جب شام کو میں چوپاٹی کی سیر کر کے واپس آ رہا تھا تو کملا نامی ایک مراہٹی لڑکی میرے ہمراہ تھی وہ بڑی خوب صورت اور ٹھوس جسم کی مالک تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی معصومیت تھی۔ میں گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اتنی آسانی سے وہ میرے قبضے میں آ جائے گی۔ وہ بمبئی کی حسین و جمیل لڑکیوں میں سے ایک تھی لیکن جب میں نے اسے اپنی طرف راغب کرنے کے لئے دو چار آزمائے ہوئے گُر استعمال کئے تو وہ پکے ہوئے آم کی طرح میری جھولی میں آ گری اور اب میں اسے اپنے ساتھ لئے اپنے بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں' میں نے کملا کو بیش قیمت تحائف خرید کر زیر بار احسان کر دیا تھا۔ جب کملا نے مجھ سے بازار میں گاڑی روکنے کو کہا تو میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی کھاتے پیتے گھرانے کی شوقین مزاج لڑکی ہے جسے تحفے تحائف کا زیادہ شوق ہے۔ میں نے گاڑی ایک طرف کھڑی کی اور کملا کے ساتھ لئے ایک دکان میں داخل ہو گیا۔

''جمیل...... تم جانتے ہو کہ یہ لڑکی کون ہے؟'' اسی وقت انکا نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

مجھے معلوم تھا کہ انکا کی آواز میرے سوا کوئی دوسرا نہیں سن سکتا لیکن جواب دینے کی صورت میں میری آواز کملا کے کانوں تک ضرور پہنچ جاتی۔ میں نے انکا کی بات کا کوئی جواب دینے کے بجائے ہاتھ کے اشارے سے اس پر اپنا مفہوم ظاہر کر دیا کہ میں اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

''میں بتاتی ہوں...... تم ذرا ہوشیار رہنا' یہ بڑی چالاک اور خطرناک لڑکی ہے۔'' انکا مجھے اس کے بارے میں بتانے لگی۔ ''اس کے باپ کا نام لالہ موتی رام ہے...... تم نے اس کا نام ضرور سنا ہوگا۔ کملا اسی کی لڑکی ہے جو بے جا لاڈ پیار اور آزادی سے بگڑ گئی ہے۔ اس کا باپ بہت بڑے سرکاری عہدے پر فائز رہ چکا ہے۔ اب تقریباً معذور ہے' شراب پیتا ہے اور مطالعہ کرتا ہے۔ کملا کا باپ زندگی بھر آوارہ گردی کرتا رہا ہے۔ اصل میں کملا اس کی ناجائز لڑکی ہے۔ موتی رام اپنے خاندان میں اس راز کے افشا ہونے کے ڈر سے کملا کو منہ مانگی رقمیں دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کملا اپنے باپ سے علیحدہ رہتی ہے۔''

انکا مجھے کملا کے بارے میں بڑی تفصیل سے بتا رہی تھی۔ میں اس کی باتیں بھی سنتا جا رہا تھا اور کملا کو تحفے تحائف سے لاد رہا تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر کملا نے کوئی دو ہزار کی رقم مجھ سے خرچ کرا دی تھی لیکن مجھے اس رقم کے جانے کا کوئی ملال نہ تھا۔ اس سے بڑی بڑی رقمیں تو میں یونہی گنوا چکا تھا۔

کملا کو ساتھ لئے میں اپنے بنگلے پر پہنچا تو اتفاق سے اس وقت میرا کوئی ملاقاتی وہاں موجود نہ تھا۔ میں نے کملا کو اپنی خواب گاہ میں پہنچا دیا پھر باہر آ کر اپنے خاص ملازم کو ہدایت کر دی کہ اگر کوئی مجھ سے ملنے آئے تو اسے ٹال دیا جائے۔ ملازم کو ضروری ہدایات دے کر میں کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے اپنے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ کپڑے تبدیل کر کے میں خوابگاہ کی طرف جا رہا تھا کہ انکا نے مجھے روک کر کہا۔

''جمیل ایک اچھی خبر سنو گے۔''

''کیا......'' میں نے آہستہ سے پوچھا۔

''تمہاری نرگس اصفہانی دو چار دن کے اندر تمہارے پاس آ جائے گی۔''

''اچھا...... مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟'' میں نے تعجب سے سوال کیا۔

انکا جو میرے سر پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی' مسکرا کر بولی۔ ''افوہ...... تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میں پُراسرار قوت کی مالک ہوں۔ دنیا کی کوئی چیز خواہ وہ مجھ سے ہزاروں میل دور ہی کیوں نہ ہو' میری نظروں سے دور نہیں رہتی۔''

''تم واقعی بہت گریٹ ہو مائی ڈیئر سویٹ انکا۔'' میں نے موڈ میں آ کر جواب دیا۔ انکا سے اب میں بہت بے تکلف ہو گیا تھا۔

''جمیل ایک بات پوچھوں۔'' انکا نے میرے بالوں میں اپنی نرم نرم انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے ہونٹوں پر ایک شوخ مسکراہٹ پھیل رہی ہے۔

''جو کچھ پوچھنا ہے ذرا جلدی پوچھ لو...... تمہیں معلوم ہے کہ کملا میرا انتظار کر رہی ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

انکا نے میرے سر پر چپت لگائی پھر کہنیوں کے بل آگے جھک کر بڑی رازداری سے پوچھا۔ ''تم میری موجودگی میں جو کچھ کرتے ہو اس پر تمہیں شرم نہیں آتی؟''

''ابھی نہیں...... پھر کبھی سوچ کر جواب دوں گا۔'' میں نے انکا کو ٹالنے کی خاطر مذاق سے کہا۔

''کملا واقعی بڑی صحت مند لڑکی ہے۔ بھرے بھرے جسم کی مالک...... تندرست وتوانا...... سرخ سرخ گال ہیں اس کے۔'' انکا نے کہنا شروع کیا۔

''تو وہ آپ کو بھی پسند ہے انکا دیوی!'' میں مسکرا کر بولا۔

''ہاں...... وہ مجھے تمہارے پاس آنے والی لڑکیوں میں سب سے زیادہ پسند آئی ہے۔ وہ سرخ ہی سرخ ہے۔ اس کے اندر تازہ خون ہے۔ گرم کھولتا ہوا خون جس نے اس کے جسم کو جوالا مکھی بنا دیا ہے...... بہرحال تم جاؤ۔ وہ تمہاری منتظر ہے۔''

''ہشت......'' میں نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ اسے چھیڑتے ہوئے کہا پھر اپنی خواب گاہ کی سمت چلا گیا۔ کمرے میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ کملا بڑی بے تکلفی سے گول میز کے ساتھ ایک صوفے پر نیم دراز باقاعدہ آب سرور سے چھیڑ خانی میں مصروف ہے۔ میری جگہ اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو شاید اسے کملا کی یہ بات ناگوار گزرتی لیکن مجھے اس وقت اس کی یہ ادا بہت بھائی۔ ایسی لڑکیاں مجھے پسند تھیں جن کے ہاں کوئی تصنع نہ ہو۔ چنانچہ میں بھی مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور کملا کے پہلو میں بیٹھ کر مے نوشی میں مصروف ہو گیا۔ انکا بدستور اپنی کہنیوں پر چہرہ ٹکائے میرے سر پر اوندھی لیٹی اپنے پاؤں آگے پیچھے ہلا رہی تھی۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کملا کو دیکھ کر بری طرح مضطرب ہے لیکن مجھے اس وقت کچھ ہوش نہ تھا۔ کملا کے حسین اور گداز قرب نے آج مجھے عام دنوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی مدہوش کر دیا تھا۔

وقت کی رفتار کے ساتھ میرا جوش اور سرور بڑھتا رہا۔ کملا ہر اعتبار سے ایک ماڈرن لڑکی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے میں گم تھے اور رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ کملا میرے ساتھ بہت کھل گئی اتنا کہ اس نے اپنی بے تکلف سہیلیوں کو بھی مجھ سے متعارف کرانے کا وعدہ کر لیا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کملا یورپ کی بگڑی ہوئی لڑکیوں سے بھی کسی قدر آگے ہے۔ مجھے یورپین لڑکیوں سے ملنے کا اتفاق ہو چکا تھا اس لئے میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ مجھے خوشی تھی کہ کملا کے ذریعے حسین لڑکیوں کے جھرمٹ سے میرا تعارف ہو گا۔ یقیناً اس کا حلقہ بڑا وسیع ہو گا لیکن میری یہ خوشی زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ میں نے محسوس کیا کہ انکا جو میرے سر پہ چپت لیٹی کسی گہری سوچ میں غرق تھی اچانک ہڑبڑا کر اٹھی۔ رینگتی ہوئی میرے کان کے قریب آئی اور بڑی سنجیدگی سے بولی۔

''جمیل...... رات کے دو بج رہے ہیں۔''

''ہوں......'' میں نے مختصر جواب دیا۔

''بہت ہو چکا......'' انکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ ''اب اٹھو اور کملا کو چل کر دوبارہ چوپاٹی چھوڑ آؤ۔''

انکا نے یہ بات مجھ سے کچھ ایسی سنجیدگی سے کہی کہ میں سوچ میں پڑ گیا۔ آج سے پہلے اس نے مجھے ان معاملات میں کبھی نہیں ٹوکا تھا۔ پھر آج اس نے ایسا کیوں کیا؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ مجھے کسی پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر رہی ہے؟ وہ خطرہ کیا ہو سکتا ہے؟

ابھی یہ سوالات میرے ذہن میں چکرا ہی رہے تھے کہ انکا نے دوبارہ کہا۔ ''جمیل...... کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟''

انکا کے جواب میں' میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر یہ فیصلہ کر کے کہ انکا مجھ سے جو کچھ کہہ رہی ہے اس میں یقیناً میری بھلائی کا کوئی پہلو ہو گا' میں نے کملا کو خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔ ''اٹھو کملی...... میں تمہیں چھوڑ آؤں۔''

''اوں ہونہہ......'' کملا نے ایک طویل انگڑائی لی پھر اپنی مخمور نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ ''ابھی تو صرف دو بجے ہیں۔ ڈیئر...... صبح ہونے میں بہت دیر باقی ہے۔''

''ہاں ہاں...... لیکن مجھے اچانک یاد آ گیا کہ مجھے ساڑھے تین بجے ایک دوست کو ریسیو کرنے کے لئے ائیرپورٹ جانا ہے۔'' میں نے بہانہ بنایا۔ حالانکہ یہ بات میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھی کہ رات کے ساڑھے تین بجے کوئی فلائٹ آتی بھی ہے یا نہیں۔

''دوست تمہیں مجھ سے زیادہ عزیز ہے۔'' کملا نے وارفتگی سے کسمساتے ہوئے کہا۔

''بہت ضروری بات ہے کملی۔ اگر بات صرف دوستی کی ہوتی تو میں ٹال جاتا لیکن وہ میرا عزیز دار بھی ہے اور ایک دو روز وہ قیام بھی میرے ساتھ کرے گا۔''

''تم شاید اکتا گئے ہو۔'' کملا اٹھلا کر بولی۔

''کیسی بات کرتی ہو کملی۔ تم سے کون کمبخت اکتا سکتا ہے۔''

''چلو پھر......'' کملا نے بجھتے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

میں خاموشی سے اٹھ کر ڈریسنگ روم میں آیا اور کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ معاً میں نے محسوس کیا کہ جیسے انکا میرے سر پر ٹہل ٹہل کر کچھ سوچ رہی ہے۔ مجھے محسوس ہوا جیسے اس کے حسین چہرے پر اس وقت گہری سنجیدگی مسلط ہو۔ کبھی کبھی وہ رک کر ایک ہاتھ کی مٹھی بنا کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتی پھر دوبارہ ٹہلنے لگ جاتی۔ ایک دو بار میں نے یہ بھی محسوس کیا جیسے وہ کسی اندرونی تکلیف میں مبتلا ہو۔ آج سے قبل میں نے انکا کو کبھی اس قدر مضطرب نہیں محسوس کیا تھا۔ چنانچہ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد میں نے اسے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بڑی سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے انکا...... تم کچھ بے چین نظر آ رہی ہو......؟"

"ہاں جمیل۔ وقت ضائع مت کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے کملا کو چوپاٹی تک لے چلو۔" انکا کے لہجے سے بے چینی اور بے تابی مترشح تھی۔

"کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں......" انکا نے تلملا کر کہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میری سست روی پر بری طرح پیچ و تاب کھا رہی ہے پھر بھی میں نے اپنے بڑھتے ہوئے تجسس کی خاطر پوچھا۔

"انکا...... کیا تم کملا کے سلسلے میں کسی خطرے کی بو سونگھ رہی ہو؟"

"جمیل......" اس بار انکا نے غصیلی آواز میں صرف میرا نام ہی لیا تھا۔

"اچھا بابا...... چل رہا ہوں۔ غصہ کیوں کرتی ہو۔"

میں نے جلدی سے کہا اور قدم بڑھاتا اپنی خواب گاہ میں آ گیا جہاں کملا بھی اپنا لباس پہن چکی تھی۔ اس کے چہرے سے ابھی تک خمار ٹپک رہا تھا۔ اگر مجھے انکا کا خیال نہ ہوتا تو میں کسی قیمت پر بھی اس وقت کملا کے حسین پیکر کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے بارے میں مطلق نہ سوچتا لیکن انکا کا حکم آخر تھا۔ اس سے سرتابی کی مجال ممکن نہ تھی۔ سب کچھ انکا کی بدولت تھا۔ وہ میری محسن اور بہی خواہ تھی اس لئے میں نے اپنے دل پر جبر کیا اور کملا کو لے کر باہر آ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میری گاڑی چوپاٹی کی طرف فراٹے بھر رہی تھی۔

جس وقت میں چوپاٹی پہنچا اس وقت رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ ہر طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا اور اس سناٹے میں سمندر کی موجوں کی شائیں شائیں شراپ شراپ کرتی ہوئی آوازیں بڑی پُر ہول محسوس ہو رہی تھیں۔ میں کار کو لئے ساحل کے بالکل قریب چلا گیا۔ پھر میں نے ریت کے ایک ٹیلے کی آڑ میں گاڑی روک دی۔ یہ سب کچھ میں نے انکا کی ہدایت پر کیا تھا۔ گاڑی روک کر جب میں نے کملا سے نیچے اترنے کو کہا تو وہ چونک کر بولی۔ "یہ تم مجھے چوپاٹی کیوں لے آئے ڈیئر؟"

قبل اس کے کہ میں کملا کی بات کا کوئی جواب دیتا انکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ "جمیل تم کملا کو لے کر ساحل کے ساتھ ساتھ کچھ دور اور آگے نکل چلو۔"

انکا کی یہ ہدایت مجھ کو کچھ عجیب لگی لیکن میں کملا کی موجودگی میں اس سے اس کی وجہ دریافت نہ کر سکا [illegible] بے [illegible] سے کملا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔

"ارے یہ تم کہاں جا رہے ہو؟" کملا نے میرے بازو میں کسمساتے ہوئے کہا۔

"کیوں......" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ میرا ذہن بدستور انکا میں الجھا ہوا تھا جو ہنوز میرے

پر ادھر ادھر ٹہلنے میں مصروف تھی۔

"اگر تمہیں رات کا باقی حصہ یہاں آ کر گزارنا تھا تو پہلے ہی کہہ دیتے...... مفت میں اچھا خاصا موڈ خراب کر دیا۔"

"تفریح کے لیے یہ جگہ مجھے زیادہ اچھی لگتی ہے۔" میں نے بات بنائی۔

"کسی دن اگر دھر لیے گئے تو ساری تفریح دھری رہ جائے گی۔" کملا بولی۔ "پولیس کے سادہ لباس والے یہاں شکاری کتوں کی طرح گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں اور موقع ملتے ہی آوارہ لوگوں کو دبوچ لیتے ہیں۔ جانتے ہو پھر کیا ہوتا ہے۔ سو دو سو کا نقصان یا پھر رات بھر جیل کی ہوا کھانی پڑتی ہے۔"

"تمہارے لئے میں دس بیس ہزار بھی خرچ کر سکتا ہوں۔"

"سچ مائی ڈیئر۔" کملا نے بڑے رومانی انداز میں سوال کیا۔

کملا سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا ہوا میں کار سے تقریباً دو فرلانگ آگے نکل آیا تھا میں جب بھی رکنے کی کوشش کرتا انکا مجھے اور آگے چلنے کو کہہ دیتی۔ پھر جب ہم ایک ویران اور قدرے تاریک حصے سے گزر رہے تھے تو انکا اچانک مجھے رکنے کو کہا اور بولی۔

"جمیل...... تمہیں معلوم ہے مجھے خون کی ضرورت پڑتی ہے۔ خون میری غذا ہے اور مجھے آج بھوک لگ رہی ہے۔ تم کملا کو مار کر میرے لئے غذا فراہم کرو گے۔"

انکا کی بات سن کر میں یوں اچھل پڑا جیسے میرا پاؤں بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ میرا ذہن قلابازیاں کھانے لگا۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی تھی کہ انکا کیوں بے چین تھی اور کیوں اس نے مجھے کملا کو چوپاٹی تک لانے کی ضد کی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ میری نظروں کے سامنے وہ منظر گھوم گیا جب میں نے انکا کے اکسانے پر نرگس اصفہانی کے منگیتر جمشید کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور پھر اگلے دن اخبار میں شائع ہونے والی تفصیل پڑھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں ابھی اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو بھی نہ پا سکا تھا کہ انکا نے کہا۔

"جمیل جلدی کرو...... کملا کا خون میرے لئے مہینے بھر کے لئے بہت کافی ہوگا۔ یقین کرو میں مہینے بھر تک تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔ یہ جگہ بھی بالکل ویران اور سنسان ہے اس لئے تم کملا کو بہ آسانی ٹھکانے لگا سکتے ہو۔"

"کیا تم کل تک مجھے سوچنے کا موقع نہیں دے سکتیں۔" یہ جملہ میں اضطرابی کیفیت میں کہہ گیا تھا۔

[illegible] نے سنا تو حیرت سے میری شکل دیکھ کر بولی۔

"کس بات کو سوچنے کے لئے تمہیں کل تک مہلت درکار ہے؟"

"کچھ...... کچھ نہیں۔" میں بری طرح گڑبڑا گیا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"جمیل۔ کیا تم میرا حکم نہیں مانو گے۔" انکا کے لب و لہجے میں اس بار ایسی خوفناک غراہٹ تھی جیسے کوئی خونخوار بلی اپنے کمزور حریف کو دیکھ کر حلق سے نکالتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا اپنے باریک باریک پنجے میرے سر میں چبھو رہی ہو۔ یہ چبھن ہر لحظہ شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔

معاً میری کیفیت ایسی ہوگئی جیسے کسی غیر مرئی قوت نے مجھے بے خود و بے ارادہ کر دیا ہو۔ میرے سوچنے سمجھنے کی قوت ماؤف ہوتی چلی گئی۔ میں کسی معمول کی طرح مشینی انداز میں گھوما اور کملا کو خطرناک نظروں سے گھورنے لگا۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی جملے کی تکرار ہو رہی تھی۔

"جمیل۔ کملا کو مار ڈالو۔ مار ڈالو..... کملا کو مار ڈالو۔"

"یہ تم میری طرف اس طرح گھور گھور کر کیا دیکھ رہے ہو؟"

میں نے کملا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے سر میں نکیلے پنجوں کی چبھن انتہائی شدید ہوتی جا رہی تھی پھر یکلخت مجھ پر جنونی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں نے جھپٹ کر کملا کی گردن کو پوری قوت سے اپنے آہنی پنجوں میں دبوچ لیا اور انگلیوں کے حلقے کو تنگ کرتا چلا گیا۔ کملا کا جسم ماہی بے آب کی طرح میرے شکنجے میں تڑپ رہا تھا۔ اس کے حلق سے خرخراہٹ کی اکھڑی اکھڑی آوازیں خارج ہو رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں خوف، دہشت اور تکلیف کی شدت کے باعث حلقوں سے باہر ابلی پڑی تھیں۔ یکلخت کملا کا جسم دو چار شدید جھٹکے لے کر میرے ہاتھوں میں جھولنے لگا۔

"سنو جمیل۔ تم اس کو ایسی ٹھوکر مارو کہ خون نکل آئے۔ میں اس مرتبہ کوئی نشان چھوڑنا نہیں چاہتی۔"

میں نے انکا کی ہدایت پر زور سے کملا کے جسم کو زمین پر گرا کر ایک ٹھوکر ماری۔ خون کا فوارہ ابل پڑا۔ کملا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

میں دوبارہ ہوش میں آگیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ میں نے کملا کو مار ڈالا ہے' میں لرز اٹھا۔ بوکھلاہٹ میں، میں نے کملا کے بے جان جسم کو اسی طرح چھوڑ دیا اور خوفزدہ انداز میں کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

"جمیل۔ تم نے واقعی میرے لئے بڑا کام کیا ہے میں تمہاری احسان مند ہوں۔" انکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔

"خدا کے لئے تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔" میں بے بسی کے عالم میں بولا۔

"یہ ناممکن ہے جمیل۔ تم میرے ساتھ دوستی نبھانے کا عہد کر چکے ہو اور یہ دوستی اسی وقت ختم ہوگی جب میں چاہوں گی۔" انکا نے تیزی سے جواب دیا پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"اب تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کملا کو قتل کرنے کے جرم میں دھر لئے جاؤ۔"

"میرے خدا۔ میں کیا کروں۔" میں نے دل ہی دل میں کہا۔ ایک نظر ریت پر پڑی ہوئی بے جان کملا پر ڈالی پھر تیزی سے گھوم کر اپنی کار کی سمت دوڑنے لگا۔

چند ساعت پہلے تک چوپاٹی کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی خوابناک فضا اور ہوا کے خشک جھونکے مجھے اکسا رہے تھے اور میرے تشنہ جذبات کو گدگدا رہے تھے لیکن یہ سب کچھ میرے لئے اس قدر خوفناک ہوگیا کہ میں جلد از جلد وہاں سے بہت دور چلا جانا چاہتا تھا۔

انکا کے علاوہ خود کملا نے بھی مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ رات کے سناٹے میں سادہ لباس والے چوپاٹی کے علاقے میں شکاری کتوں کی طرح جرائم کی بو سونگھتے پھرتے ہیں اور پکڑے جانے کی صورت میں ملزم کو بھاری خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر میں کملا جیسی حسین اور گداز جسم والی عورت کے ساتھ داد عیش دیتا ہوا پکڑا جاتا تو پھر کوئی فکر نہ ہوتی۔ میں کملا کے جسم کے عوض پولیس کا منہ دولت کے انبار تلے بہ آسانی بند کر دیتا لیکن اس وقت میری حیثیت ایک قاتل کی تھی اور پکڑے جانے کی صورت میں مجھے یقین تھا کہ پھانسی کا پھندا میرا مقدر بن جاتا چنانچہ میں بدحواسی کے عالم میں بھاگتا جا رہا تھا۔

جس جگہ میں نے انکا کی ترغیب پر کملا کو ٹھکانے لگایا تھا وہاں سے کار تک فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا لیکن ڈر اور دہشت نے اس مختصر فاصلے کو بھی میرے لئے خاصا طویل بنا دیا تھا۔ ہر لمحے مجھے یہی گمان ہوتا تھا کہ اچانک تاریکی میں سے بے شمار قانون کے نگہبان نمودار ہوں گے اور مجھے اپنے شکنجے میں جکڑ لیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں کسی نہ کسی طرح ہانپتا کانپتا اپنی کار تک پہنچ ہی گیا گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے برق رفتاری سے واپسی کے لئے کھلی سڑک پر ڈال دیا۔

میرا ذہن اس وقت متضاد کیفیتوں سے دوچار تھا۔ کبھی مجھے کملا کا خیال آتا جو بالکل بے گناہ تھی۔ مرنے سے پیشتر آخری بار اس غریب نے مجھے جن نظروں سے دیکھا تھا ان میں جھلکنے والا اضطراب ابھی تک میرے اعصاب پر حاوی تھا۔ کبھی مجھے اپنی خوابگاہ میں کملا کی حسین مسکراہٹ یاد آجاتی۔ یکلخت میرا ذہن انکا کے بارے میں الجھ کر رہ گیا۔

انکا جس کے پُراسرار وجود نے ابھی مجھ سے کملا کو موت کے گھاٹ اتروایا تھا اور پھر جب میں یہ سوچتا کہ انکا اس وقت بڑے آرام سے چوپاٹی پر کملا کی لاش سے خون کا ایک ایک قطرہ اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے چوس رہی ہوگی تو میرا ایک ایک رواں دہشت سے کانپ اٹھتا۔

گھر پہنچ کر میں نے اپنی کار کو گیراج میں بند کیا پھر بھاگتا ہوا اندر داخل ہوگیا جہاں میرا خاص ملازم میرے انتظار میں بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ میرے قدموں کی آواز سن کر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ تیزی سے ڈریسنگ روم میں جا کر کپڑے تبدیل کئے پھر خوابگاہ میں جا کر بستر پر گر گیا اور لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ حالانکہ میں موقع واردات سے فرار ہو کر اپنے گھر پہنچ چکا تھا اور مجھے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

یقین تھا کہ کسی کو مجھ پر شبہ بھی نہیں ہوا تھا پھر بھی میری حالت ابتر ہو رہی تھی۔

خاصی دیر تک میں بستر پر پڑا اپنی اکھڑی ہوئی سانسوں پر قابو پاتا رہا پھر کسی خیال سے اٹھ بیٹھا اور باہر آ کر ملازم سے دریافت کیا۔ ”میری غیر موجودگی میں کوئی یہاں آیا تو نہ تھا؟“

”جی نہیں۔ جناب!“

”کوئی فون وغیرہ؟“

”کوئی فون بھی نہیں آیا تھا۔“ ملازم نے دبی زبان میں کہا پھر میرے چہرے سے میری دلی کیفیات کا اندازہ لگاتے ہوئے بولا۔ ”جناب...... آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ تم جا کر سو رہو۔“ میں نے تیزی سے ملازم کو جواب دیا۔ ملازم جانے کے لئے پلٹا تو میں نے اسے دوبارہ روکتے ہوئے کہا۔ ”سنو...... آج جو عورت یہاں آئی تھی کیا تم اس سے واقف ہو؟“

”میں۔“ ملازم میرے سوال کی نوعیت نہ سمجھ سکا اس لئے گڑبڑا کر بولا۔ ”قسم لے لیجئے جناب جو میں کبھی ان چکروں میں پڑا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ اگر کوئی تم سے اس عورت کے بارے میں دریافت کرے تو تم یہی کہنا کہ تم اس سے قطعی ناواقف ہو۔“ میں روانی میں کہہ گیا پھر اپنی غلطی کا احساس ہوا تو بات بنا کر بولا۔ ”ہو سکتا ہے کہ کبھی کوئی تم سے اس عورت کے یہاں آنے کے بارے میں دریافت کرے تو تم انکار کر دینا۔“

”آپ فکر نہ کریں جناب۔ اس بار میرے ملازم نے اپنے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بڑی رازداری سے کہا۔ ”آپ سے پہلے میں بمبئی کے اور کئی سیٹھوں کے ہاں ملازمت کر چکا ہوں۔ مالک کا راز میرا اپنا راز ہوتا ہے۔“

اگر کوئی اور موقع ہوتا تو ممکن تھا میں ملازم کی اس بے تکلفی پر برہم ہو کر اسی وقت اسے برطرف کر دیتا لیکن یہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا اس لئے میں نے ملازم کو محض گھورنے پر اکتفا کیا اور پیچ و تاب کھاتا دوبارہ اپنی خواب گاہ میں آ کر بستر پر دراز ہو گیا۔

انکا کا پُراسرار وجود اس وقت میرے سر پر موجود نہیں تھا مگر میرا ذہن اسی کے بارے میں الجھ رہا تھا۔ مجھے اس بات کا بھی احساس تھا کہ انکا کی پُراسرار قوت ہی نے مجھے فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچایا ہے لیکن میں اس وقت بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ کس طرح انکا سے گلوخلاصی کر لی جائے۔ میرے پاس اب انکا کا دیا بہت کچھ موجود تھا۔ اس لئے اگر میں اس سے چھٹکارا حاصل کر لیتا تو بھی عیش آرام سے زندگی بسر کر سکتا تھا مگر میں یہ بھی جانتا تھا کہ انکا کے دائرہ اختیار سے نکلنا میرے اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ جمشید کو مار کر فرار ہوتے وقت بھی میں نے انکا سے خدا کے نام پر یہی درخواست کی تھی کہ وہ

مجھے چھوڑ دے اور اپنے لئے کسی اور شخص کو منتخب کر لے لیکن اس نے یہی جواب دیا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے میرے سر پر وارد ہوئی ہے اس لئے جب تک چاہے گی اپنا تسلط برقرار رکھے گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے مجھ سے نمایاں طور پر یہ بھی کہا تھا کہ اگر کبھی میں نے اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی تو مجھے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

میں تمام رات اسی کرب اور بے چینی کی حالت سے دوچار اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ نیند کا غلبہ کس وقت میرے اوپر طاری ہوا، مجھے کچھ یاد نہیں بہرحال اتنا ضرور یاد ہے کہ دوبارہ میں دروازے پر ہونے والی دستک کی آواز سن کر ہی ہڑبڑا کر اٹھا تھا پھر وقت کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب میری نظر دیوار گیر کلاک پر پڑی جو صبح کے نو بجا رہا تھا۔

رات کے سارے واقعات میرے بیدار ہوتے ہی میرے ذہن میں تازہ ہو گئے تھے اس لئے جب دوبارہ دروازے پر دستک ہوئی تو میں سہم کر اٹھ بیٹھا اور سوچنے لگا کہیں باہر پولیس کے کارندے تو مجھے گرفتار کرنے کے لئے موجود نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو کیا ہوگا......؟ کیا میں کملا کے قتل کے الزام سے بچ سکوں گا؟ کیا میں قانون کے نگہبانوں کو یہ یقین دلا سکوں گا کہ کملا اور جمشید کا قاتل میں نہیں بلکہ انکا کی پُراسرار ذات ہے جو ہر وقت میرے سر پر مسلط رہتی ہے؟ کیا قانون انکا کے پُراسرار وجود پر ایمان لے آئے گا؟ کیا اس سائنسی دور میں لوگ اس عجیب و ناقابل توجیہہ واقعے پر یقین کر لیں گے؟ نہیں تو پھر کیا ہوگا۔ اسی قسم کے خدشات میرے دماغ کو منتشر کئے دے رہے تھے۔ جب تیسری بار کسی نے دروازے کو دھڑدھڑایا تو میری کیفیت اس وقت کسی ایسے چوہے سے مختلف نہ تھی جو پنجرے میں چاروں طرف پھنس جانے کے بعد سہم کر اپنے وجود میں دبک جانے کی کوشش کرتا ہے۔

آنے والے لمحات کے سنگین نتائج کو محسوس کر کے میں لرز اٹھا مگر میرے پاس اور کیا حل تھا۔ صرف یہی کہ میں خود کو حالات کے سپرد کر دوں۔ چنانچہ میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قدرے قابو پایا اور لرزتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھ کر چٹخنی گرا دی۔ دروازے پر میرا وہی خاص ملازم موجود تھا۔ مجھے اس کی نظروں میں ایک عجیب عیارانہ چمک محسوس ہو رہی تھی۔ آج مجھے اس کی نگاہیں بھی کچھ بدلی بدلی سی نظر آ رہی تھیں لیکن یہ سوچ کر کہ ممکن ہے گزرے ہوئے لمحات نے خود میری قوت فیصلہ کو بدل دیا ہو، میں نے اس کے چہرے سے نظر ہٹالی اور ڈریسنگ گاؤن کی بیلٹ کو باندھتے ہوئے پوچھا۔

”کہو...... کیا بات ہے؟“

”یہ...... اخبارات ہیں جناب۔“ اس نے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے اخبارات میری طرف بڑھا دیئے۔

”نامعقول۔ گدھے۔“ میں یکلخت ملازم پر چڑھ دوڑا۔ ”تم جانتے نہیں...... مجھے اخبارات سے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

پہلے چائے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"میں جانتا ہوں جناب، لیکن میں نے سوچا کہ شاید آج آپ کو چائے سے پہلے اخبارات کی ضرورت ہوگی۔"

ملازم کا لہجہ اس درجہ چبھتا ہوا اور معنی خیز تھا کہ میں چونک اٹھا۔ ایک نظر میں نے اسے غور سے دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اخبارات لے لئے لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا تیرنے لگا۔ میرا سر گھوم گیا اور اخبارات میرے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑے۔ ملازم سے اخبارات لیتے ہی میری نظر سب سے پہلے جس سرخی پر پڑی وہ کملا کے قتل سے متعلق تھی۔ سرخی کے نیچے کملا کی لاش کی تصویر بھی تھی جسے دیکھ کر میرے حواس جاتے رہے۔ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ملازم نے کیوں چائے سے پیشتر مجھے اخبارات فراہم کرنے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ قبل اس کے کہ میں اپنے حواس مجتمع کرتا اور ملازم سے کچھ کہتا وہ خود ہی بول پڑا۔

"مجھے رات ہی شبہ ہوا تھا جناب کہ آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"گھبرائیے نہیں جناب......!" ملازم نے دبی زبان میں کہا۔ "مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رات آپ نے مجھ سے کیا کہا تھا۔ اطمینان رکھئے اگر پولیس والے یہاں تک پہنچ گئے تو میں یہی بیان دوں گا کہ کملا سے آپ کا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔"

میرا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ملازم کی بات کا کیا جواب دوں۔ چند لمحے تک خاموش کھڑا موقع کی نزاکت کو محسوس کرتا رہا پھر ملازم کو مخاطب کر کے بڑی صاف گوئی سے بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ تم نے اخبارات میں شائع ہوئی خبروں سے جو نتیجہ نکالا ہو وہ ٹھیک ہی ہو لیکن کیا تم اس کا کوئی ثبوت دے سکو گے۔"

"آپ کیسی بات کرتے ہیں جناب۔" ملازم نے جلدی سے کہا۔ "آپ کے خلاف ثبوت پیش کر کے میں نمک حرامی بھلا کیسے کر سکتا ہوں۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" میں نے ملازم کو جھلا کر گھورا تو وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"پریشان مت ہوں جناب۔ اول تو پولیس کو ابھی تک کملا دیوی کے قاتل کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم اور اگر خدانخواستہ اسے معلوم ہو بھی گیا تو آپ ان کے ہونٹوں پر دولت کی مہر لگا کر خاموش کر سکتے ہیں۔ بمبئی میں سب چلتا ہے سرکار......"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر ملازم کو اپنے اعتماد میں لیتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "اگر تم نے وفاداری کا ثبوت دیا تو میں تم کو خوش کر دوں گا۔"

"میں ہمیشہ وفادار رہوں گا جناب۔" ملازم نے خوش ہوتے ہوئے جواب دیا۔ پھر معنی خیز لہجے میں کہا۔ "ایسے معاملات میں پچیس پچاس ہزار روپے کی بھلا کیا حقیقت ہوتی ہے۔"

ملازم مجھے کیا باور کرانا چاہتا تھا میں اسے محسوس کر کے غصے سے سرخ ہو گیا۔ حالات کے پیش نظر دانشمندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں خاموشی سے اس کی مطلوبہ رقم دینے کا وعدہ کر لیتا لیکن جس انداز میں اس نے مجھ سے سودے بازی کرنا چاہی تھی اس سے میرا بدن شعلہ بن گیا۔ میں اپنی جلد بازی کے دور رس نتائج کو قطعی فراموش کر بیٹھا اور ملازم کو قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا گرج دار آواز میں بولا۔

"نمک حرام کمینے۔ دفع ہو جا اسی وقت! میں تجھے ایک دمڑی بھی نہیں دوں گا۔"

"جیسی آپ کی مرضی جناب۔" ملازم نے آنکھیں بدل کر جواب دیا۔

اس کی نظروں میں میرے لئے کھلا چیلنج موجود تھا۔ شانے اچکا کر وہ جانے کے لئے گھوما تو میرا غصہ اور بڑھ گیا۔

"حرامزادے۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ اگر تو نے میرے خلاف کوئی بیان دینے کی کوشش کی تو پچیس پچاس ہزار کی جگہ میں لاکھ دو لاکھ بھی خرچ کر دوں گا لیکن تجھے جیل میں سڑوا ڈالوں گا۔"

ملازم میری بات کا کوئی جواب دینے کے بجائے تیز تیز قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔

حالات نے جس تیزی سے اپنا رخ بدلا تھا اس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ملازم کے جانے کے بعد چند ثانیے تک میں ساکت و جامد کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا پھر میں نے اخبارات اٹھائے اور ان کا مطالعہ کرنے لگا۔ اخبارات نے کملا کے پُراسرار قتل کو ضرورت سے زیادہ اچھالنے کی کوشش کی تھی۔ شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق پولیس بڑی سرگرمی کے ساتھ قاتل کی تلاش میں تھی۔ کملا کے قتل کے سلسلے میں اخباری نمائندوں نے یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ اسے کسی عیاش طبع قاتل نے طے شدہ پروگرام کے تحت مارا ہے۔ پولیس نے اس ضمن میں کوئی رائے ظاہر نہیں کی تھی۔ واقعہ چونکہ رات کا تھا اس لئے یہ خبر صفحہ اول پر ہی شائع ہو سکی۔

اخبارات کا مطالعہ کرنے کے بعد میں بری طرح پریشان ہو کر ہاتھ پشت پر باندھے خواب گاہ میں ٹہل رہا تھا کہ معاً مجھے انکا کا خیال آ گیا جو میری ان تمام پریشانیوں کا موجب بنی تھی۔ انکا کا تصور ابھرتے ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے سر پر موجود ہے۔ دوبارہ وہ کب اور کس وقت میرے سر پر آن دھمکی تھی، مجھے اس کا کوئی علم نہ تھا لیکن اس وقت میں نے محسوس کیا کہ وہ سر پر بڑے آرام سے پاؤں پسارے سو رہی ہے۔ میں نے اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ محسوس کی۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ انکا صرف محسوس کیے جانے والا کوئی پُراسرار وجود تھا۔ ذہن نے اس کی ایک شبیہہ بنالی تھی۔ کبھی مجھے وہ بھیانک اور خوفناک نظر آتی کبھی کسی نازک اندام حسین و جمیل دوشیزہ کے روپ میں۔ بہر حال یہ بات

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

لگتی تھی کہ وہ کوئی بہت حسین قسم کی عورت تھی۔ اس وقت اس کے چہرے کی رنگت نکھری نکھری سی لگ رہی تھی غالباً کملا کا خون پی لینے کے بعد اس کے حیرت انگیز وجود کو بھرپور تقویت حاصل ہو چکی تھی۔ میں نے عالم تصور میں انکا کو محو خواب پایا تو اور مشتعل ہو گیا۔ مجھے اس کے وجود سے شدید نفرت ہو رہی تھی۔ جس نے مجھے قاتلوں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا' خود بے فکری اور بے خبری کے عالم میں آرام و سکون کی نیند سو رہی تھی۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو انکا کے سارے احسانات فراموش کر کے اسے مار ڈالتا لیکن موجودہ حالات میں سوائے خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو جانے کے سوا میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ کسی نادیدہ قوت سے ٹکرانا میرے بس کا روگ نہیں تھا۔

میں اپنے پریشان خیالات میں الجھا ہوا ٹہلنے میں مصروف تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ انکا انگڑائی لے کر اٹھ چکی ہے اور میری حالت پر زیر لب مسکرا رہی ہے۔ اس کی مسکراہٹ نے اس وقت جلتی پر تیل کا کام کیا۔ میں تلملا کر رہ گیا اور اس پُراسرار وجود کو کوئی سخت بات کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی اور طویل جماہی لیتے ہوئے بڑی بے تکلفی سے بولی۔

''جمیل صاحب۔ کہئے آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔''

''نہیں۔'' میں نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ ''بلکہ اس وقت تو میں بڑے اچھے موڈ میں ہوں۔''

''تم کملا کے بارے میں سوچ رہے ہو۔'' انکا نے اپنے سرخ سرخ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنی روایتی بے تکلفی سے جواب دیا۔ ''وہ واقعی بڑے خوبصورت جسم کی لڑکی تھی..... خون تو اس کا بے حد اچھا تھا۔ ایک عرصے کے بعد مجھے اتنا ذائقہ دار خون نصیب ہوا ہے۔''

''اور اب جب میں پھانسی پر چڑھ جاؤں تو تم میرا خون بھی چٹخارے لے لے کر پی جانا۔'' میں جھلا کر بولا۔

''پتا نہیں تمہارا خون کیسا ہو۔'' انکا نے بڑی شوخی سے جواب دیا۔ ''اس سے پیشتر کسی عیاش آدمی کا خون پینے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔ ویسے سنا ہے کہ آوارہ گردوں کا خون بے حد کڑوا اور بدمزہ ہوتا ہے۔'' آج وہ بہت مست معلوم ہوتی تھی۔

''انکا!'' میں نے بے بسی کی حالت میں بڑی لجاجت سے کہا۔ ''خدا کے واسطے تم اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔''

''بڑے احسان فراموش معلوم ہوتے ہو جمیل۔ کیا تم بھول چکے ہو کہ تمہیں یہ سب عیش و عشرت کس کی بدولت حاصل ہوا ہے۔'' انکا کے لہجے کی سنجیدگی میں نے بطور خاص محسوس کی۔

''میں جانتا ہوں لیکن جب میں ہی نہ رہوں گا تو پھر یہ سب کچھ کس کے کام آئے گا۔'' میں رو دینے والے لہجے میں بولا۔

''سچ سچ!'' انکا نے مجھے چمکارتے ہوئے کہا۔ ''تم سچ مچ بے حد خوفزدہ نظر آ رہے ہو۔''

''آخر تم چاہتی کیا ہو۔ کیا میں تمہارے لئے بے گناہ لوگوں کا خون بہاتا رہوں؟''

''سنو جمیل۔'' انکا اچانک بڑی سنجیدگی سے بولی۔ ''جب تک میرا وجود تمہاری ذات سے منسلک ہے تمہیں کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وقتی طور پر کچھ پریشانیاں پیش آ جائیں مگر تم ان پر بہ آسانی قابو پا سکتے ہو۔''

انکا کے لہجے میں نہ جانے وہ کون سا جادو تھا کہ مجھے سکون مل گیا پھر بھی جب میں نے اسے ملازم کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا تو وہ بڑی بے پروائی سے بولی۔

''مجھے علم ہے کہ وہ تم سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لئے یہ بھی بتا دوں کہ وہ اس وقت تھانے میں بیٹھا اپنا بیان لکھوا رہا ہے اور پولیس کوئی دم میں یہاں پہنچنے والی ہے مگر تمہیں گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ تم پولیس کا منہ بند کرنے کے لئے دولت کا استعمال بھی بخوبی جانتے ہو۔''

''ملازم کا کیا ہوگا......؟''

''اس کی فکر مت کرو۔ میں سب ٹھیک کر لوں گی۔''

انکا نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا پھر بہت اعتماد کے ساتھ بولی۔ ''جب تک تم میرے ساتھ کئے ہوئے عہد پر قائم رہو گے اور مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرو گے میں تمہارا برابر تحفظ کرتی رہوں گی لیکن جس روز بھی تم نے ایسا کیا اس روز میں تمہیں ایسی مصیبت سے دوچار کر دوں گی کہ تمہیں بھاگنے کا راستہ نہ ملے گا۔''

مجھے معلوم تھا کہ انکا جو کچھ کہہ رہی ہے اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتی ہے اس لئے میں نے کوئی جواب نہ دیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ دیکھیں یہ آفت کب تک میرے سر پر مسلط رہتی ہے۔

''جمیل...... تمہیں ایک خوشخبری سناؤں۔'' کچھ دیر بعد انکا نے مسکراتے ہوئے میرے کان میں سرگوشی کی۔ ''تمہاری نرگس اصفہانی کل تک تمہارے پاس آ جائے گی۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا؟'' میں نے چونکتے ہوئے دریافت کیا۔ نرگس اصفہانی کا نام سن کر میں اپنی ساری پریشانیاں فوراً بھول گیا۔ اپنی محبوبہ کا نام سنتے ہی میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔

''مجھے کیا نہیں معلوم جمیل صاحب۔'' انکا نے میرے سر پر کھڑے ہو کر کہا پھر اپنے دیدے مٹکانے لگی۔ ''میں یہ بھی جانتی ہوں کہ نرگس آتے ہی تم سے شادی کی درخواست کرے گی جسے تم فوراً قبول کر لو گے۔''

''سچ۔'' میرے ذہن میں شہنائیاں بجنے لگیں لیکن باہر سے ابھرنے والی قدموں کی آواز نے شہنائیوں کی آواز کو دبا دیا اور پھر وہی ہوا جس کا اظہار ابھی چند لمحے پیشتر انکا مجھ سے کر چکی تھی۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

پولیس کا ایک انسپکٹر دو سپاہیوں اور میرے ملازم کے ساتھ جس وقت میرے کمرے میں داخل ہوا تو میرا دل دہل کر رہ گیا۔ انکا نے اس موقع پر ایک بار پھر میری ڈھارس بندھائی۔

"دیکھو جمیل۔ پولیس والوں کے سامنے کسی قسم کی بزدلی کا ثبوت مت دینا۔ ہمت سے کام لینا اور اس بات کو ماننے سے صاف انکار کر دینا کہ تم کملا نامی کسی لڑکی کو جانتے ہو۔ ہاں جب پولیس زیادہ کرید کرے تو تم وقتی پریشانی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے انسپکٹر کی مٹھی گرم کر دینا۔"

انکا کی بات سن کر میں اپنی جگہ محتاط ہو گیا اور اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پا کر انسپکٹر کو یوں گھورنے لگا جیسے مجھے اس کا بلا اجازت مکان میں داخل ہونا ناگوار گزرا ہو۔

انسپکٹر کچھ دیر تک خاموش کھڑا میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتا رہا پھر بغیر کسی تمہید کے اصل مقصد کی طرف آ گیا۔ وہ مجھ سے کملا کے بارے میں کچھ معلوم کر لینے کی جان توڑ کوشش کر رہا تھا۔ میرا نمک حرام ملازم قریب ہی کھڑا ہماری گفتگو سن رہا تھا لیکن مجھے اس کی موجودگی کی بھی مطلق کوئی پروا نہیں تھی۔ انکا کے مشورے کے پیش نظر میں نے انسپکٹر کو اپنا بیان یہی دیا تھا کہ میں کملا نامی کسی لڑکی سے واقف نہیں ہوں اور یہ کہ آج میں پہلی مرتبہ اس نام کو اس کی زبان سے سن رہا ہوں۔ انسپکٹر جو اس خیال سے اچانک میرے کمرے میں دندناتا ہوا گھس آیا تھا کہ مجھے ملازم کے دیے ہوئے بیان کے تحت مرعوب کر لے گا' مجھے ایک ٹھوس چٹان کی طرح اٹل دیکھ کر میری طرح مایوسی کا شکار نظر آ رہا تھا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

"جمیل صاحب کیا آپ اس شخص سے واقف ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے بڑی بے پروائی سے اپنے ملازم کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ میرا ملازم رہ چکا ہے۔"

"گویا آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صبح تک یہ آپ کی ملازمت میں تھا۔"

"جی ہاں۔"

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ نے اسے کس وجہ سے اپنی ملازمت سے برخاست کیا تھا؟ انسپکٹر نے کس قدر طنز کے ساتھ کہا۔

"انسپکٹر۔" میں نے ذرا خفگی سے کہا۔ "میں بے ہودہ قسم کے ملازموں کو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ ویسے بھی کسی ملازم کو ملازمت سے برخاست کر دینا کوئی جرم نہیں ہے۔"

"جمیل صاحب!" انسپکٹر بدستور رکھائی سے بولا۔ "کیا کملا کے قتل کی کہانی آپ اخبارات میں پڑھ چکے ہیں۔"

"محض سرخی کی حد تک۔ تفصیل میں اس لئے وقت ضائع نہیں کیا کہ مجھے جرائم سے کبھی کوئی دلچسپی

نہیں رہی۔"

"لیکن آپ کے ملازم کا بیان ہے کہ مقتولہ رات آپ کی خواب گاہ میں آپ کے ساتھ موجود تھی۔"

"اگر آپ میرے ملازم کے بیان کو اس قدر اہمیت دے رہے ہیں تو شوق سے اس کی چھان بین کر لیں۔" میں نے بے پرواہی سے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ہوں" انسپکٹر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "گویا آپ کو اس حقیقت سے انکار ہے کہ چوپاٹی پر پائی جانے والی لاش جس عورت کی ہے وہ رات گئے تک آپ کے پاس تھی۔

"یہ سراسر بہتان ہے انسپکٹر۔" میں نے قدرے برہمی کا مظاہرہ کیا۔ "محض ایک ملازم کے بے سروپا بیان پر آپ مجھے قتل کا مجرم گرداننے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔"

"بہت خوب۔" پولیس انسپکٹر اس بار نہ جانے کیوں مسکرا دیا۔ اس کی دوررس نگاہیں کسی بھوکے عقاب کے مانند میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ کچھ توقف کے بعد اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "مسٹر جمیل۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کی کار اس وقت کہاں ہے؟"

"گیراج میں۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"میں ایک نظر اسے دیکھنا چاہوں گا۔"

"بڑے شوق سے دیکھئے۔" میں نے ناراض سا ہوتے ہوئے کہا پھر انسپکٹر کو ساتھ لئے باہر کی طرف لپکا ہی تھا کہ انکا جو بڑی سنجیدگی سے میرے سر پر بیٹھی حالات کا جائزہ لیتی رہی تھی' مجھ سے بولی۔

"جمیل۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم انسپکٹر کو خریدنے کی کوشش شروع کر دو۔ کار کے اندر ساحل سمندر کی جو تھوڑی بہت ریت موجود ہے وہ تمہیں پھنسانے کے لئے انسپکٹر کی رہنمائی بھی کر سکتی ہے۔"

انکا نے جس خطرے کا اشارہ کیا تھا اسے محسوس کر کے اچانک رک گیا تو انسپکٹر مجھے مخاطب کر کے پوچھا۔

"کیوں مسٹر جمیل۔ آپ رک کیوں گئے؟ کیا گاڑی کا معائنہ کرانے میں آپ کو کوئی ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا اور خود پر قابو پاتے ہوئے بڑی نرمی سے بولا۔ "انسپکٹر مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"

"فرمایئے۔" انسپکٹر مجھے نرم پڑتا دیکھ کر مسکرا دیا۔

"بات دراصل یہ ہے انسپکٹر کہ میرے ملازم نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر مجھے پھانسنے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا مطلب۔" انسپکٹر نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"اسے میری نجی مصروفیات کے بارے میں بھی تھوڑا بہت علم ہے جس کی بنا پر وہ متعدد بار مجھے بلیک میل کر چکا ہے۔" میں نے اپنے ذہن میں ایک خاکہ مرتب کر کے اس میں رنگ بھرنا شروع کر دیا۔ "آج صبح بھی اس نے مجھ سے ایک لمبی رقم کا مطالبہ کیا تھا۔ میرے انکار پر اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ وہ مجھے کملا کے کیس میں بھی ملوث کر سکتا ہے۔ اسی نے مجھے صبح کے اخبارات بھی دکھائے تھے۔"

"میں سمجھا نہیں کہ آخر وہ آپ کو کملا کے قتل میں کس طرح ملوث کر سکتا تھا۔"

"اس لئے کہ......" میں ایک لمحے کے لئے گڑ بڑا گیا پھر جلدی سے اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پا کر بولا۔ "دراصل بات یہ ہے انسپکٹر کہ کملا ایک دو بار پہلے بھی میرے مکان پر آ چکی ہے۔ کملا کی ایک سہیلی جو آج کل مجھ سے ناراض ہے اس راز سے واقف ہے جس کا علم میرے ملازم کو بھی ہے۔ اس نمک حرام نے یہی کہا تھا کہ اگر میں نے اس کی منہ مانگی رقم دینے سے انکا کیا تو وہ کملا کی سہیلی سے میرے خلاف بیان دلوا کر مجھے پھنسوا دے گا۔"

"اگر یہ حقیقت ہے مسٹر جمیل تو مجھے آپ کے ملازم کی چالاکی کی داد دینا پڑے گی۔ اس نے واقعی آپ کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔"

"انسپکٹر۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کملا کے قتل سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ درست فرما رہے ہوں لیکن کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کے ملازم نے آج صبح آپ سے کتنی رقم کا مطالبہ کیا تھا۔" انسپکٹر نے اپنا آخری جملہ بڑا دبی زبان میں بڑے معنی خیز لہجے میں ادا کیا تھا۔

"پچیس ہزار۔" میں نے تلملا کر بڑی شاندار اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "پہلے بھی یہ مردود کئی بار مجھ سے ہزار پانچ سو ٹھگتا رہا ہے۔"

[illegible] کے پیش نظر آپ کو سمجھ داری سے کام لینا چاہئے جمیل صاحب۔" انسپکٹر نے زیر لب [illegible] نے کہا۔ "ایسے موقع پر اگر لاکھ ڈیڑھ لاکھ خرچ کر کے بھی آپ گلو خلاصی کرا لیں تو سودا مہنگا نہیں رہے گا۔"

میں سمجھ گیا کہ میرا شکار میرے بچھائے ہوئے جال میں پھنس چکا تھا چنانچہ تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے بعد میں نے کھل کر انسپکٹر سے سودا کر لیا اور اس کی مطلوبہ رقم اسے دے دی۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو میں نے کہا۔

"انسپکٹر۔ کہیں یہ مردود کسی اور بڑے افسر سے رابطہ قائم کر کے مجھے پریشان کرنے کی کوشش تو نہ کرے گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ جمیل صاحب!" انسپکٹر نے اس بار بڑی اپنائیت سے جواب دیا۔ "کیا مجال ہے اس کی کہ ایک لفظ بھی آپ کے خلاف زبان سے نکال سکے۔ اور پھر میں جو ہوں آپ کے ساتھ۔"

انسپکٹر کے جانے کے بعد میں نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا پھر سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ گاڑی کو گیراج سے نکال کر سروسنگ اسٹیشن چھوڑ آیا۔ انکا نے مجھے بتایا کہ انسپکٹر نے ڈیڑھ لاکھ کی رقم میں سے دو ہزار روپے ملازم کو دے دیے ہیں اور سختی سے ہدایت کر دی ہے کہ اگر اس نے اس سلسلے میں زبان سے ایک لفظ بھی نکالا تو اچھا نہ ہوگا۔

میں انکا کی بات سن کر چپ رہا تو اس نے کہا۔

"یہ اب تمہارا منہ کس لئے پھولا ہوا ہے۔ کیا اب بھی تمہیں کسی بات کا خطرہ لاحق ہے۔"

"خطرہ تو نہیں۔ ہاں البتہ یہ سوچتا ہوں کہ آخر اس طرح کب تک پھانسی کے تختے سے بچتا رہوں گا۔" میں نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

"جب تک تم اپنے کئے ہوئے عہد کو نبھاتے رہو گے۔"

"کیا تم اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے انسانی خون کے بجائے کوئی اور ذریعہ تلاش نہیں کر سکتیں۔" میں نے کچھ سوچ کر پوچھا تو وہ برہم ہو گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اسے میرا سوال بہت برا لگا ہے۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں اسے کسی آئینے میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ اپنے نچلے ہونٹ کو بڑی جھلاہٹ میں کاٹ رہی تھی اور مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھورے جا رہی تھی۔ میں نے اسے غصیلی حالت میں دیکھا تو خاموشی سے اپنے کمرے میں آیا اور تھکن اتارنے کی خاطر بستر پر نیم دراز ہو گیا۔

"جمیل۔" انکا نے مجھے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔ "اگر تم چاہتے ہو کہ تم پر کوئی عتاب نازل نہ ہو تو آئندہ کبھی میرے حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ انسانی خون میری غذا ہے۔ مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کیوں ہے اس کے جاننے کی ضرورت بھی تمہیں نہیں۔"

چند لمحے میں آنکھیں بند کئے پڑا اپنے خیالات میں الجھا رہا پھر جب میں نے محسوس کیا کہ انکا میرے سر پر لیٹ کر دوبارہ محو خواب ہو چکی تو میں آہستہ سے اٹھا اور نہانے کی غرض سے باتھ روم کی طرف چل دیا۔

اس روز میں تمام دن گھر میں پڑا رہا۔ ملنے جلنے والے آئے تو میری ہدایت کے مطابق چوکیدار نے [illegible] یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں گھر پر موجود نہیں ہوں۔ شام کو میں کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلا۔ سروس اسٹیشن پر جا کر میں نے اپنی کار لی پھر ایک چکر شہر کا لگا کر واپس گھر پلٹ آیا اور اپنی خواب گاہ میں بند ہو کر [illegible]

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بمبئی میں پہلا دن تھا جو میں نے بالکل تنہا رہ کر کاٹا تھا۔ مجھے انکا پر رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا جو بجائے میری دلجوئی کرنے کے مجھ سے ناراض ہو گئی تھی۔ شاید اس لئے کہ میں نے اسے انسانی خون پینے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے سر پر نیم دراز ہے اور کہنی پر ٹھوڑی ٹکائے کسی گہری سوچ میں غرق ہے۔ مجھے اس کے چہرے پر آج خلاف توقع بہت زیادہ سنجیدگی نظر آ رہی تھی۔ ایک دو بار میرے جی میں آئی کہ انکا سے کچھ بات کروں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

رات آئی تو مجھے تنہائی کا احساس شدت سے ستانے لگا۔ میں نے جی کو بہلانے کی خاطر شراب کا سہارا تلاش کر لیا اور اس وقت تک پیتا رہا جب تک میرے اعصاب میرے قابو میں رہے۔ پھر یہ سلسلہ اسی وقت ختم ہوا جب غالباً میں بے ہوش ہو گیا تھا یا پھر ممکن ہے کہ مجھ میں زیادہ پینے کی سکت باقی نہیں رہی تھی۔ وہ رات کس طرح گزری' مجھے کوئی علم نہیں لیکن دوسرے دن میری تمام الجھنیں اور پریشانیاں ختم ہو گئیں اور اس کی وجہ نرگس اصفہانی کی ذات تھی۔

نرگس اصفہانی جسے میں دل و جان سے چاہتا تھا اور جس کے حصول کے لئے میں نے پہلی بار انکا کے اکسانے پر جمشید کو موت کے گھاٹ اتارا تھا' اچانک میرے سامنے آئی تو میں سب پریشانیاں یکسر فراموش کر کے اس کے سراپا میں گم ہو گیا۔ پھر میری اور اس کی باتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ محض میری خاطر اپنے والدین اور اپنی کروڑوں کی جائیداد سے منہ پھیر کر میرے پاس آئی ہے۔ نرگس کی اس محبت اور قربانی کے جذبے کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"نرگس۔ تمہیں پا لینے کے بعد میں یوں محسوس کر رہا ہوں جیسے میں دنیا کا سب سے خوش قسمت شخص ہوں۔ اب ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ تمہارے بغیر میری زندگی ادھوری تھی۔" میں نے جذبات میں کہا۔

"یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم ہمیشہ کے لئے ایک ہو جائیں۔" نرگس نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا لیکن اتنی جلدی کیا ہے۔"

"نہیں جمیل۔ جب تک تم مجھے اپنا نہیں لیتے' میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ دنیا والے کیا کہیں گے۔"

میں نے نرگس کو بہتیرا سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ کچھ دن رک جائے تاکہ شادی کی رسوم دھوم دھام سے پوری کی جا سکیں لیکن نرگس کسی طرح میری یہ بات ماننے پر آمادہ نہ ہوئی۔ اس نے یہی کہا تھا کہ وہ کسی قسم کے ہنگاموں کو پسند نہیں کرے گی۔ مبادا شادی کی اطلاع اس کے والدین کو ملے اور وہ اسے واپس لے جانے کے لئے پریشان کرنے کی کوشش کریں۔ بات چونکہ معقول تھی اس لئے میں نے مزید

اصرار نہیں کیا اور اسی روز شام کو ایک قاضی کو بلا کر دو گواہوں کی موجودگی میں جو میرے دفتر کے ملازم تھے' نکاح پڑھوا لیا۔

نرگس اصفہانی سے شادی کر لینے کے بعد میں نے اپنی تمام بیرونی مصروفیات یکسر ختم کر دی تھیں۔ اگر کوئی خاص آدمی ملنے کی غرض سے آتا تو اسے روک لیا جاتا ورنہ بیشتر کو دروازے ہی سے یہ کہہ کر واپس کر دیا جاتا کہ "صاحب گھر پر نہیں ہیں۔" فون کرنے والوں کو بھی اسی انداز میں ٹال دیا جاتا تھا۔

میرے شب و روز نرگس کی رفاقت میں گزر رہے تھے۔ ہمہ وقت میں اس کی زلفوں کی چھاؤں تلے لیٹا ایک انوکھی دنیا میں گم رہتا۔ سچ پوچھئے تو میرا دل ایک لمحے کے لئے بھی نرگس سے دور ہونے کو نہیں چاہتا تھا۔ اس کے والہانہ پن اور خوبصورت باتوں نے مجھے اس قدر مدہوش کر رکھا تھا کہ مجھے وقت کا اندازہ بھی نہیں ہوتا۔ رات کب آئی اور صبح کب دوپہر کے ہنگاموں میں مدغم ہو جاتی تھی' مجھے ان باتوں کا نہ تو کوئی دھیان رہتا اور نہ میرے پاس فرصت کا کوئی ایسا لمحہ تھا جو میں ان باتوں پر غور کر سکتا۔

نرگس کو اپنا بنا لینے کے بعد میرے اندر ایک نیا انقلاب رونما ہو رہا تھا۔ اب میں نے سٹہ اور ریس کھیلنا ترک کر دیا تھا۔ رہا دولت کی فراوانی کا سوال تو پہلے انکا کی پر اسرار قوت میرے کام آتی تھی اور اب نرگس کے قدموں کی برکت سے مجھے دنیا کا سارا عیش و آرام حاصل تھا۔ میرے کاروبار میں حیرت انگیز طور پر ترقی ہو رہی تھی۔

میں ان بدلتے ہوئے حالات سے مطمئن تھا۔ مجھے امید ہو چلی تھی کہ اب میری زندگی بڑے سکون اور آرام سے گزر سکے گی۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب میں کبھی برے کاموں کی طرف دھیان نہیں دوں گا لیکن کبھی کبھی یہ خیال کہ انکا کا وجود بدستور میرے سر پر مسلط تھا' مجھے فکر مند کر دیتا۔ میں یہ سوچ کر پریشان ہو جاتا کہ کہیں کئے ہوئے عہد کے مطابق مجھے پھر اس کے لئے انسانی خون فراہم نہ کرنا پڑے۔

کئی بار میں نے بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کیا تھا کہ نرگس کو جواب میری شریک زندگی تھی' انکا کے بارے میں کچھ بتا کر اس سے کوئی مشورہ مانگوں لیکن کملا کی موت کے وقت انکا نے مجھے جو دھمکی دی تھی' میں اس سے اس قدر خوفزدہ تھا کہ چاہنے کے باوجود شادی کے بیس پچیس دن بعد تک بھی نرگس سے انکا کے بارے میں کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ جو بات میری زبان سے نکلتی تھی اس کا علم انکا کو ہو جاتا البتہ جو بات میں دل میں سوچا کرتا تھا ابھی تک اس کے بارے میں مجھے شبہ تھا کہ انکا اس کے بارے میں نہیں جان سکتی ہے۔

میری شادی کو تقریباً ایک ماہ گزر چکا تھا۔ اس تمام عرصے میں انکا برابر میرے سر پر موجود رہی تھی لیکن روٹھی روٹھی سی۔ اس نے مجھ سے کوئی بات کہی تھی اور نہ ہی میں نے اسے مخاطب کرنے کی ضرورت

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

محسوس کی تھی۔ میں ہمیشہ عالم تصور میں محسوس کرتا جیسے انکا مجھ سے بے حد ناراض ہے۔ کبھی کبھی مجھے یوں محسوس ہوتا کہ وہ غصیلی آنکھوں سے مجھے گھور رہی ہے۔ میں جلدی سے اپنی آنکھیں بند کر لیتا پھر نرگس سے باتوں میں الجھ کر انکا کے وجود کو وقتی طور پر بھلانے کی کوشش شروع کر دیتا۔ ویسے دل ہی دل میں ہمیشہ یہی دعا مانگتا رہتا کہ خدا کرے انکا مجھ سے ہمیشہ یوں ہی روٹھی رہے اور ہمارے درمیان گفت وشنید کا سلسلہ دوبارہ قائم نہ ہو۔ کہیں مجھے پھر اس کے لئے کسی بے گناہ کو قتل نہ کرنا پڑے۔

انکا نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے اپنے پُر اسرار وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ماہ کسی انسان کے خون کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن اس بار کملا کا خون پئے اسے ایک ماہ سے کچھ زیادہ ہی دن گزر چکے تھے مگر اس نے ابھی تک مجھ سے کسی قسم کی کوئی فرمائش نہیں کی تھی جس کی وجہ سے مجھے امید ہو چلی تھی کہ غالباً اب انکا میرا پیچھا چھوڑ دے گی اور کسی دوسرے سر کو اپنا مسکن بنا لے گی۔ مجھے بڑی شدت سے اس دن کا انتظار تھا جب مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا مل جاتا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ہوا یوں کہ ایک روز جب میں نرگس کو گھر پر چھوڑ کر ایک ضروری کام کو نمٹانے کی غرض سے آفس کے لئے روانہ ہوا تو انکا مجھے راستے میں تنہا پا کر مخاطب کیا۔

”جمیل۔ میں تمہارے اندر کچھ تبدیلیاں دیکھ رہی ہوں۔“

انکا کی سرگوشی میرے کانوں میں ابھری تو میرا سکون درہم برہم ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا جیسے یہ جملہ ادا کرتے وقت انکا کے چہرے پر کرب طاری تھا۔ وہ اپنی نشیلی نظروں سے جن میں اس وقت شکایت بھری ہوئی تھی، مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر آج وہ سرخی بھی موجود نہیں تھی جو انسانی خون پینے کے بعد نمودار ہو جاتی تھی۔ اس کے تراشیدہ ہونٹ خزاں زدہ پتیوں کی طرح مرجھائے مرجھائے سے نظر آ رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے میں نے انکا کے چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات کو محسوس کیا پھر سنبھل کر بولا۔

”تم بھی تو آج کل مجھ سے ناراض ہو۔“

”ہاں۔ لیکن میری ناراضگی کی وجہ تمہیں معلوم ہے۔“ انکا بولی۔

”میں سمجھا نہیں تمہارا مطلب۔“ میں نے دیدہ و دانستہ انجان بنتے ہوئے کہا ورنہ میں خوب جانتا تھا کہ انکا کی ناراضگی کا سبب کیا ہے۔ وہ مجھ سے اسی دن سے برہم تھی جب میں نے اسے انسانی خون پینے سے باز رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

”تمہیں اب اتنی فرصت ہی کہاں [illegible] تم میری بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرو۔“ انکا نے شکایت بھری آواز میں جواب دیا۔

”یہ بات نہیں ہے انکا۔ بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ میں......“

Downloaded from Paksociety.com

”رہنے دیجئے جمیل صاحب۔“ انکا نے میرے جملے کو درمیان سے اچکتے ہوئے تیزی سے کہا۔ ”میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے تم نے نرگس سے شادی کی ہے، تمہاری دلچسپی میرے وجود سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ تم مجھے نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جب کہ تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہارے لئے بڑی اہم حیثیت رکھتی ہوں۔ نرگس سے بھی زیادہ......“

”لیکن نرگس سے شادی کرنے کا مشورہ تو خود تم ہی نے دیا تھا۔“ میں تھوک نگل کر بولا۔ انکا کی بات نے مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا۔

”میں اس سے انکار نہیں کروں گی مگر تم میرا مقصد نہیں سمجھے۔“ انکا نے تیزی سے جواب دیا۔ ”میں تم سے کسی جسمانی قرب کی خواہاں نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اپنے کئے ہوئے عہد پر قائم رہو۔“

عہد کا لفظ میرے ذہن پر بم بن کر پھٹا تھا۔ اسی وقت مجھے یہ خیال آیا کہ کہیں انکا پھر مجھے کسی قتل پر مجبور نہ کرے اور اس خیال کے ابھرتے ہی میرا سارا جسم کسی انجانے خوف سے کپکپا اٹھا۔ ابھی میں کوئی معقول جواب سوچ ہی رہا تھا کہ انکا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”جمیل۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گی تو اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو۔ جتنا تم مجھ سے دور بھاگنے کی کوشش کرو گے اتنا ہی میں تم سے اور قریب ہوتی جاؤں گی۔“

”لیکن اب میں تمہاری خاطر کسی کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگ سکتا۔“ اچانک میں نے بدلے ہوئے تیور سے جواب دیا۔

انکا میرا جواب سن کر بولی۔

”میں تم کو ایک موقع اور دے سکتی ہوں، سوچنے کے لئے۔“

”دفع ہو جاؤ۔“ میں چیخ اٹھا۔ ”مجھے کسی [illegible] ضرورت نہیں ہے۔ نرگس کے ساتھ میں کسی جھونپڑی میں بھی خوش رہ سکتا [illegible] تم اگر چاہو تو [illegible]“

اس بار انکا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں [illegible] رہا تھا کہ میرے [illegible] رویے نے اسے متحیر کر دیا ہے۔ اس کا چہرہ دہکتے ہوئے تنور کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ غصیلے انداز میں کھڑی اپنے ہونٹ چباتی رہی پھر میں نے محسوس کیا کہ اس کا پُر اسرار وجود میرے سر پر سے رینگتا ہوا اتر گیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح جمشید اور کملا کے قتل کے بعد ہوا تھا۔

ایک ثانیے کے لئے میرا دل خوشی سے اچھل پڑا کہ انکا کے پُر اسرار وجود سے مجھے چھٹکارہ مل گیا ہے مگر پھر دوسرے ہی لمحے انکا کی حیرت انگیز قوتوں کا خیال میرے ذہن میں ابھرا تو کسی انجانے خوف کے تحت میرے جسم کے تمام رونگٹے الف کی صورت کھڑے ہو گئے۔ میرے ذہن میں ایک خیال بڑی

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سرعت سے ابھرا۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ انکا مجھے کسی نئی مصیبت سے دوچار کردے......؟ اس کے لئے کوئی بات بھی ناممکن نہیں تھی۔

اس خیال کے آتے ہی میں نے بڑی تیزی سے گاڑی کا رخ گھر کی سمت موڑ دیا۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ قبل اس کے کہ انکا مجھے کسی مصیبت میں گرفتار کرائے' میں نرگس کو تمام تفصیل بتادوں گا اور پھر وہی کروں گا جس کا مشورہ مجھے نرگس دے گی۔

گاڑی آندھی اور طوفان کی طرح گھر کی سمت دوڑ رہی تھی۔ راستے میں کئی جگہ حادثہ ہوتے ہوتے بچا۔ بہر حال میں کسی نہ کسی طرح گھر پہنچ گیا پھر میں نے نرگس کو من وعن شروع سے لے کر آخر تک تمام باتیں بتادیں جنہیں سن کر وہ یوں میرے چہرے کو گھورنے لگی جیسے اسے میری صحیح الدماغی پر شبہ ہو رہا تھا یا پھر وہ یہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی کہ کہیں مجھ پر مالیخولیا کا حملہ تو نہیں ہوگیا۔ اسے میری باتوں پر اعتبار نہیں آیا تھا۔

"نرگس میری زندگی۔" میں نے اسے اپنی بانہوں میں لے کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میری باتوں کا یقین نہیں آیا۔ تم ہی کیا اگر کوئی دوسرا بھی سنے گا تو یہی کہے گا کہ میری دماغی حالت خراب ہوگئی ہے لیکن یقین کرو میری روح۔ اس وقت میں نے تم کو جو کچھ بتایا ہے اس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ اور اب میں تمہارے مشورے کا منتظر ہوں۔"

نرگس بڑی دیر تک حیرت واستعجاب کی کیفیت سے دوچار خالی خالی نظروں سے میرا چہرہ تکتی رہی لیکن جب میں نے قسمیں کھا کر اسے یقین دلایا تو اسے میری باتوں پر اعتبار آگیا مگر اس کے باوجود فوری طور پر مجھے کوئی مشورہ دینے کے بجائے تصویر حیرت بنی رہی جیسے اس پر سکتہ طاری ہوگیا ہو۔ کچھ دیر بعد اس کی حالت سنبھلی تو اس نے کہا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ انکا آپ کو کسی مصیبت میں پھنسادے گی۔"

"ہاں۔" میں تلملا کر بولا۔ "وہ کمبخت بڑی پراسرار قوتوں کی مالک ہے۔ اس نے مجھ سے کئی موقعوں پر یہ بات کہی تھی کہ اگر کبھی میں نے اس کے ساتھ بدعہدی کی تو وہ مجھے الجھنوں اور پریشانیوں میں گرفتار کرادے گی۔"

"میرا مشورہ ہے کہ آپ کسی پیر صاحب سے ملیں۔" نرگس نے جلدی سے کہا۔ "یہ انکا کا وجود کوئی چھلاوا یا گندی روح معلوم ہوتا ہے جس کا توڑ کوئی بزرگ ہی کرسکتے ہیں۔ آپ فوری طور پر کسی پیر صاحب سے مل کر جان و مال کی سلامتی کا تعویذ حاصل کرلیں۔ خدا نے چاہا تو پھر انکا آپ کا کچھ نہ بگاڑ

Downloaded from Paksociety.com

سکے گی۔"

نرگس کا مشورہ اس قدر معقول تھا کہ مجھے اپنے آپ پر غصہ آگیا۔ جو بات مجھے اس وقت نرگس نے بتائی تھی وہ آج تک میرے ذہن میں کیوں نہیں آئی تھی ورنہ میں ضرور کسی بزرگ سے رجوع کرچکا ہوتا اور کیا عجب تھا کہ ان تمام پریشانیوں سے محفوظ بھی رہتا جو اب مجھے چاروں طرف سے گھیر چکی تھیں۔ میں ابھی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا کہ نرگس بڑے پیار سے بولی۔

"کس سوچ میں گم ہیں آپ......میری مانیں تو اسی وقت جاکر کسی پیر صاحب سے تعویذ حاصل کرلیجئے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے مگر میں کسی بزرگ سے واقف نہیں ہوں۔"

"پریشان ہونے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔" نرگس بولی۔ "آپ باہر جاکر اپنے دوستوں اور ملنے جلنے والوں سے پوچھیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی آپ کی رہنمائی کردے۔"

نرگس کے مشورے پر میں نے اسی وقت اپنے تمام دوستوں کو فون کھڑکانا شروع کردیا۔ کچھ لوگوں سے فون پر رابطہ قائم نہ ہوسکا جو لوگ ملے انہوں نے پہلے تو اس بات پر میرا مذاق اڑایا کہ مجھے اچانک کسی پیر بزرگ کی ضرورت کیوں آن پڑی ہے۔ پھر یہ کہہ کر مجھے مایوس کردیا کہ وہ کسی ایسے بزرگ سے واقف نہیں ہیں جو میری پریشانیوں کا تدارک کرسکے۔

تقریباً تین گھنٹے تک میں ایک ایک واقف کار سے فون پر رابطہ قائم کرتا رہا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہ ہوسکی۔ پھر میں نے سوچا کہ دفتر جاکر اپنے ملازموں سے کیوں نہ معلوم کیا جائے' ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی میری مدد کرسکے۔ نرگس نے بھی میرے خیال کی تائید کی چنانچہ میں پریشانی کی حالت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ نرگس باہر تک میرے ساتھ آئی۔ اس تمام عرصے میں وہ برابر مجھے تسلی دیتی رہی اور ہمت نہ ہارنے کی تلقین کرتی رہی۔ جس وقت میں نے گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا اس وقت بھی وہ مسکراتی اور پُرامید نظروں سے مجھے خدا حافظ کہہ رہی تھی۔ قبل اس کے کہ میں گاڑی کو اپنے بنگلے کے احاطے سے باہر نکال پاتا' پولیس کی ایک جیپ تیزی سے اندر داخل ہوئی اور پھر اس میں سے چھ سات باوردی اور مسلح سپاہیوں نے کود کر میری گاڑی کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اس کے بعد ہی پولیس انسپکٹر ریوالور تانے میرے قریب آیا جسے میں نے کملا کے سلسلے میں ڈیڑھ لاکھ روپے دیے تھے۔

"کیا بات ہے انسپکٹر؟" میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر جمیل۔ ہم آپ کو رحمت علی (میرے اس ملازم کا نام تھا جسے میں برطرف کرچکا تھا) کے قتل کے الزام میں گرفتار کرتے ہیں۔" انسپکٹر نے سرد لہجے میں کہا پھر اس کے اشارے پر دو پولیس والوں نے مجھے باہر گھسیٹ کر میرے ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنادیں۔ نرگس دروازے کے پیچھے کھڑی ہکا بکا یہ سب کچھ

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

دیکھ رہی تھی۔ حالات نے اتنی تیزی سے اپنا رخ تبدیل کیا تھا کہ میں بھی ششدر رہ گیا اور معاملے کی تہ تک نہ پہنچ سکا۔

"انسپکٹر۔" تھوڑے توقف کے بعد میں نے حیرت سے کہا "میں قسم کھاتا ہوں کہ رحمت علی کے قتل کے بارے میں مجھے نہیں معلوم۔"

"اس کا ثبوت آپ عدالت میں دیجئے گا۔"

"لیکن انسپکٹر۔ جب میں بے گناہ ہوں تو پھر مجھے گرفتار کس لئے کیا جا رہا ہے۔"

"اب یہ مکاری نہیں چلے گی جمیل صاحب۔" انسپکٹر مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "ممکن ہے آپ نے یہ سوچا ہو کر رحمت علی کو قتل کرا دینے کے بعد آپ کملا کے سلسلے میں ثبوت ختم کر دیں گے لیکن آپ نے اس کام کے لئے غلط شخص کا انتخاب کیا۔ کلن خان پہلے بھی کئی بار سزا کاٹ چکا ہے۔ اس نے رنگے ہاتھوں گرفتار ہونے کے بعد بڑی آسانی سے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"کیا بتا دیا انسپکٹر؟" میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہی کہ آپ نے اس کو دس ہزار روپے کے عوض رحمت علی کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔ میں کسی کلن خان سے واقف نہیں ہوں۔" میں چیخ اٹھا۔

"کملا کے سلسلے میں بھی آپ نے یہی کہا تھا۔"

پولیس انسپکٹر کا لہجہ اس قدر سرد اور معنی خیز تھا کہ میں گنگ رہ گیا پھر یکلخت میرے ذہن میں انکا کا تصور ابھر آیا۔ یقیناً یہ سب کچھ اس کی انتقامی کارروائی تھی جس نے مجھے گلے گلے تک حالات کے چنگل میں پھنسوا دیا تھا۔

میرے پاس اپنے بچاؤ کے لیے سوائے اس کے اور کچھ بھی نہ تھا کہ میں چیختا چلاتا اور قسمیں کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلاتا لیکن انسپکٹر نے میری ایک نہ سنی۔ میری اس التجا کو بھی رد کر دیا کہ میں دو باتیں نرگس سے کر لوں اس کے بعد وہی ہوا جو ایسے موقع پر ہوتا ہے۔ پولیس والے میری مزاحمت کے باوجود دھکے دیتے اور گھسیٹتے ہوئے جیپ تک لائے پھر مجھے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر پھینک دیا گیا۔

نرگس کے دل پر اس وقت کیا بیت رہی ہوگی، مجھے اس کا کوئی خیال نہیں تھا۔ میرا ذہن اس وقت ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

جیسے جیسے تھانہ نزدیک آتا جاتا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ میں جیپ میں پچھلی نشست پر پولیس والوں کے نرغے میں گھرا بیٹھا اپنے انجام پر غور کر رہا تھا۔ حالانکہ رحمت علی کے قتل سے میرا کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ہی میں کسی کلن خان کو جانتا تھا اس کے باوجود میری حالت اس بے زبان بکرے سے مختلف نہ تھی جسے خرید لینے کے بعد اس کے مالک کو پورا پورا اختیار ہوتا ہے کہ جس طرح چاہے اسے

ذبح کرے۔ بات اگر صرف رحمت علی کی موت کی حد تک محدود رہتی تو ممکن تھا میں اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا لیکن اس وقت جس انسپکٹر نے مجھے گرفتار کیا تھا۔ میں کملا کے سلسلے میں اس سے سودے بازی کر چکا تھا اور وہ خوب جانتا تھا کہ کملا کے سلسلے میں، میں نے اسے ڈیڑھ لاکھ کی رقم محض تفریحاً نہیں دی ہوگی۔ خود میرا ضمیر بھی مجھے ملامت کر رہا تھا لیکن ان باتوں کے باوجود میں یہی سوچ رہا تھا کہ کس طرح قتل کے الزام سے چھٹکارا حاصل ہو سکتا ہے؟ اگر پولیس انسپکٹر ایک دو سپاہیوں کے ساتھ ہوتا تو میں اسے ایک بار پھر خریدنے کی کوشش کرتا لیکن سات آٹھ پولیس والوں کی موجودگی میں اوّل تو رشوت کا ذکر مناسب نہیں تھا دوسرے یہ کہ وہ مجھ سے دس بارہ لاکھ کا مطالبہ کر بیٹھتا جو اتنی جلدی ادا کرنا میرے بس میں نہیں تھا۔ میرا زیادہ تر روپیہ مختلف بینکوں میں جمع تھا جس کو نکلوانے کے لیے مجھے کم از کم ایک دن کی مہلت درکار ہوتی جبکہ پولیس انسپکٹر کے رویے سے یہ بات ظاہر ہو چکی تھی کہ وہ مجھے ایک پل کی مہلت دینے کو بھی تیار نہیں تھا۔ کمبخت نے مجھے اپنی بیوی نرگس سے دو لمحے باتیں کرنے کی اجازت بھی نہیں دی تھی۔ بہر حال میں اس وقت بڑی بے بسی کی حالت سے دوچار تھا۔

ویسے اس بات کا فیصلہ میں نے کر لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو، میں اقبال جرم کبھی نہ کروں گا اور بمبئی کے بڑے بڑے وکیلوں کو اپنی طرف سے کھڑا کر کے گلوخلاصی کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ آگے جو نصیب میں لکھا ہو!

راستے میں پولیس انسپکٹر نے مجھے پریشان کرنے کی غرض سے دو چار طنزیہ جملے بھی کہے، کرخت لہجے میں بُرا بھلا بھی کہا لیکن میں چپ سادھے بیٹھا رہا۔ تھانے پہنچ کر مجھے ایک ایسے کمرے میں لے جایا گیا جہاں ایک ہندو ایس پی پہلے سے میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر تناؤ پیدا ہو گیا اور وہ یوں خونخوار نظروں سے مجھے گھورنے لگا جیسے مجھے کچا چبا ڈالنے کے امکانات پر غور کر رہا ہو۔ ایک لمحہ کے لیے تو میں اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکا لیکن پھر میرے دل نے کہا۔ "جمیل صاحب۔ اگر تم نے اس موذی کے سامنے ذرا بھی کمزوری کا مظاہرہ کیا تو گلے گلے تک پھنس جاؤ گے۔ ہمت سے کام لو۔ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر ڈرنے سے کیا حاصل۔" دل کا یہ مشورہ مجھے بہر حال قبول کرنا پڑا اس لیے کہ میرے پاس بچاؤ کا فی الحال کوئی راستہ بھی نہ تھا چنانچہ میں نے دل پر قابو پاتے ہوئے نظر اٹھا کر ایس پی کے خونخوار چہرے کو دیکھا اور قدرے تلخ آواز میں پوچھا۔

"مجھے کس جرم کی پاداش میں گرفتار کیا گیا ہے؟"

"تمہارا اپنا کیا خیال ہے۔" ایس پی نے بھویں چڑھا کر کچھ ایسے سرد لہجے میں جواب دیا کہ میں ایک بار پھر گڑبڑا گیا مگر جلد ہی دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"اگر مجھے حالات کا علم ہوتا تو آپ سے کیوں دریافت کرتا۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"رحمت علی کا نام کبھی سنا ہے تم نے؟" ایس پی نے بگڑے ہوئے تیور سے سوال کیا۔ اس کا چہرہ خون کی سرخی سے دمکتا نظر آ رہا تھا۔ آنکھوں کا تیکھا پن ظاہر کرتا تھا کہ وہ سخت گیر طبیعت کا شخص ہے۔

"رحمت علی میرا ملازم تھا جسے میں نے کچھ عرصے قبل اپنی ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔"

"کیوں؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"ہم۔" ایس پی نے میرے قریب آتے ہوئے کرخت آواز میں کہا۔ "تم نے یقیناً اسی نجی معاملے کو دبانے کی خاطر رحمت علی کو اپنے راستے سے ہٹایا ہوگا۔"

"میں سمجھا نہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" میں نے بظاہر انجان بنتے ہوئے کہا۔

"بکومت۔" ایس پی ایک دم چیخ پڑا۔ "سیدھی طرح اقرار جرم کر لو۔ اسی میں تمہاری خیریت ہے ورنہ میں مجرموں کی زبان کھلوانے کے اور بھی بہت سارے کارآمد طریقوں سے واقف ہوں۔"

"لیکن میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں کہ رحمت علی کے قتل سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"کیا کملا کے بارے میں بھی تم حلف اٹھا سکتے ہو کہ تم نے اسے نہیں مارا تھا۔"

ایس پی نے دانت پیستے ہوئے مجھے قہر آلود لہجے میں مخاطب کیا تو میں سہم کر رہ گیا۔ جہاں تک رحمت علی کا تعلق تھا تو میں اس کے لئے نہا دھو کر اور مسجد میں جا کر قرآن اٹھانے کو تیار تھا اس لئے کہ رحمت علی کے قتل کی سازش میں، میں قطعی بے گناہ تھا مگر کملا کے لئے جھوٹا حلف اٹھا لینا میرے بس کی بات نہ تھی۔ ابھی میرا ضمیر اتنا مردہ نہیں ہوا تھا کہ میں محض اپنی زندگی بچانے کی خاطر اپنا ایمان بیچ دیتا۔ یوں بھی مجھے علم تھا کہ جھوٹا حلف اٹھا لینے کے باوجود میری گلوخلاصی آسانی سے نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ میں ایس پی کی بات کا جواب دینے کے بجائے تلملا کر اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔ ایس پی نے مجھے خاموش پایا تو کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔

"کیوں؟ اب تم خاموش کیوں کھڑے ہو۔ بولو۔ کیا کملا کے قتل میں بھی تمہارا ہاتھ نہیں تھا۔"

"میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کملا کی موت میں میرے ذاتی ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا۔" میں نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"اوہ۔" ایس پی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ "تو گویا تم لوگوں کا کوئی باقاعدہ گروہ ہے۔"

"یہ سراسر بہتان ہے۔" میں جھلا گیا۔ "میرا تعلق کسی گروہ سے نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کسی کو قتل کیا ہے۔"

"ابھی معلوم ہوا جاتا ہے" ایس پی نے مجھے غضبناک نظروں سے گھورا پھر انسپکٹر کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "کلن خان کو لے آؤ۔"

Downloaded from Paksociety.com

پلٹر تیزی سے ایڑیوں کے بل گھوم کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں دانستہ خاموش رہا۔ کلن خاں ... ے میں مجھے پولیس انسپکٹر کی زبانی صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ اس کا شمار شاطر قسم کے مجرموں میں ... ہے۔ وہ کون تھا؟ کیا تھا اور کیوں اس نے رحمت علی کے سلسلے میں میرا نام لیا تھا؟ اس ضمن میں مجھے ...ق کوئی علم نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ سب انکا کی شرارت ہے۔ انسانی خون کی فراہمی کے سلسلے میں ... کھرا جواب سن کر اسے بے انتہا غصہ آیا تھا پھر وہ میرے سر پر سے رینگ کر اتر گئی تھی اور اب ... پتا تھی۔ کیا عجب ہے اس وقت جب میں ایس پی کے سامنے دم سادھے کھڑا ہوں، وہ اپنے وجود کو ...ت دینے کی خاطر رحمت علی کا خون پینے میں مصروف ہو۔

مجھے ایک بار پھر بڑی شدت سے انکا کے پُراسرار وجود پر غصہ آ گیا۔ کوئی شبہ نہیں کہ میرے پاس اس ...ت دولت اور امارت تھی اور عیش و آرام کے جو سامان مہیا تھے وہ سب انکا کے پُراسرار وجود کے دم ... تھے لیکن اب جبکہ میں قتل کے الزام میں گرفتار ہو چکا تھا وہ دولت بھلا میرے کس کام کی تھی۔ اگر انکا ...ی درخواست پر غور کر لیا ہوتا تو میں اس نوبت تک کبھی نہ پہنچتا۔ ابھی میں ان ہی باتوں پر غور کر رہا تھا ... پلٹر دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس بار وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ...... پستہ قد ہٹا کٹا اور ...م کا ایک شخص بھی تھا جس کے بھرے بھرے مگر کھردرے چہرے پر گھنی مونچھیں بے حد خطرناک ...نی لگ رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں کی چمک اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ یقیناً قاتل ہوگا۔

...ے میں داخل ہو کر اس نے ایک سرسری نظر میرے چہرے پر ڈالی پھر ایس پی کی طرف متوجہ ہو ...ا۔

"...یت تو ہے روی مہاراج (روی شنکر اس ایس پی کا نام تھا جو مجھے بعد میں معلوم ہوا) کیسے یاد کیا ...ن خان کو۔"

"...ن خان۔" ایس پی روی شنکر نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "اس شخص کو جانتے ہو؟"

"...ب جانتا ہوں جناب۔ یہ جمیل احمد خان صاحب ہیں۔" کلن خاں نے کچھ ایسے لہجے میں ...یا جیسے وہ ایک زمانے سے مجھ سے واقف رہا ہو۔ اس کے اس سفید جھوٹ پر میرا خون ہی تو کھول ...ن میں بدستور خاموش کھڑا اسے غصیلی نظروں سے گھورتا رہا۔

"...ت علی کا قتل کس نے کیا تھا؟" ایس پی نے پوچھا۔

"...ں میں کلن خاں کے سوا اور کون مائی کا لال ہے جو انسانی خون سے ہولی کھیلنے کی جرأت ..." ...ن خاں نے گردن اکڑا کر کہا۔ "باقی سالے تو تکیا چور ہیں۔ ہیجڑوں کی اولاد۔"

"...ت علی سے تمہاری کیا دشمنی تھی؟"

"...ے سوا کبھی کسی سے اپنی یاری نہیں رہی روی مہاراج۔" کلن خاں بدستور بڑی بے پروائی

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سے بولا۔ ''تم اگر منہ مانگے دام چکانے پر تیار ہو جاؤ تو میں تمہارے حکم پر بھی جسے کہو قتل کر سکتا ہوں۔''

''رحمت علی کے قتل پر تمہیں کس نے مامور کیا تھا؟''

اس بار کلن خاں نے جواب دینے کی بجائے میری طرف توجہ سے دیکھا اور پھر مسکرا کر کہنے لگا۔

''تم مجھے کوئی کاغذی خان معلوم ہوتے ہو جمیل احمد۔ تمہارا دم نکلا جا رہا ہے ورنہ میں تو جب بھی پولیس کے نرغے میں پھنسا ہوں ہمیشہ خم ٹھونک کر مقابلے پر ڈٹا رہا۔ تم بھی فکر مت کرو سرکاری مہمان خانے میں دونوں وقت بڑی پابندی سے راشن ملتا ہے۔ رہا محنت مشقت کا کام تو وہ میری مرضی پر منحصر ہے۔ جیل کے سارے لوگ میری شکل دیکھ کر کانپ جاتے ہیں۔''

''تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔'' ایس پی نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔ ''رحمت علی کے قتل پر تمہیں کس نے مامور کیا تھا۔؟''

''ایک سگریٹ ملے گی مہاراج۔'' کلن خاں نے ایس پی کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈھیٹ بن کر کہا۔ ''قسم بھگوان کی صبح سے دو چار دم لگانے کو ٹوٹا بھی نہیں ملا۔''

میرا خیال تھا کہ روی شنکر کلن خاں کا جواب سن کر اس پر جوتوں اور لاتوں کی بارش شروع کر دے گا مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب روی شنکر نے خود اپنی جیب سے سگریٹ نکال کر اسے پیش کیا اور جلانے کی خاطر پرانے ٹائپ کا اپنا لائٹر بھی فراہم کیا۔

کلن خاں نے سگریٹ جلا کر جلدی جلدی چھ سات لمبے کش لئے پھر اطمینان کا سانس لے کر بولا۔

''اب تم جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔''

''رحمت علی کا قتل تم نے کس کے کہنے پر کیا تھا؟''

''مایا دیوی کے حکم پر۔'' کلن خاں نے سگریٹ کا ایک طویل کش لیتے ہوئے جواب دیا پھر میری طرف اشارہ کر کے بڑے بے پروائی سے کہا۔ ''ان دیالو ساہوکار نے مجھے دس ہزار روپے محض اسی بنا پر دیے تھے کہ میں رحمت علی کو ٹھکانے لگا دوں' سو میں نے ایک ہی وار میں اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر کر دیں۔''

''یہ سراسر جھوٹ ہے۔'' میں چیخ اٹھا۔ ''میں نے اسے کوئی رقم نہیں دی نہ ہی پہلے میں نے اس کی صورت دیکھی ہے۔''

''مرد بنو جمیل خاں!'' کلن خاں نے کڑک کر کہا۔ ''اگر تمہارے اندر پولیس کی سختی برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی تو پھر عیاشی کیوں کی تھی۔''

''تت...... تم جھوٹے ہو...... میں تمہیں نہیں جانتا۔'' میں نے براہ راست کلن خاں کو مخاطب کیا۔

''کملا کو تو جانتے ہو گے جس کو تم نے چوپاٹی پر قتل کیا تھا اور پھر اسی چھوکری کی خاطر تم نے مجھے رحمت

علی کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ اتنی جلدی ہیجڑوں کی طرح رونے کیوں لگے۔ مرد بنو جمیل خاں' اب جب ساری بات پولیس کو معلوم ہو گئی ہے تو مزید چھپانے سے معاملہ اور بگڑ جائے گا۔''

ایس پی روی شنکر مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا اور میری حالت یہ تھی کہ خوف کے مارے سرتاپا لرز رہا تھا۔ کلن خاں نے جس بے باکی سے مجھ پر رحمت علی کے قتل کا الزام لگایا تھا' اس میں میری بچت کا کوئی پہلو نظر نہ آتا تھا۔ سب سے زیادہ حیرت تو مجھے اس بات پر ہوئی تھی کہ آخر اس نے مجھے شناخت کس طرح کر لیا اور اس نے میری بگڑی ہوئی عادتوں کے بارے میں اتنی واقفیت کیسے حاصل کر لی۔

کمرے میں کچھ دیر تک سناٹا طاری رہا پھر ایس پی کے اشارے پر کلن خاں کو باہر لے جایا گیا۔ میں اور ایس پی تنہا رہ گئے تو ایس پی نے مجھے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں مخاطب کیا۔

''کیا اب بھی تم کملا اور رحمت علی کے قتل سے انکار کرو گے؟''

''میں بے قصور ہوں۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔'' میں نے کانپتی آواز میں جواب دیا۔

''ہوں۔ گویا اب مجھے تمہاری زبان کھلوانے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔'' روی شنکر نے بڑے خشک لہجے میں کہا پھر غصے میں پیچ و تاب کھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

☆==========☆==========☆

جس روز مجھے گرفتار کیا گیا تھا اسی روز مجھے پولیس نے ایک مقامی عدالت میں پیش کر کے ایک ہفتے کا ریمانڈ حاصل کر لیا۔ اس ہفتے میں میرے اوپر کیا کچھ گزری' یہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ ایس پی اور اس کے کارندوں نے مجھے جس طرح زدوکوب کیا اور جو مظالم میرے اوپر ڈھائے انہیں یاد کر کے آج بھی میں خوف سے کانپ اٹھتا ہوں۔ بہر حال میں اپنے فیصلے پر قائم رہا اور آخری وقت تک یہی کہتا رہا کہ کملا اور رحمت علی کے قتل سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک ہفتے بعد مجھے دوبارہ عدالت کے روبرو پیش کیا گیا جہاں سے مجھے جیل بھیج دیا گیا۔

جیل پہنچ کر میں نے قدرے سکون کا سانس لیا یہاں کم از کم مجھے کسی سختی کا اندیشہ نہیں تھا۔ اپنے دفاع کے لئے میں نے ایک کے بجائے تین تین وکیلوں کو کھڑا کیا تھا۔ وکیلوں نے جب مجھ سے حالات پوچھے تو میں نے انہیں صاف صاف بتا دیا کہ آج تک جو کچھ بھی ہوا ہے' ان تمام واقعات کی ذمے داری مجھ پر نہیں بلکہ انکا کے پُراسرار وجود پر عائد ہوتی ہے جو میرے سر پر مسلط ہو گئی تھی اور مجھے جیل خانے تک پہنچا کر نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔

وکیلوں نے انکا کے تذکرے پر جس انداز میں میری صورت دیکھی اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مجھے دماغی مرض میں مبتلا سمجھ رہے ہیں۔ میں نے انہیں قسمیں کھا کھا کر یقین دلانا چاہا تو وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ پیشی پر دیکھا جائے گا مگر جب مقدمہ پیش ہوا تو پہلے ہی دن پولیس نے میرے خلاف جو ثبوت

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

پیش کیئے وہ بے حد وزنی اور مربوط تھے۔ کلن خاں کی گواہی نے میرے وکیلوں کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ میرے بچاؤ کے لئے کیا اقدام کریں۔ کلن خاں نے میرے بارے میں تفصیل سے عدالت کو بتایا۔

پولیس کے گواہ ختم ہوئے تو مجھے عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں سر جھکائے مجرموں کے کٹہرے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ پہلے میرے تینوں وکیل باری باری مجھ پر سوالات کرتے رہے پھر سرکاری وکیل کا نمبر آیا تو میں ایک خاص رائے قائم کر چکا تھا!

''تمہارا نام جمیل احمد خاں ہے؟'' سرکاری وکیل نے میرے قریب آتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں۔ میرا نام جمیل احمد خاں ہے۔''

سرکاری وکیل کچھ دیر تک مجھ سے ادھر ادھر کے سوالات کرتا رہا پھر یکلخت اس نے اپنے سوالات کا رخ بدلا اور اصل مقصد کی طرف آ گیا۔

''کیا یہ غلط ہے کہ شادی سے قبل تم عیاشی کی خاطر ہر رات ایک نئی عورت یا لڑکی کو اپنے مکان پر لایا کرتے تھے؟''

میں نے کوئی جواب دینے کی بجائے سر جھکا لیا۔

''تمہاری خاموشی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کچھ میں نے کہا وہ غلط نہیں ہے۔''

عدالت میں آنے کا یہ میرا پہلا موقع تھا' میں بری طرح نروس ہو چکا تھا۔ مجھ سے بولا نہیں جا رہا تھا چنانچہ میں بدستور خاموش رہا۔

''کملا بھی یقیناً ان لڑکیوں میں سے ایک رہی ہو گی جسے تم پہلے بہلا پھسلا کر اپنے گھر لائے پھر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اور بعد میں جب تمہیں اس بات کا خطرہ پیدا ہوا کہ کملا کا بیان تمہیں ایک لمبی سزا کا مستحق قرار دے سکتا ہے تو تم اسے چوپاٹی لے گئے جہاں اسے گلا گھونٹ کر جان سے مار ڈالا۔ بولو! کیا تم اس بات سے انکار کر سکو گے؟''

مجھے اس سوال کی توقع تھی اور اس سوال کے مناسب جواب پر میری زندگی اور موت کا انحصار تھا۔ یہ سوال کچھ ایسے چونکا دینے والے انداز میں کیا گیا کہ میں پہلے تو سٹپٹا گیا۔ میں ایک لمحے خاموش رہا کہ عدالت میں کیا اعتراف کروں مگر میری مزید خاموشی خطرناک صورت حال پیدا کر سکتی تھی۔ کلن خاں نے میرے ماضی کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔ کملا کے قتل سے میرا بچاؤ مجھے ناممکن سا لگ رہا تھا۔ سو میں نے ہارے ہوئے جواری کی طرح سر جھکا کر کہا۔

''میں کسی بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں میرے ذاتی ارادے کا کوئی

دخل نہیں تھا۔'' میں نے اپنے منتشر حواس پر قابو پانے کی کوشش کی اور طے کئے ہوئے منصوبے کے تحت ٹھہری ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''کیا تم عدالت کو یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ کملا کے قتل اور رحمت علی کو جان سے مار ڈالنے کی سازش میں تمہارے ساتھ کچھ اور بھی جرائم پیشہ افراد شامل تھے؟''

''نہیں۔'' میں نے نظر اٹھا کر عدالت میں بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا پھر بولا۔ ''میرے ساتھ کوئی دوسرا شخص شریک نہیں تھا۔''

''پھر تم نے کملا کو کس کے کہنے پر قتل کیا تھا؟'' سرکاری وکیل نے تیزی سے پوچھا۔

''مجھے کملا کو مارنے کے لئے انکا نے مجبور کیا تھا۔'' میں نے بڑی صفائی سے جواب دیا۔

''انکا۔ یہ کون ہے؟''

''وہی جس نے رحمت علی کے قتل کی سازش میں مجھے پھنسا دیا ہے۔''

''لیکن وہ ہے کون......؟'' سرکاری وکیل نے بگڑے ہوئے تیور سے دریافت کیا۔

''آپ یقین نہیں کریں گے' وہ ایک پُراسرار وجود ہے۔'' میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ پھر کملا کے قتل سے لے کر اپنی گرفتاری تک کے تمام واقعات دہرا ڈالے۔ نرگس کے منگیتر کے قتل کا اعتراف اس موقع پر مناسب نہیں تھا۔ اپنی دولت کے متعلق بھی میں بہت سے حقائق گول کر گیا۔

میرا بیان ختم ہوا تو عدالت میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ ہر شخص مجھے یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا جیسے خود میرا وجود بھی ان کے لئے کوئی پُراسرار اہمیت کا حامل تھا۔ چند ساعت تک سرکاری وکیل میرے چہرے کو تکتا رہا پھر اونچی آواز میں بولا۔

''مسٹر جمیل۔ تم نے جس صفائی سے ایک خوبصورت کہانی بنائی ہے اس کی داد دی جا سکتی ہے۔ اس طرح تم خود کو دیوانہ اور پاگل ثابت کر کے عدالت سے رحم طلب کرنا چاہتے ہو۔''

''آپ جو چاہیں نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں' میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ میں نے جو کچھ بھی انکا کے بارے میں کہا ہے' اس کا ایک ایک حرف صداقت پر مبنی ہے۔'' میں اب سنبھل کر بول رہا تھا۔

''کیا اس وقت بھی انکا تمہارے سر پر مسلط ہے؟''

''جی نہیں۔''

''تم نے اسے کس حیثیت سے محسوس کیا ہے؟''

''ایک خوبصورت' جوان اور حسین و جمیل لڑکی کی صورت میں جس کا وجود صرف اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے کہ اسے انسانی خون فراہم ہوتا رہے۔ مجھے معلوم ہے کہ کوئی بھی اس دور میں ایسے پُراسرار وجود پر یقین نہیں کرے گا مگر میں حلفیہ آپ سے سچ کہہ رہا ہوں۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"خوب، گویا تم نے محض انکا کے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر اس کی فرمائش پر کملا کو قتل کیا تھا۔" وکیل کے لہجے میں طنز اور تمسخر تھا۔

"ہاں! اگر میں ایسا نہ کرتا تو انکا یقیناً مجھے کسی مصیبت میں پھنسا دیتی۔ میں اس کی پُراسرار قوت کے کرشموں کو دیکھ چکا تھا اس لئے اس کے اشارے پر چلنے پر مجبور تھا۔"

"رحمت علی کے قتل کے سلسلے میں بھی کیا تم انکا کے پُراسرار وجود کو موردِ الزام ٹھہرانے کی کوشش کرو گے؟" سرکاری وکیل نے تلخ آواز میں سوال کیا۔

"ہاں! مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ انکا ہی کی شرارت ہے۔"

"می لارڈ" سرکاری وکیل نے عدالت کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "مجرم جمیل احمد خان عدالت کے روبرو کھڑا قاتل ہونے کا اقرار کر چکا ہے۔ اس کے پاس چونکہ پولیس کی طرف سے پیش کئے جانے والے ٹھوس ثبوت اور گواہوں سے بچنے کا کوئی اور مؤثر طریقہ نہ تھا اس لئے مجرم ایک فرضی پُراسرار وجود کی آڑ لے کر خود کو عدالت کی نظروں میں رحم کا مستحق ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں عدالت عالیہ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجرم کو کسی رعایت اور ہمدردی کا مستحق نہ سمجھا جائے۔ انکا کا نام اور وجود محض فرضی ہے اور مجرم کے ذہن کی اختراع ہے کوئی بھی سنجیدہ شخص ان بے سروپا داستانوں پر یقین نہیں کر سکتا۔

"مجرم جمیل احمد خاں نے کملا کے قتل کا اقرار کرنے کے بعد محض اپنے بیان میں زور پیدا کرنے کی خاطر رحمت علی کی موت کا ذمہ دار ہونے سے انکار کیا ہے جبکہ کلن خاں رنگے ہاتھوں موقع پر گرفتار ہوا ہے اور اس نے اس بات کا اقرار بھی کر لیا ہے کہ رحمت علی کا قتل گو کہ اس کے ہاتھوں ہوا لیکن قتل کی اس سازش میں مجرم جمیل احمد خان بھی برابر کا ذمے دار ہے کیونکہ اس نے قاتل کلن خاں کو دس ہزار روپے محض اس لئے دیے کہ رحمت علی جو کملا کے سلسلے میں واحد خطرہ تھا' درمیان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہٹا دیا جائے۔

"پولیس کے فراہم کردہ ثبوت اور گواہوں کے بیانات کی روشنی میں' میں عدالت عالیہ سے پُرزور درخواست کرتا ہوں کہ مجرم جمیل احمد خان کو پھانسی کا حکم دیا جائے۔"

سرکاری وکیل نے اپنی پُرجوش تقریر ختم کی تو میرے تینوں وکیل اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے سرکاری وکیل کے مشورے پر شدید اعتراض کئے۔ انہوں نے مجھے ہر طریقے سے بچانے کی کوشش کی اور ان دس ہزار روپوں کے بارے میں بحث کی کہ وہ کلن خاں کو کب، کہاں اور کس بینک میں ادا کئے گئے تھے۔ میرے وکیلوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ قتل کا اصل سبب کیا ہے۔ انہوں نے طویل بحث و مباحثہ کے بعد عدالت کو یہ باور کرنے پر مجبور کیا کہ میری ذہنی حالت ابھی ٹھیک نہیں ہے' حالات نے

میرے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا ہے جس کی وجہ سے میں ادھر ادھر کی ہانک رہا ہوں چنانچہ سب سے پہلے کسی ماہر ڈاکٹر سے میری ذہنی کیفیت کا باقاعدہ معائنہ کرایا جائے اس کے بعد کوئی نتیجہ اخذ کیا جائے۔

میں ایک خاموش تماشائی کی طرح چپ چاپ کھڑا اپنے وکیلوں کے پیش کردہ دلائل سنتا رہا اور دل ہی دل میں حالات کی اس ستم ظریفی پر ماتم کرتا رہا جس نے مجھے ایک عجیب اور مضحکہ خیز چویشن سے دوچار کر دیا تھا۔ ایک بار تو میرے دل میں آئی کہ میں انکا کے وجود سے انکار کر کے اقبال جرم کر لوں اور پھانسی کے پھندے کو خوشی خوشی اپنے گلے میں ڈال لوں تاکہ اس زندگی سے چھٹکارا مل جائے جو میرے لئے جہنم زار بن چکی تھی لیکن نرگس کے خیال نے مجھے اس خطرناک ارادے سے باز رکھا۔

سرکاری وکیل اور میرے وکیلوں کے درمیان کافی دیر تک گرما گرم بحث ہوتی رہی۔ پھر عدالت نے میرے وکلاء سے اتفاق کرتے ہوئے یہ حکم سنا دیا کہ پہلے مجھے ماہرین کے پورے بورڈ کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اس بات کی تصدیق ہو سکے کہ میں کسی ذہنی فتور میں مبتلا ہوں یا جان بوجھ کر دیوانگی کی باتیں کر رہا ہوں۔ اس کے بعد کیس دوسری تاریخ کو پیش کیا جائے۔ دوسرے ہی دن مجھے ایک میڈیکل بورڈ کے سامنے پیش کر دیا گیا جو تین ڈاکٹروں پر مشتمل تھا۔ ان تینوں میں سے ایک پارسی ڈاکٹر کاؤس جی میرا شناسا بھی تھا لیکن میں نے دیدہ دانستہ بقیہ ڈاکٹروں کی موجودگی میں اس سے اپنی واقفیت کا اظہار مناسب نہ سمجھا۔

پانچ چھ گھنٹے تک مجھے ان ڈاکٹروں نے الجھائے رکھا۔ ماہرین دماغ نے قسم قسم کے آلات کے ذریعے میری دماغی حالت کا جائزہ لیا۔ اس دوران وہ اپنے معائنے کے نتائج بھی علیحدہ علیحدہ کاغذوں پر درج کرتے جا رہے تھے۔ پھر جب مجھے ان آلات سے چھٹکارا ملا تو ماہرین نے مجھ سے مختلف نوعیت کے سوالات کئے جن کا جواب میں بڑے صبر و تحمل سے دیتا رہا۔ آخر میں' میں نے ان تینوں ڈاکٹروں کو بھی یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ میری ذہنی حالت بالکل ٹھیک ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جو کچھ میں نے انکا کے پُراسرار وجود کے بارے میں کہا ہے' وہ بھی غلط نہیں ہے۔

ماہرین نے میری حالت کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کیا تھا اس کا علم مجھے دوسری پیشی پر ہو گیا۔ مجھے ذہنی طور پر قطعی تندرست بتایا گیا تھا چنانچہ مقدمے کی کارروائی از سرِنو شروع ہوئی۔ میرے تینوں وکیلوں نے مجھے بچانے کی جان توڑ کوشش کی لیکن اس عرصے میں پولیس والوں نے دو چار اور ثبوت بھی ایسے پیش کر دیے جن کے آگے میرے وکلا کی ایک نہ چلی۔ جہاں تک میرا تعلق تھا میں اپنے اسی بیان پر قائم تھا کہ کملا اور رحمت علی کے قتل میں انکا کی پُراسرار قوت کا دخل ہے۔

مقدمے کی پیشیاں چار ماہ تک ہوتی رہیں۔ اس عرصے میں نرگس نے متعدد بار مجھ سے ملاقات کی۔ مجھے یقین دلایا کہ وہ اپنے ذرائع بھی استعمال کر رہی ہے اور اسے میرے بچ جانے کی قوی امید ہے۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

لیکن اس کی یہ خوش فہمی بھی زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکی۔ مقدمے کا فیصلہ میرے خلاف سنا دیا گیا۔ مقدمے کو پیچیدہ اور مبہم کرنے کی کوشش میں میرے وکیل صرف اس قدر کامیاب ہوئے کہ عدالت نے میرے ساتھ رعایت کر دی اور پھانسی کے بجائے مجھے چودہ سال قید بامشقت کی سزا سنا دی۔ جس روز میرے مقدمے کا فیصلہ ہونے والا تھا اس روز نرگس بھی عدالت میں موجود تھی۔ اسے امید تھی کہ میں بچ جاؤں گا لیکن جس وقت مجھے سزا کا حکم سنایا گیا' نرگس کی حالت یکدم غیر ہوگئی۔ میں نے اسے دلاسا دینا چاہا تو جابر سپاہیوں نے مجھے اس کی اجازت نہ دی اور مجھے قیدیوں والی لاری میں ٹھونس کر جیل پہنچا دیا گیا۔

جس قید خانے میں مجھے رات گزارنی پڑی تھی وہاں عموماً خطرناک قیدیوں کو بند کیا جاتا تھا۔ دن بھر مجھے سنتری کولہو کے بیل کی طرح جوتے رکھتے اور رات کو مجھے دوبارہ اسی کال کوٹھری میں لا کر بند کر دیا جاتا جہاں تنہائی میں' میں تمام رات رو رو کر گزار دیتا تھا اور دل ہی دل میں انکا کے پُراسرار وجود کو دل بھر کر گالیاں بکتا تھا جس نے مجھے مصیبت میں پھنسا دیا تھا اور خود نہ جانے کہاں غائب ہوگئی تھی۔ بہر حال مجھے اس بات پر مسرت بھی تھی کہ انکا نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہے اور جب میں اپنی قید پوری کر کے باہر جاؤں گا تو وہ مجھے دوبارہ جرم کرنے پر نہ اکسا سکے گی۔

جس روز مجھے سزا سنائی گئی تھی اس سے ساتویں روز نرگس مجھ سے ملنے کے لئے آئی۔ نہ جانے اس وفا شعار عورت نے کن کن مصیبتوں سے مجھ سے ملنے کی اجازت حاصل کی ہوگی۔ ہم دونوں آمنے سامنے آئے تو میں نے شرمندگی کے اظہار کے طور پر اپنی نظریں نیچی کر لیں۔ ایک مسلح سنتری برابر ہمارے سر پر مسلط تھا۔

"پریشان مت ہوں جمیل۔" نرگس نے مجھے رندھی ہوئی آواز میں دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ "میں نے وکیلوں سے مشورہ کر لیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اپیل میں آپ کی سزا کچھ کم ہو جائے۔"

"اپیل وغیرہ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا نرگس۔" میں نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا۔ "تم کہاں تک عدالتوں میں دھکے کھاتی پھرو گی۔"

"مایوسی کی بات کیوں کرتے ہیں آپ...... خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" نرگس جلدی سے بولی پھر اس نے کہا۔ "آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے ہر ہفتے آپ سے ملنے کی اجازت لے لی ہے۔"

"نرگس۔ ایک بات کہوں۔"

"کہئے۔ مگر اداس باتیں نہ کیجئے۔"

"میری مانو تو اب تم واپس اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ۔ یہاں رہ کر تمہیں مصیبت ہی ہوگی۔"

"کیا آپ کا دل چاہے گا کہ میں آپ سے دور ہو جاؤں۔"

نرگس نے بھیگی بھیگی پلکوں سے جس التجا آمیز انداز میں میری طرف دیکھا اس سے میرا دل تڑپ کر رہ گیا۔ ضبط کرنے کے باوجود میں بے اختیار رو پڑا۔

"آپ کو میری قسم جو روئے۔" نرگس نے جلدی سے کہا۔ "جب اچھے دن نہیں رہے تو برے دن بھی گزرتے دیر نہیں لگے گی۔ پھر یہ بھی تو سوچئے کہ آپ کو چھوڑ کر بھلا میں کہاں خوش رہ سکتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے نرگس کہ میں تمہیں کوئی سکھ نہ دے سکا۔"

"خدا کے لئے مجھے گنہگار نہ کیجئے۔ آپ جیسے بھی ہیں میرے ہیں۔"

ٹھیک دس منٹ بعد سنتری نے ہم دونوں کو علیحدہ ہونے کا حکم سنا دیا' اس لئے کہ ملاقات کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت میرے دل پر کیا گزاری اس کا اندازہ میرے سوا کوئی دوسرا نہیں لگا سکتا تھا۔ بہر حال میں چار و ناچار دل پر جبر کر کے واپس اپنی کال کوٹھری میں آ گیا جہاں ہر طرف ویرانی اور وحشت میری منتظر تھی۔

اس رات میں بے حد بے چین رہا اور نرگس کو یاد کر کے آنسو بہاتا رہا۔ کس وقت نیند کا غلبہ مجھ پر طاری ہوا مجھے کچھ یاد نہیں' ہاں اتنا ضرور یاد ہے کہ جب دوسری بار میری آنکھ کھلی تو اس وقت میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ شاید درد کی شدت ہی کی وجہ سے میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے فرش پر بچھے ہوئے کھردرے کمبل پر دوسری طرف کروٹ بدلی اور دوبارہ سونے کی کوشش کرنے کی غرض سے آنکھیں بند کر لیں مگر پھر فوراً ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس بار مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی شے میرے سر پر رینگ رہی ہو۔ پہلے تو میں یہی سمجھا کہ کوئی کیڑا مکوڑا ہوگا لیکن جب میں نے انکا کے پُراسرار وجود کو دوبارہ عالم تصور میں اپنے سر پر دیکھا تو جیل کی کال کوٹھری میں ہونے کے باوجود میں لرز کر رہ گیا۔

انکا جس نے مجھے جمشید کے قتل پر آمادہ کر کے میری زندگی کو ایک خطرناک راستے پر ڈال دیا تھا...... انکا جس نے مجھے بڑی بے سروسامانی کی حالت میں بمبئی آنے پر مجبور کیا تھا...... انکا جس نے بمبئی میں مجھے فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھایا تھا اور عیش ہی عیش کرائے تھے۔ انکا...... جس نے اپنے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر کملا جیسی خوبصورت اور حسین لڑکی کا قتل میرے ہاتھوں کرایا تھا۔ انکا جس نے نرگس سے میری شادی کرائی تھی۔ انکا جس نے مجھ سے خفا ہو کر رحمت علی کے قتل کے سلسلے میں مجھے چودہ سال کے لئے اپنی زندگی کی خوشیوں سے بہت دور جیل خانے میں لا ڈالا تھا۔ وہی انکا اس وقت میرے سر پر مسلط تھی۔

میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میرا دل چاہا کہ اچانک اپنا سر زور سے سنگلاخ دیوار سے ٹکراؤں کہ سر کے ساتھ ساتھ انکا کا منحوس وجود بھی پاش پاش ہو جائے لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں جانتا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تھا کہ میری اس حرکت سے انکا کو کوئی گزند نہ پہنچے گا البتہ نرگس زندہ درگور ہو جائے گی۔ چنانچہ میں دل مسوس کر رہ گیا۔ دوسری طرف انکا بڑے سکون اور آرام سے میرے سر پر براجمان تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ جاگ رہی ہے۔ اس کے چہرے پر زندگی کی ساری مسرتیں نمایاں ہیں۔ اس کی آنکھوں میں کامیابی کی چمک بڑی پُراسرار لگ رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھے مستقل گھورے جا رہی ہے ایسی نظروں سے جن میں طنز تھا۔

چند لمحے میں انکا کو محسوس کرتا رہا پھر میں نے سختی سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور دوبارہ کمبل پر لیٹ رہا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس کے ناپاک وجود سے کبھی ہم کلام نہ ہوں گا نہ ہی اس کے کہنے پر عمل کروں گا۔ وہ اگر میرے سر پر رہتی ہے تو رہا کرے۔ مجھے کیا۔ جب اسے انسانی خون کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ خود ہی میرا پیچھا چھوڑ دے گی۔ چودہ سال تک وہ بغیر خون پئے اپنے وجود کو برقرار نہیں رکھ سکتی تھی۔

ابھی میں یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ انکا رینگتی ہوئی میرے شانوں پر آ گئی پھر اس کی مانوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ ''جمیل صاحب۔ کیا نیند بہت زیادہ ستا رہی ہے؟''

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور آنکھیں بند کئے لیٹا رہا۔

''مجھ سے ناراض ہو۔ کیوں۔'' انکا نے دوبارہ سرگوشی کی پھر تھوڑے توقف کے بعد بولی۔ ''مجھے تمہارے اوپر ترس آ رہا ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس قید تنہائی سے نجات دلا سکتی ہوں لیکن شرط وہی پرانی ہوگی۔ کہو اب کیا خیال ہے۔''

''دفع ہو جاؤ۔'' میں تلملا کر اٹھ بیٹھا۔ ''مجھے تمہاری کوئی شرط منظور نہیں ہے۔''

''کیا چودہ سال تک یہیں رہنے کا فیصلہ کر چکے ہو۔''

''ہاں۔'' میں نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

''کیا تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ ان چودہ سالوں میں نرگس بے چاری پر کیا بیتے گی۔ اپنے لئے نہ سہی لیکن نرگس کے لئے تمہیں کچھ سوچنا چاہئے۔''

انکا نے نرگس کا ذکر چھیڑا تو میرا دل بھر آیا۔ زخم تازہ ہوئے تو میری آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ نرگس میری زندگی، میری جان۔ حالات کی ستم ظریفیوں نے مجھے اس سے کس قدر دور کر دیا تھا۔

''تم یہاں سے چھٹکارا حاصل کر لو تو بمبئی سے کہیں دور جا کر زندگی بسر کر سکتے ہو۔ نرگس کے ساتھ۔''

''لیکن یہاں سے بچاؤ کی کیا صورت ہوگی؟'' میں نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔ نرگس کے تذکرے نے میرے سارے فیصلوں کو درہم برہم کر ڈالا تھا۔

''میرے لئے کوئی بات بھی ناممکن نہیں۔ صرف تمہارے حکم کی دیر ہے۔ میں ایسے حالات پیدا کر دوں گی کہ تم یہاں سے بہ آسانی نکل سکتے ہو۔''

میں نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ انکا کے ساتھ از سرِ نو عہد کر لینے کی صورت میں مجھے اس کال کوٹھری سے چھٹکارا ابھی مل سکتا تھا اور میں نرگس کو ساتھ لے کر بمبئی سے کہیں دور دراز مقام پر فرار بھی ہو سکتا تھا لیکن میں یہ بات بھی بخوبی جانتا تھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا...؟

مجھے انکا کے لئے ہر ماہ ایک انسانی زندگی کو موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا اور پھر یہ بھی ممکن تھا کہ مجھے زندگی بھر خانہ بدوشوں کی طرح ایک شہر سے دوسرے شہر بھاگے بھاگے پھرنا پڑے اور ایک وقت ایسا بھی آ جائے جب دنیا میں کوئی جگہ بھی میرے لئے محفوظ نہ رہے۔

میں خاصی دیر تک انکا کی پیش کش کے بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے طیش میں آ کر اس سے رحمت علی کے قتل کے بارے میں پوچھا۔

''رحمت علی کو کس نے قتل کیا تھا؟''

''کلن خاں نے۔''

''اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ کلن خاں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا لیکن اس نے خوامخواہ میرا نام کیوں لیا تھا۔ میں نے اس حرامزادے کو پہلے کبھی دیکھا تک نہ تھا۔''

''یہ بات اس کے ذہن میں، میں نے بٹھائی تھی کہ وہ تمہارا نام لے دے۔ میں نے اسے تمہارے متعلق سب کچھ بتا دیا تھا۔''

''مگر تمہیں میرے ساتھ کیا پُرخاش تھی۔'' میں چڑ کر بولا۔

''تم نے چونکہ میرے ساتھ بدعہدی کی تھی اس لئے تمہیں تھوڑا سا سبق دینا ضروری تھا۔'' انکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''جس وقت تم ایس پی روی شنکر سے گفتگو کر رہے تھے اور اس نے کلن خاں کو بلایا تھا اس وقت میں کلن خاں کے سر پر موجود تھی۔ میں ایسا نہ کرتی تو وہ تمہیں شناخت نہ کر سکتا تھا۔ عدالت میں جس وقت وہ بیان دے رہا تھا اس وقت بھی میں اس کے سر پر مسلط تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ کوئی غلط بیان نہ دے بیٹھے۔ سو میں اس مقدمے میں ہر موقع پر اسے ہدایات دیتی رہی اور میں نے تمہارے ساتھ اتنی ہمدردی ضرور کی کہ تمہیں پھانسی سے بچوا دیا۔''

''ہمدردی۔'' میں نے کہا۔ ''اور تم نے مجھ سے خوب ہمدردی کی کہ مجھے اس کال کوٹھری تک پہنچوا دیا ''

''ہاں۔ اب اگر تم چاہو تو میں تمہیں یہاں سے نکلوا بھی سکتی ہوں۔'' انکا بڑی ڈھٹائی سے بولی۔

''اگر میں تم سے عہد کرنے سے انکار کر دوں تو؟'' میں یونہی پوچھ بیٹھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ تمہیں پورے چودہ سال تک اسی کال کوٹھری میں ایڑیاں رگڑنی پڑیں گی۔''

''کیا تم اس تمام مدت میں بغیر خون پئے اپنے وجود کو برقرار رکھ سکو گی۔''

''ناممکن ہے۔'' انکا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''مگر جمیل صاحب اطمینان رکھو میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ یہ سب تو میرے اوپر منحصر ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں یا نہیں۔ جب مجھے خون کی ضرورت پیش آئے گی تو میں کچھ دنوں کے لئے تم سے رخصت ہو جایا کروں گی اور دوبارہ پھر آ جاؤں گی۔''

''آخر تم میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتیں۔'' میں میں تنگ کر بولا۔

''یہ میری مرضی پر منحصر ہے جمیل صاحب۔''

انکا نے بے پروائی سے جواب دیا پھر وہ رینگتی ہوئی میرے سر پر چلی گئی اور بڑے آرام سے پاؤں پسار کر لیٹ گئی۔ میں اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی آسودہ مسکراہٹ کو محسوس کر رہا تھا۔ کتنا سکون تھا اس کے چہرے پر اور کس قدر حیات افزا مسکراہٹ کھیل رہی تھی اس کے ہونٹوں پر جو گلاب کی دو نازک پنکھڑیوں کی طرح مجھے سرخ سرخ نظر آ رہے تھے۔

''میں اب تمام زندگی تمہارے لئے کسی انسان کو قتل نہیں کروں گا۔ سنا تم نے۔'' انکا کی آنکھوں میں جھلکنے والے سکون کو دیکھ کر میں تلملا اٹھا لیکن انکا نے بدستور اسی بے پروائی سے جواب دیا۔

''نہ کرو کسی کو قتل۔ تمہارے اس ارادے سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''میں کہتا ہوں دفع ہو جاؤ تم۔ میرا سر تمہارے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔'' میں غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

''سو رہو جمیل صاحب۔ صبح آرام سے باتیں ہوں گی۔'' انکا نے ایک طویل جماہی لیتے ہوئے کہا۔ پھر بائیں کروٹ بدل کر بولی۔ ''ویسے اب مجھے تمہاری موجودہ حالت پر واقعی کچھ کچھ ترس بھی آ رہا ہے۔''

''اگر تمہیں مجھ سے ذرا بھی ہمدردی ہے تو خدا کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔''

''اچھا ایک بات بتاؤ۔'' انکا میری بات نظر انداز کر کے بولی۔ ''تمہیں پتھریلے فرش پر نیند کیسے آ جاتی ہے جبکہ تم ہمیشہ سے آرام پسند واقع ہوئے ہو۔''

میں ہونٹ کاٹ کر خاموش رہ گیا۔ جواب دینے کا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ انکا ایک ایسے پُراسرار وجود کا نام ہے جس کا میں کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ خاصی دیر تک خاموشی کے ساتھ عالم تصور میں انکا کو دیکھتا رہا جو بائیں کروٹ لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ کو سر کے نیچے بطور تکیہ رکھ

چھوڑا تھا اور اپنی نشیلی آنکھوں سے وہ برابر مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

معاً میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ انکا کی پُراسرار قوت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں۔ وقتی طور پر اسے شیشے میں اتار کر میں اپنا اُلو سیدھا کر سکتا تھا۔ بعد کی بات بعد میں دیکھی جاتی۔ لیکن قید خانے سے رہائی کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی چاہتا تھا کہ کسی طرح سے باعزت طور پر بچ جاؤں تاکہ مجھے مفرور مجرموں کی طرح پناہ گاہوں کی تلاش نہ رہے۔ بہت دیر تک میں اپنے منصوبے کو مختلف زاویوں سے ناپتا تولتا رہا پھر میں نے ایک سرد آہ بھر کر انکا کو مخاطب کیا۔

''مجھے اپنی ذات کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن نرگس غریب مفت میں میری وجہ سے ماری گئی۔''

''کیوں نرگس کو کیا ہوا۔''

''بہت خوب۔'' میں جل کر بولا۔ ''کیا اب بھی کچھ ہونا باقی رہ گیا۔''

''سمجھی! تمہیں یہ خیال ستا رہا ہے کہ وہ بمبئی جیسے ہنگاموں سے بھرپور شہر میں تنہا زندگی بسر کیسے کرے گی۔''

''ہاں۔'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''میں تمہارے ساتھ تھوڑی رعایت کر سکتی ہوں۔'' انکا نے اس بار قدرے سنجیدگی سے کہا۔ ''تم میرے لیے ہر ماہ نہیں تو کم از کم چار ماہ میں ایک انسانی جان کا خون فراہم کرنے کا وعدہ کر لو۔''

''میں یہ شرط ماننے کو تیار ہوں مگر یہاں سے رہائی کیوں کر ممکن ہو گی؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''یہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اتنے سنگین حالات سے دوچار ہونے کے بعد بھی تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہوا جمیل صاحب۔ میں تمہاری رہائی کے ہزاروں طریقے پیدا کر سکتی ہوں۔''

''مجھے علم ہے۔ مگر میں مفرور قیدی کی حیثیت سے یہاں سے بھاگنا پسند نہیں کروں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ تمہیں باعزت طور پر رہائی مل جائے لیکن اتنا یاد رکھو جمیل صاحب کہ اگر بعد میں تم نے بدعہدی کی تو پھر تم میرے عتاب سے کبھی نجات نہیں پا سکو گے۔''

''مجھے منظور ہے۔''

''یوں نہیں تمہیں نرگس کی قسم کھا کر وعدہ کرنا ہو گا کہ اپنے وعدے سے نہیں پھرو گے۔''

میں نے چار و ناچار نرگس کی جان کی قسم کھا کر وعدہ کر لیا کہ آئندہ کبھی اس سے بدعہدی نہیں کروں گا اور چار ماہ میں ایک انسان کا خون اسے ضرور فراہم کر دیا کروں گا۔ انکا میرے اس عمل پر بے حد خوش تھی۔ اسی خوشی میں وہ نصف رات تک مجھ سے دنیا جہان کی باتیں کرتی رہی پھر ہم دونوں ہی تھک کر سونے کے ارادے سے لیٹ رہے۔ گفتگو کے دوران میں نے انکا سے پوچھا بھی تھا کہ وہ میری رہائی کے لیے کون سا طریقہ اختیار کرے گی مگر اس نے یہی جواب دیا تھا کہ یہ سوچنا اس کا کام ہے مجھے بلاوجہ پریشان

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ہونے کی ضرورت نہیں۔

صبح میں جاگا تو یہ محسوس کر کے چکرا گیا کہ انکا میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ رات کے کس حصے میں وہ میرے سر سے رخصت ہوئی تھی مجھے اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ نہ ہی انکا نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ یوں اچانک چلی جائے گی۔ مجھے انکا کے اس طرح بغیر کچھ کہے سنے چلے جانے پر غصہ بھی آیا مگر میں یہ سوچ کر چپ ہو رہا کہ دیکھیں کہ وہ اب میری رہائی کے لیے کیا کرتی ہے۔

اس روز رہ رہ کر مجھے انکا کا خیال ستاتا رہا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ انکا ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گی لیکن اس دن وہ واپس نہیں لوٹی۔ دوسرا اور پھر تیسرا دن بھی انکا کے انتظار میں گزر گیا۔ چوتھے روز میں دوپہر کو بیٹھا دوسرے قیدیوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں مصروف تھا کہ سنتری میرے قریب آ کر بولا۔

"جلدی کھا چکو، جیلر صاحب تمہیں بلا رہے ہیں۔"

"کیا انہیں مجھ سے کوئی خاص کام ہے؟" میں نے یوں ہی بے خیالی میں پوچھا۔

"واہ بیٹا۔" سنتری نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ابے تُو تو ایسے پوچھ رہا ہے جیسے جیلر صاحب تیرے مشورے ہی کے بھوکے ہیں! کھال میں رہو بیٹا ورنہ چمڑی ادھیڑ کے رکھ دوں گا۔"

میں نے جواب دینے کے بجائے خاموشی سے جلدی جلدی الٹے سیدھے ہاتھ چلانا شروع کر دیئے اور کچے پکے کھانے کو زہر مار کر کے پانی پیا اور اٹھ کر سنتری کے ہمراہ ہولیا۔ پانچ منٹ بعد میں جیلر کے سامنے کھڑا تھا۔

"جانتے ہو میں نے تمہیں کس لئے بلایا ہے؟" جیلر نے مجھے سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"جی نہیں جناب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری بیوی نے سابقہ مقدمے میں ہونے والے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی ہے۔"

میں خاموش رہا تو جیلر نے کچھ توقف کے بعد دوبارہ کہا۔

"کلن خاں نے تمہیں کملا اور رحمت علی کے قتل میں پھنسوانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"یہ تو وہی بہتر بتا سکتا ہے حضور!" میں نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

"لیکن بعد میں تو تم نے خود بھی کملا کے سلسلے میں اقرار کر لیا تھا۔"

"میرے پاس اس کے سوا کوئی اور راستہ جو نہ تھا۔"

"یہ انکا کا کیا قصہ ہے؟" جیلر نے میز سے ایک سگار اٹھا کر جلاتے ہوئے پوچھا۔

"انکا ایک پُراسرار شخصیت کا نام ہے جناب!" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا پھر جیلر کے اصرار پر میں نے انکا کے کچھ واقعات بھی اسے بتا دیئے۔

"کیا یہ غلط نہیں ہے کہ تم نے ایک فرضی کہانی گھڑ کر خود کو بچانے کی کوشش کی تھی؟"

اس بار میں نے کوئی جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور سر جھکائے خاموش کھڑا رہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم ایک باعزت آدمی ثابت ہوئے۔" جیلر نے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ "کلن خاں نے اس بات کا تحریری طور پر اقرار کر لیا ہے کہ اس نے غلط بیانی سے کام لے کر تمہیں کملا اور رحمت علی کے سلسلے میں پھنسوانے کی کوشش کی تھی۔"

"جی۔" میں جیلر کا جملہ سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"گھبراؤ نہیں کلن خاں کا تحریری بیان میرے پاس محفوظ ہے جو اپیل میں یقیناً تمہارے لئے کارآمد ثابت ہوگا۔"

"کملا کے قتل کے سلسلے میں اس نے کیا بتایا ہے جناب؟" میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"کملا کو وہ اپنے لئے مخصوص کر کے اس کے ذریعے دولت کمانے کے خواب دیکھ رہا تھا مگر جب کملا نے انکار کر دیا تو کلن خاں نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔"

جیلر مجھے ایک ایسی بات بتا رہا تھا جو ناقابل یقین تھی۔ اس لئے کہ کملا کو خود میں نے اپنے ہاتھوں قتل کیا تھا۔ میں حیران و ششدر کھڑا جیلر کے چہرے کو تکے جا رہا تھا۔ کلن خاں نے رحمت علی کو قتل کیا تھا یہ بات میرے علم میں بھی تھی لیکن کملا کے قتل کو اس نے کیوں اپنے سر لے لیا یہ بات فوری طور پر میری سمجھ میں نہ آ سکی۔ مجھے جیلر کی باتوں پر کچھ اتنی حیرت ہوئی تھی کہ میں تھوڑی دیر کے لئے انکا کو بھی بھول گیا تھا۔

"کلن خاں کے بیان کے بعد بھی میں تمہیں ایک عام قیدی سمجھنے پر مجبور ہوں تاوقتیکہ تمہاری بیوی کی دائر کردہ اپیل کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ بہرحال میں تمہارے ساتھ یہ رعایت ضرور کر سکتا ہوں کہ کل سے تمہیں کوئی سخت کام نہ دیا جائے۔"

"میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں جناب۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اب جا سکتے ہو۔ میں آج ہی سنتریوں کو تمہارے سلسلے میں مزید ہدایت جاری کر دوں گا۔"

"شکریہ جناب۔" میں نے بڑے ادب سے جیلر کو سلام کیا اور الٹے قدموں باہر آ گیا۔

رات کو میں اپنی کال کوٹھری میں پہنچا تو میرا دل آنے والی خوشیوں سے سرشار تھا۔ مجھے یقین تھا کہ انکا مجھے قید سے ضرور نجات دلا دے گی۔ جس کے بعد میں نرگس کے ساتھ چین کی بنسری بجا سکوں گا مگر

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جہاں مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ کلن خاں کا تحریری بیان مجھے باعزت طور پر رہائی دلا دے گا وہاں میں اس بات پر بھی بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ آئندہ کے لئے مجھے انکا کے سلسلے میں کیا رویہ اختیار کرنا ہوگا اور میں کیوں کر اس سے نجات حاصل کر سکوں گا؟

بہر حال میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ قید خانے سے رہائی حاصل ہوتے ہی سب سے پہلے انکا کے وجود سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا خواہ اس کا انجام کتنا ہی بھیانک کیوں نہ ہو!!

میں اپنی کال کوٹھری میں پتھریلے فرش پر لیٹا ان باتوں پر غور کر رہا تھا جو مجھے جیلر نے بتائی تھیں۔ یہ بات تو مجھے بھی معلوم تھی کہ نرگس نے میری سزا کے خلاف اپیل دائر کر دی ہے۔ اس کا تذکرہ مجھ سے نرگس پہلے ہی کر چکی تھی لیکن یہ بات کہ کلن خاں نے تحریری طور پر کملا کو قتل کرنے کا اعتراف کر لیا ہے، میرے لئے واقعی تعجب خیز تھی اس لئے کہ کملا کو میں نے اپنے ہاتھوں سے چوپاٹی کے ویران ساحل پر بڑی بے دردی کے ساتھ گلا گھونٹ کر مارا تھا۔ ایک طرف تو میرا ذہن کلن خاں کے تحریری بیان میں الجھا ہوا تھا اور دوسری طرف مجھے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ اب میں بہت جلد رہا ہو جاؤں گا لیکن ان دو باتوں کے علاوہ ایک تیسری فکر بھی میرے ذہن پر سوار تھی اور وہ تھی انکا کی پُراسرار شخصیت۔

انکا ایک پُراسرار وجود۔ ایک ایسا عجیب و غریب وجود جسے میں نہ دیکھ سکتا تھا اور نہ میں اسے سرے سے بے دخل کر سکتا تھا۔ وہ وجود جو ایک خوبصورت نسوانی پیکر لئے میرے تصور میں ابھرتا تھا جس کے جسم کے نشیب و فراز میں اپنے سر پر محسوس کرتا تھا۔ اس پُراسرار ہستی نے میرے سر پر قبضہ کر کے مجھے بالکل بے بس کر دیا تھا۔ وہی انکا اب کئی پُراسرار تماشے دکھانے کے بعد ایک اور کھیل کھیل رہی تھی۔

میں نے انکا سے یہ وعدہ ضرور کر لیا تھا کہ میں اس کے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ہر چار ماہ بعد اسے ایک ہٹے کٹے انسان کا خون فراہم کروں گا لیکن سچ پوچھئے تو میں نے یہ وعدہ محض جیل سے گلوخلاصی حاصل کرنے اور نرگس کی پریشانیوں کے باعث کر لیا تھا ورنہ حقیقت بالکل اس کے برعکس تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جیل سے رہائی حاصل کرتے ہی میں انکا کے پُراسرار وجود سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور تلاش کروں گا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری بدنیتی انکا سے مخفی نہ رہے گی لیکن مجھے انکا سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کسی طور تو سوچنا تھا۔ میں خود کو انکا کے رحم و کرم پر قطعاً نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

تمام رات یوں ہی ذہنی جمناسٹک کرتا رہا۔ مجھے کب نیند آئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا، مجھے اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ صبح جب سنتری نے مجھے جگایا تو میرے سر میں ہلکا ہلکا درد ہو رہا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ میں رات دیر تک جاگتا رہا تھا لیکن سنتری کی خوفناک مونچھوں اور اس کے بھیانک چہرے پر

نظر پڑتے ہی میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسری صورت میں ممکن تھا کہ وہ اپنے وزنی بوٹوں کی ٹھوکر سے میری خیریت دریافت کر بیٹھتا جیسا کہ وہ پہلے کئی بار میری کمر دوہری کر چکا تھا۔ خطرناک قسم کے قیدیوں کے ساتھ جیل خانے کے سنتریوں کا رویہ کچھ ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ اس سے پہلے کہ سنتری مجھے اٹھانے کے لئے جارحانہ قسم کے آزمودہ نسخے کا مظاہرہ کرتا میں خود اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیوں بے۔ کیا آج تیرا چائے پانی کو دل نہیں کر رہا۔" سنتری نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے مجھے ٹیڑھی نظروں سے گھورا تو میری روح فنا ہو گئی۔ میں نے تھوک نگل کر جلدی سے کہا۔

"معاف کر دو سنتری جی۔ آئندہ کبھی دیر سے نہیں اٹھوں گا۔"

"دیر سے اٹھے گا تو چمڑی نہ ادھیڑ کے رکھ دوں گا۔ سالے پندرہ سال ہو گئے مجھے تم جیسوں سے نمٹتے ہوئے۔ بڑے بڑے سورماؤں کو اٹینشن کر کے رکھ دیا ہے..... تو کیا بیچتا ہے۔"

"غلطی ہو گئی سنتری صاحب۔" میں سہمی ہوئی آواز میں بولا۔ "رات آنکھ دیر سے لگی تھی اس لئے......"

"بند کر بکواس۔" سنتری میرا جملہ درمیان سے اچک کر غرایا۔ "استادوں سے داؤ کر رہا ہے۔ چل..... سیدھی طرح اگل دے کہ تو کل اپنے جیلر صاحب سے کیوں ملا تھا۔"

"میں ان سے خود نہیں ملا بلکہ جیلر صاحب نے مجھے ایک اشد ضروری کام سے بلایا تھا۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ ظاہر ہے کہ کلن خاں کے تحریری بیان کے سلسلے میں میرا کسی اور سے کچھ کہنا دانش مندی کے منافی تھا۔ اس لئے میں نے سنتری کو گول مول جواب دیا۔ مگر میرا جواب سن کر اس ظالم نے مجھے جن خونخوار نظروں سے گھورا اس میں رحم کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ چند لمحوں تک وہ مجھے بے رحم نظروں سے گھورتا رہا پھر خشک لہجے میں بولا۔

"سیدھی طرح نہیں بتاؤ گے خاں صاحب! تم گئے تھے یا جیلر صاحب نے بلایا تھا۔"

"یہ بات نہیں ہے سنتری جی۔ مجھے جیلر صاحب نے ہی بلایا تھا۔" میں نے جلدی سے بات بنائی۔ "جیلر صاحب نے مجھے منع کیا تھا کہ جو باتیں میرے اور ان کے درمیان ہوئی ہیں ان کا تذکرہ کسی اور سے نہ کروں۔"

"مجھے سب خبر ہے۔" سنتری نے مجھے ایک گندی سی گالی بکتے ہوئے کہا۔ "تو نے ضرور اپنے باپ سے یہی کہا ہوگا کہ ہم تجھے پورا چائے پانی نہیں دیتے۔ کیوں ہے نا..... یہی بات۔"

"خدا کی قسم سنتری جی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر سوچ لو خاں صاحب!" سنتری کرخت آواز میں بولا۔ "اگر یہ سچ ہے تو ہم تمہاری ساری خان صاحبی نکال کر رکھ دیں گے۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میرے پاس اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ میں سنتری کو وہ تمام باتیں بتادوں جو میرے اور جیلر کے درمیان ہوئی تھیں۔ جتنی دیر میں اسے تفصیل بتاتا رہا وہ اپنی خونخوار نظروں سے مجھے یوں گھورتا رہا جیسے میرے بیان کی صداقت کو اپنی آنکھوں میں تیرتی ہوئی سرخی سے جانچ رہا ہو۔ پھر جب خاموش ہوا تو وہ کچھ دیر بعد مسکرا کر بولا۔

"مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ شہباز علی کی شکایت کرنے والا اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ سنتری شہباز علی یہی اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ میں جیلر سے کس سلسلے میں ملا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے مجبوراً اس ناشتے کو زہر مار کیا جو معمول کے مطابق جنگلوں کے ذریعے اندر زمین پر رکھ دیا جاتا تھا۔ میں ابھی تک انکا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ابھی میں ناشتے سے فارغ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ دوسرا سنتری آیا جو مجھے جانوروں کی طرح دوسرے قیدیوں کے ساتھ ہنکا کر اس کھلے میدان میں لے آیا جہاں بڑے بڑے پتھروں کو توڑنے کا کام ہمارے سپرد تھا۔ یہاں پر سپاہیوں کا مسلح دستہ ہر وقت ہمارے سروں پر مسلط رہتا تھا۔ میں نے میدان میں آ کر خاموشی سے ایک ہتھوڑا اٹھایا اور ایک طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ تین فیتے والے ایک سپاہی نے میرے قریب آ کر نفرت سے کہا۔

"آج تم سے پتھر توڑنے کا کام نہیں لیا جائے گا۔"

"پھر!"

"تم آج باقی حرام خوروں کی نگرانی کرو گے۔ جیلر صاحب کا حکم ہے۔"

جس انداز میں مجھے اس رعایت کا حکم سنایا گیا تھا وہ بہت تحقیر آمیز تھا لیکن کرتا تو کیا کرتا۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور قیدیوں کی نگرانی کرنے لگا جو پتھر توڑنے میں مصروف تھے۔

دو روز اسی طرح گزر گئے۔ اس عرصے میں نہ تو نرگس ہی مجھ سے ملنے آئی اور نہ ہی انکا واپس لوٹی تھی۔ ان دونوں کی راہ تکتے تکتے میرے دل کی جو حالت تھی اس کا اندازہ کچھ میں ہی کر سکتا تھا لیکن تیسرے روز مجھے انتظار کا کرب نہیں جھیلنا پڑا۔ نرگس مجھ سے ملنے آ گئی تھی۔ جب میں اس سے ملنے کے لئے ملاقات کرنے والے کمرے میں گیا تو وہ بڑی مضطرب حالت میں ٹہل رہی تھی مجھے دیکھتے ہی اس کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ وہ تیزی سے لپکتی ہوئی آہنی سلاخوں کی دوسری جانب میرے قریب آ گئی۔ اس کی پلکوں سے آنسوؤں کے قطرے جھلملا رہے تھے مگر میں جانتا تھا کہ وہ کون سے آنسو ہیں۔

"جمیل خدا نے ہماری سن لی۔ اب ہماری پریشانی کے دن بہت جلد ختم ہونے والے ہیں۔" نرگس کی آواز خوشی کے جذبے سے کانپ رہی تھی۔

"مجھے معلوم ہے کلن خاں نے کیا بیان دیا ہے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا......؟"

"مجھے جیلر نے سب کچھ بتا دیا ہے۔" میں نے تفصیل دہراتے ہوئے کہا۔ "اپیل کی تاریخ کب پڑ رہی ہے......؟"

"پرسوں۔" نرگس سرشار لہجے میں بولی۔ "خدا نے چاہا تو آپ پہلی دوسری پیشی پر ہی چھوٹ جائیں گے۔"

"یہ سب تمہاری دعاؤں کا اثر ہے نرگس، مگر جانتی ہو کہ کلن خاں نے کملا کا جرم اپنے سر کیوں لے لیا.....؟"

"میں تو اسے بھی خداوند کریم کی مہربانی سمجھتی ہوں جس نے اس سنگ دل کا دماغ پلٹ دیا ورنہ اپنی دانست میں تو اس نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ حیرت ہے اتنی جلدی یہ سب ہو گیا۔"

"یہ سب انکا کا کرم ہے نرگس۔" میں نے کہا۔

"انکا کا کرم! کیا مطلب؟" نرگس نے چونک کر پوچھا۔ پھر میرے چہرے کو حیرت سے گھورتے ہوئے بولی۔ "کیا انکا پھر آپ کے سر پر آ گئی ہے۔"

"میں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ حالات سے مجبور ہو کر کیا ہے۔" میں نے پیار سے نرگس کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ پھر وہ تمام باتیں نرگس کو بتا دیں جو میرے اور انکا کے درمیان ہو چکی تھیں۔

"تو کیا آپ پھر اسی مصیبت میں گرفتار ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟" نرگس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"نہیں میری نرگس۔ ایسا بالکل نہیں ہے۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے جواب دیا۔ "انکا سے میں یہاں سے گلو خلاصی کے لئے کچھ نہ کچھ وعدہ تو ضرور کرتا۔ پہلے یہاں سے چھٹکارا ملے اس کے بعد انکا کے بارے میں غور کریں گے۔"

"لیکن آخر اس سے چھٹکارے کی کیا صورت ہو گی۔"

"فی الحال میرے ذہن میں کوئی اسکیم نہیں ہے لیکن رہائی کے بعد کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔"

"کیا آپ کے خیال میں کلن خاں نے انکا کی پُراسرار قوت کی وجہ سے وہ بیان دیا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔ "وہ حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے۔"

نرگس انکا کا ذکر سن کر اداس ہو گئی۔ انکا کے تذکرے نے اس کے چہرے کی ساری شادابی جیسے چھین لی تھی۔ کچھ دیر تک وہ کسی سوچ میں غرق رہی پھر بولی۔

"میرے بس میں ہوتا تو میں اپنی جان دے کر آپ کو انکا کے ناپاک وجود سے نجات دلاتی۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"خدارا ایسی باتیں مت کرو نرگس۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ملاقات کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ ہمارے درمیان زیادہ باتیں نہ ہو سکیں لیکن نرگس نے چلتے چلتے کہا تھا کہ وہ اپنی سی کوشش کر کے میرے لئے ضرور کسی بزرگ سے تعویذ حاصل کرے گی۔ جب تک نرگس میری نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی میں کٹہرے سے لگا کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد تھکے تھکے قدم اٹھاتا ملاقاتی کمرے سے باہر آیا اور اپنی ڈیوٹی میں مصروف ہو گیا۔

نرگس سے ملاقات کے بعد میرے اضطراب میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ میں ہمہ وقت نرگس کے بارے میں سوچتا رہتا جو محض میری خاطر تنہا اتنی ساری پریشانیاں جھیل رہی تھی۔ اگر وہ نہ ہوتی تو شاید میں اس جیل سے باہر جانا خود بھی پسند نہیں کرتا۔ میرے اضطراب کی دوسری وجہ انکا کی پُراسرار ذات تھی جو کسی جونک کی طرح مجھ سے چمٹ کر رہ گئی تھی۔ جس نے میری زندگی کو اتنی اذیتوں سے دوچار کیا تھا۔ میری حالت منجدھار میں پھنسے ہوئے اس شخص سے مختلف نہ تھی جسے موجوں کے تھپیڑے کنارے تک بھی پہنچا سکتے تھے اور بادِ مخالف کے جھونکے غرقِ آب بھی کر سکتے تھے۔

اگلے روز میں اسی امید و بیم کی کیفیت سے دوچار رہا لیکن دوسرے روز جب مجھے یہ پتا چلا کہ مجھے آج نرگس کی دائر کردہ اپیل کے سلسلے میں حاضرِ عدالت ہونا ہے تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب میں جیل کی گاڑی میں بیٹھ کر عدالت میں پہنچا تو میری وفا شعار بیوی وہاں پہلے ہی سے اپنے وکیل کے ساتھ موجود تھی۔

گاڑی سے اترتے وقت اس نے دور ہی سے مجھے مسکراتی نظروں سے خوش آمدید کہا تو میری ساری تکان دور ہو گئی۔

عدالت میں کلن خاں بھی موجود تھا۔ دوپہر کے بعد ہمارا کیس پیش ہوا۔ پہلے میرے وکیل نے جج کو مخاطب کر کے مختصراً کیس کی نوعیت بتائی پھر پولیس کے گواہ پیش ہوئے اور ان کے بعد کلن خاں کو کٹہرے میں طلب کیا گیا۔ کلن خاں کو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا لیکن آج وہ کروفر مجھے اس کے چہرے پر نظر نہ آیا جو پہلی بار میں نے اس کے خطرناک چہرے پر پایا تھا۔ آج وہ بھیگی بلی بنا ہوا تھا۔ پولیس کی طرف سے وہ بیان پیش کیا گیا جس میں کلن خاں نے تحریری طور پر اس بات کا اقرار کیا تھا کہ کملا اور رحمت علی دونوں کو اسی نے قتل کیا ہے۔

ایک سوال کے جواب میں اس نے عدالت کو بتایا کہ ان دونوں کے قتل کے سلسلے میں اس نے میرا نام پرانی عداوت کی بناء پر لیا تھا۔ سرکاری وکیل اور وکیل صفائی دونوں اس سے دیر تک جرح کرتے رہے لیکن کلن خاں اپنے بیان پر قائم رہا۔ ممکن تھا کہ عدالت اپنا فیصلہ اسی روز سنا دیتی لیکن وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے کارروائی دوسرے روز پر ٹل گئی۔ چنانچہ مجھے وہ رات بھی جیل میں گزارنی پڑی۔ کلن خاں کے

Downloaded from Paksociety.com

عدالتی بیان کے پس پردہ انکا کی پُراسرار قوت کارفرما تھی کیونکہ رحمت علی کے قتل سے پیشتر نہ تو میں نے کبھی کلن خاں کا نام سنا تھا اور نہ ہی اس کی صورت دیکھی تھی۔ چنانچہ پرانی عداوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

جیل کی وہ رات میں نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ صبح ہوئی تو مجھے دوبارہ عدالت لے جایا گیا۔ جہاں کلن خاں کے اقبالی بیان کے پیش نظر مجھے باعزت طور پر رہا کر دیا گیا اور کلن خاں کے فیصلے کی تاریخ پڑ گئی۔ رہائی کا حکم سنتے ہی مجھ پر کچھ دیر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں بھری عدالت میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ نرگس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

گھر پہنچ کر میں نے غسل کر کے کپڑے تبدیل کئے پھر نرگس کے کہنے پر دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد میرے دفتر والوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھ گیا۔ میرا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ ایک لمحے کے لئے بھی نرگس سے دور رہوں لیکن اخلاقی طور پر مجھے دفتر کے عملے سے ملنا پڑا اور قریبی واقف کاروں کو بھی وقت دینا پڑا۔ اسی شام نرگس نے ایک پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا چنانچہ رات گئے تک ہم دونوں اس میں الجھے رہے۔

بڑی مشکل سے مہمان ٹلے۔ نرگس سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں مل رہا تھا۔ خدا خدا کر کے وہ وقت آیا جب میں اور نرگس تنہا رہ گئے۔ رات گئے تک ہم دونوں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے رہے۔ وہی ہجر کے صدمے اور تنہائی کی اذیتیں مگر جلد ہی انکا کی پُراسرار ذات ہماری گفتگو کا موضوع بن گئی۔ نرگس اس سلسلے میں مجھ سے زیادہ پریشان تھی۔ کہنے لگی۔

"جمیل۔ کیا یہ انکا آپ کے سر پر موجود ہے؟"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم انکا کے آنے کے بعد بھی اس سے کوئی جھگڑا مول نہ لیں اور اس وقت تک خاموش رہیں جب تک چھٹکارے کی کوئی صورت نہ پیدا ہو۔"

"جمیل۔ میں بھی آپ سے یہی کہنا چاہتی تھی۔" نرگس نے بڑے پیار سے کہا۔ "خدا نے چاہا تو آپ کو اب اس مصیبت سے بھی بہت جلد چھٹکارا مل جائے گا۔"

"خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔ کیا تم نے اس کا کوئی تدارک سوچا ہے۔ میرا مطلب ہے تمہارے ذہن میں کیا کوئی ترکیب آ گئی ہے؟"

"نہیں، لیکن میں نے ایک بزرگ کا پتا چلا لیا ہے جو شولا پور میں رہتے ہیں۔ اب آپ آ گئے ہیں تو میں ان بزرگ سے ملنے جاؤں گی۔ خدا کو منظور ہوا تو یہ پریشانی بھی دور ہو جائے گی۔"

خاصی دیر تک ہمارے درمیان اسی مسئلے پر باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے نرگس کو یہ بات اچھی طرح

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سمجھادی تھی کہ انکا کے آجانے کے بعد وہ خود کو قابو میں رکھے اور کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے انکا کی ناراضگی کا احتمال ہو اور ہم پھر کسی مصیبت سے دوچار ہو جائیں۔ نرگس نے مجھ سے وعدہ کرلیا تھا کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گی۔ اس کے بعد کچھ دیر تک ہم جاگتے رہے پھر نہ جانے کب بے سدھ ہو کر سو گئے۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو دن خاصا چڑھ آیا تھا۔ کافی دنوں بعد مجھے آرام دہ بستر ملا تھا۔ مجھے وقت کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ نرگس نے مجھے جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ بستر سے نکل کر میں نے جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا' کپڑے تبدیل کئے پھر ناشتے کی میز پر آ گیا جہاں نرگس اپنے دل آویز تبسم کے ساتھ پہلے سے موجود تھی۔ ناشتہ کر کے میں اٹھا ہی تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر موجود ہے۔ میں نے غور کیا تو میرا اندازہ ٹھیک نکلا۔ میں عالم تصور میں دیکھ رہا تھا کہ انکا ہاتھ پاؤں پھیلائے میرے سر پر محو خواب ہے۔ اس کے چہرے پر تھکن کے اثرات نظر آ رہے تھے۔ سونے کا انداز بتا رہا تھا کہ جیسے وہ کئی راتوں کے بعد تھک کر بے خبری کی نیند سوئی ہے۔ مجھے انکا کے چہرے پر سرخی کے بجائے آج کچھ زردی محسوس ہو رہی تھی۔ ابھی میں انکا کو اپنے سر پر محسوس کر ہی رہا تھا کہ نرگس نے پوچھا۔

"خیریت تو ہے۔ یہ آپ بت بنے کھڑے کیا سوچ رہے ہیں؟"

"شش۔" میں نے نرگس کو چپ رہنے کی تلقین کی پھر اسے اشارے سے بتایا کہ انکا میرے سر پر موجود ہے اور سو رہی ہے۔ نرگس کے چہرے کی رنگت ایک لمحے کے لئے بدل گئی۔ اس کے ہونٹوں پر کچھ کہنے کے لئے ایک کھنچاؤ سا پیدا ہوا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اس وقت اچانک انکا کی میرے سر پر آمد کی خبر سن کر اسے تشویش ہوئی ہے۔ بہر حال اس خیال سے کہیں وہ کچھ کہہ نہ بیٹھے میں نے ایک بار پھر اسے خود پر قابو رکھنے کا اشرہ کیا۔ پھر اونچی آواز میں بولا۔

"میں ذرا آفس تک جا رہا ہوں۔ دو تین گھنٹے میں واپس لوٹ آؤں گا۔"

"شولا پور کے بارے میں کیا سوچا ہے آپ نے؟" نرگس نے پوچھا۔

"ہو آنا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔"

"میں چاہتی ہوں کہ آج رات ہی کی گاڑی سے روانہ ہو جاؤں۔" نرگس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ملازم کے بجائے اگر تم منیجر کو ساتھ لے جاؤ تو زیادہ مناسب رہے گا۔ وہ جہاندیدہ شخص ہے۔" میں نے تجویز پیش کی۔

"ٹھیک ہے۔ آپ دفتر جا رہے ہیں تو پھر رات کی گاڑی کے لئے دو سیٹیں بک کرا دیجئے گا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" میں نرگس کو جواب دیتا ہوا باہر آ گیا جہاں ڈرائیور گاڑی لئے تیار کھڑا تھا۔

راستے بھر میں انکا کے خیال میں الجھا رہا۔ دفتر پہنچ کر میں نے منیجر کو اپنے کمرے میں بلایا اور سے

ہدایت کی کہ اسے نرگس کے ساتھ شولا پور تک جانا ہے۔ اسے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میری ہدایت پر دو سیٹیں بک کرانے کے لئے اسٹیشن چلا گیا تو میں دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔ مجھے فائلوں میں سر کھپاتے ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ انکا کروٹ لے کر بیدار ہو گئی پھر ایک طویل جماہی لیتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس کے چہرے پر اب بھی تھکن کے آثار نمایاں ہیں۔

تھوڑی دیر تک وہ کچھ خاموش سی میرے سر پر بیٹھی رہی پھر ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر کھڑی ہو گئی اور میرے سر پر چہل قدمی کرنے لگی۔ میں خاموش بیٹھا اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے جسمانی نشیب و فراز نہ جانے کیوں آج بے حد دلکش نظر آ رہے تھے۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ میں نے بہت دنوں بعد آج اسے اطمینان سے دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر تک انکا محو خرام رہی پھر وہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔

"جمیل صاحب۔ کہئے اب کیا حال ہے۔ تم نے تو میرا شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ جانتے ہو تمہیں جیل سے رہائی دلانے کے لئے مجھے کئی راتیں جاگنا پڑا ہے۔"

"میں حقیقتاً تمہارا احسان مند ہوں انکا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "اگر تم میری مدد نہ کرتیں تو نہ جانے کب تک مجھے اس گندی کال کوٹھری میں رہنا پڑتا۔ تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اسے میں تمام عمر نہیں بھول سکتا۔"

"چھوڑو جمیل صاحب۔ میں نے جو کچھ کیا وہ ایک دوست کی حیثیت سے کیا اور دوستوں کے حساب ہمیشہ دل میں ہوا کرتے ہیں۔" انکا نے معنی خیز مسکراہٹ اپنے نازک ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے کہا۔ "آخر تم نے بھی تو میرے لئے اتنی مصیبتیں جھیلی ہیں۔"

"مگر تم اتنے دنوں تک غائب کہاں تھیں؟" میں نے دیدہ دانستہ اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب تم یہ بھی پوچھ رہے ہو۔" انکا بڑی ادا سے بولی۔ "کیا تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہے کہ کلن خاں نے کملا کے قتل کے الزام کو بھی اپنے سر لے لیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ یہ سب تمہاری پراسرار قوت کا کرشمہ ہے۔"

"ہاں میں اس وقت کلن خاں کے سر پر ہی موجود تھی جب وہ بیان دے رہا تھا۔"

"کیا اب وہ اپنے بیان سے منحرف نہیں ہو سکتا؟" میں نے سوچ کر کہا۔ "ظاہر ہے کہ جب تم اس کے سر پر نہیں ہو تو اس کا دماغ اپنی مرضی کے مطابق کام کرے گا۔"

"یہ سب تم مجھ پر چھوڑو۔ میں آج ہی کسی وقت پھر واپس چلی جاؤں گی اور پھر مجھے اس سے ایک ضروری کام بھی لینا ہے جس کے بعد ہو سکتا ہے کہ اسے پھانسی کی سزا ہو جائے۔" میں نے محسوس کیا کہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

انکا کے ہونٹوں پر بڑا معنی خیز تبسم پھیلا ہوا ہے۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس سے پہلے بھی تو بہت سی باتیں تم نہیں سمجھے تھے۔ اتنی بے چینی بھی کیا ہے۔ رفتہ رفتہ سب باتیں تمہاری سمجھ میں آ جائیں گی۔" انکا نے بڑے پُراسرار انداز میں جواب دیا پھر پوچھا۔ "کیا نرگس کو تم نے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے؟"

"ہاں۔" میں نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

"میرا خیال ہے تمہارے دل میں ابھی تک میری طرف سے بدگمانی ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" میں گڑبڑا گیا تھا۔ اس لئے جلدی سے سنبھل کر کہا۔ "اگر مجھے دوستی نہ کرنی ہوتی تو تم مجھے مجبور تو نہیں کر رہی تھیں۔"

"ہونہہ۔ تو یہ بات ہے جمیل صاحب ایک بات کہوں۔ کہہ دوں۔"

"کہو۔ کیا بات ہے؟" میں نے اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔ انکا نے جس معنی خیز انداز میں مجھ سے کچھ کہنے کی اجازت چاہی تھی وہ بے حد پُراسرار تھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم نے حالات سے مجبور ہو کر میرے ساتھ ایک عارضی معاہدہ کر لیا ہو۔"

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں نے محض مصلحتاً تمہارے ساتھ دوستی کی ہے۔ ویسے تم سے کوئی بات چھپی ہوئی بھی نہیں ہے۔"

"میری بات چھوڑو۔ تم اپنے دل کی کہو۔"

"وہم کا علاج تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔" میں نے انکا کو وفاداری کا یقین دلانے کی خاطر بڑے زوردار انداز میں جواب دیا۔

انکا پر میری بات کا کیا اثر ہوا' اس کا علم تو میرے فرشتوں کو بھی نہیں تھا لیکن میں نے اتنا ضرور محسوس کیا تھا کہ انکا میرا جواب سن کر کسی سوچ میں کھو گئی تھی۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ چند ثانیئے تک وہ ٹکٹکی باندھے مجھے گھورتی رہی پھر مسکرا کر بولی۔

"وہم کا علاج لقمان کے پاس تھا یا نہیں مجھے اس سے کوئی غرض نہیں' لیکن میں تمہیں اتنا ضرور بتا دوں گی کہ میرے پاس ہر مرض کا علاج موجود ہے۔ اگر تم نے اب کی بار وعدہ خلافی کی تو اس کے لئے تمہیں تمام عمر پچھتانا پڑے گا۔"

"لعنت ہے تمہارے اوپر جو تم میرے اوپر شبہ کر رہی ہو۔" میں مصنوعی غصے سے بولا تو انکا بے اختیار کھل کھلا کر ہنس دی پھر مجھے بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"آج تم نے پہلی بار مجھ پر غصہ کیا ہے جمیل۔ غصے میں بھی تم کچھ کم اچھے نہیں لگتے۔"

"یقین کرو۔ تم نے میرے اوپر شبہ کر کے میرے احساسات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔" میں بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"ناراض ہو گئے مجھ سے۔ کیوں؟" انکا نے شوخی سے کہا۔

"تم نے بات ہی ایسی کی تھی۔"

"اچھا جانے بھی دو۔ آگے جو ہوگا وہ تم بھی دیکھو گے اور میں بھی۔"

انکا مجھ سے بڑے محبوبانہ انداز میں مخاطب تھی کہ میرا منیجر اسٹیشن سے سیٹیں بک کرا کے واپس آ گیا۔ میں جتنی دیر منیجر سے بات کرتا رہا' انکا خاموش کھڑی سنتی رہی پھر جب منیجر چلا گیا تو انکا نے پوچھا۔

"جمیل' یہ شولا پور جانے کی ضرورت کیسے پڑ گئی؟"

"منیجر کو۔" میں نے مختصر کہا۔

"دوسرا ٹکٹ کس کا ہے۔؟"

میرے پاس اس کے سوائے اس کے کوئی راستہ نہ تھا کہ میں نرگس کے شولا پور جانے کے پروگرام کو ظاہر کر دوں' دوسری صورت میں ممکن تھا کہ انکا اس وقت میری طرف سے مشکوک ہو جاتی جب وہ نرگس کو گھر پر نہ پاتی۔ چنانچہ میں نے بڑی خوبصورتی سے انکا سے کہا۔

"نرگس کے ایک دور کے عزیز شولا پور میں رہتے ہیں۔ وہ اپنے انہی عزیز سے ملنے جا رہی ہے۔"

"نرگس کے عزیز! اچھا ہوں گے مگر کیا تم اس کے ساتھ نہیں جا سکتے جو منیجر کو بھیج رہے ہو۔"

"جن حالات میں میری اور نرگس کی شادی ہوئی ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے میں نے نرگس کے ساتھ جانا مناسب نہیں سمجھا۔ وہاں اگر اس نے بعد میں مجھے بلایا تو ہو آؤں گا۔"

انکا مجھ سے کرید کرید کر نرگس کی روانگی کے بارے میں مختلف سوالات کرتی رہی اور میں بڑی بے پروائی سے جواب دیتا رہا۔ اچانک وہ مجھ سے ایک عجیب سوال کر بیٹھی۔

جمیل۔ یہ شہباز علی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کیوں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "تمہیں اچانک شہباز علی کا خیال کیسے آ گیا؟"

"میں نے سنا ہے کہ اس کا شمار بڑے ظالم قسم کے سنتریوں میں ہوتا ہے۔ تمہاری کمر بھی تو اس نے اپنے جوتوں کی ٹھوکروں سے کئی بار دہری کی تھی۔ آدمی ہے سرخ و سفید۔"

شہباز علی کا ذکر چھڑا تو مجھے اس ہٹے کٹے سنتری کی ٹھوکریں یاد آ گئیں جن سے مجھے سابقہ پڑ چکا تھا اور جو عام طور پر وہ دیر سے اٹھنے والے قیدیوں کی ریڑھ کی ہڈی پر رسید کرتا تھا۔ وہ بے حد خوفناک صورت کا مالک تھا لیکن صورتاً ہی نہیں' طبعاً بھی بڑا ظالم اور سخت آدمی تھا۔ خطرناک قسم کے مجرم بھی اس سے پناہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

مانگتے تھے۔ جب وہ اپنے بھاری بھرکم جوتوں کی ٹھوکروں سے قیدیوں کو مارتا تو وہ تکلیف سے بلبلا اٹھتے۔ مجھے یاد ہے کہ کئی قیدی اس کی ٹھوکروں سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ خود میری حالت بھی ایک دفعہ غیر ہو گئی تھی۔ مجھے شہباز علی کے نام سے ہی خوف آتا تھا مگر میں نے جان بوجھ کر انکا کو اس کی تفصیل نہیں بتائی اور ٹالنے کی خاطر کہا۔

"ایک شہباز علی پر ہی کیا منحصر ہے، جیل کے تو سارے سنتری ہی ظالم ہوتے ہیں لیکن تم نے اس وقت خاص طور پر شہباز کا نام کیوں لیا؟"

"یوں ہی ذرا خیال آ گیا۔" انکا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

میں شہباز کا ذکر کر کے اپنے زخموں پر نمک چھڑکنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اس ذکر سے پہلوتہی کی اور پھر انکا نے بھی اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔

دو تین گھنٹے دفتر میں کام کر کے جب میں گھر واپس گیا تو نرگس سفری سامان تیار کر چکی تھی۔ اس نے حسب معمول بڑے پیار سے میرا خیر مقدم کیا۔ انکا میرے سر پر سوار ہی تھی اس لئے میں نے نرگس کو ادھر ادھر کی باتوں میں الجھائے رکھا۔ پھر اشاروں کنایوں میں اسے بتا دیا کہ شولا پور کے لئے اس کی سیٹ بک ہو چکی ہے۔

شام کی چائے پینے کے بعد میں نرگس کے ساتھ باہر لان میں بیٹھا گفتگو میں مصروف تھا کہ انکا نے سر سے رینگ کر میرے شانوں پر آتے ہوئے کہا۔

"جمیل ایک بات مانو گے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کچھ دیر کے لئے نرگس کے سر پر چلی جاؤں۔"

یہ سن کر میں ایک دم سن ہو گیا۔ "قطعاً نہیں۔ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"یہ آپ کس اجازت کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟" نرگس نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔" میں ٹپٹا کر بولا۔ "میں دراصل انکا کی ایک بات کا جواب دے رہا تھا۔"

"او۔" نرگس منہ بنا کر خاموش ہو گئی تو انکا نے پھر مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"جمیل تم واقعی خوش قسمت ہو جو نرگس جیسی خوبصورت اور وفادار بیوی مل گئی۔ نرگس مجھے بھی بے حد اچھی لگتی ہے کتنی اچھی ہے وہ۔"

میں ہوں ہاں کر کے انکا کی باتوں کا جواب دیتا رہا۔ نرگس خاموش بیٹھی نٹنگ (KNITTING) کرتی رہی۔ اس کا چہرہ کسی قسم کے جذبات سے عاری تھا مگر جس تیزی سے وہ اون کو جھٹک جھٹک کر سلائیاں چلا رہی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دل ہی دل میں ضرور کڑھ رہی ہے۔ میری حالت بھی اس وقت اس سے کچھ مختلف نہیں تھی۔ انکا نے آج پہلی بار نرگس کے سر پر جانے کی اجازت چاہی تھی اور

اس کے بارے میں محبت بھری باتیں کی تھیں۔ میں اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا تھا کہ وہ مجھے چھیڑنے کی خاطر ایسا کہہ رہی ہے لیکن میرے دل میں سابقہ تجربوں کی بنیاد پر ان گنت وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو جمیل۔ کوئی خاص بات ہے کیا.....؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے جھنجلاتے ہوئے سرگوشی کی۔

"مجھے معلوم ہے۔" انکا نے اٹھلا کر کہا۔ "تمہیں میری یہی بات بری لگی ہے کہ میں نے نرگس کے سر پر جانے کا خیال کیوں ظاہر کیا تھا۔"

"ہوں۔" میں بڑی آہستگی سے بولا۔

"وہ بات تو میں نے یونہی کہہ دی تھی۔ تمہیں پریشان کرنے میں جو مزہ آتا ہے۔" انکا زیر لب مسکرا کر بولی۔ "میں تمہاری بیوی کو اپنا دشمن کیسے سمجھ سکتی ہوں۔ وہ تو بہت معصوم ہے۔"

میں نے جبراً سر ہلا دیا۔ انکا کچھ دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی اور جب میں اونگھنے لگا تو اس نے کلن خاں کے سر پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور لمحوں میں رینگتی ہوئی میرے سے اتر گئی۔ انکا کے جانے کے بعد بھی میں بہت دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا پھر نرگس کے ساتھ اٹھ کر اندر آ گیا۔

رات کو جب نرگس شولا پور کے لئے جانے لگی تو اس وقت اس نے مجھ سے انکا کے بارے میں کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اسے فوری طور پر منع کر دیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں انکا پُراسرار وجود ان باتوں سے واقف نہ ہو جائے۔ حالانکہ یہ میری خام خیالی تھی۔ انکا کو ہر بات کا علم رہتا تھا مگر کوئی نہ کوئی تدبیر تو اس صورت حال کے باوجود کی جاتی۔ نرگس کے چہرے پر اس وقت الجھن اور اضطراب کے جو تاثرات نظر آ رہے تھے وہ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ بہرحال میں ضبط کر گیا اور ٹرین کی روانگی کے بعد واپس گھر آ گیا۔ اس روز تمام رات میں نرگس کی کامیابی اور سلامتی کے ساتھ واپسی کی دعائیں مانگتا رہا۔ کیا میں انکا کے پُراسرار وجود سے کبھی نجات پا بھی سکوں گا یا نہیں۔ میں ساری رات اسی کشمکش میں الجھا رہا۔

صبح میں نے نیم گرم پانی سے غسل کیا تو ذہن پر چھائی ہوئی کسلمندی کچھ کم ہوئی لیکن ناشتے کی میز پر پہنچ کر جیسے ہی میری نظر اخبار پر پڑی میں مارے حیرت کے اچھل پڑا اور جلدی جلدی ایک خبر پڑھنے لگا جس کی سرخی ہی میرے لئے بڑی چونکا دینے والی تھی۔

جیل کے احاطے میں مسلح سنتری کی دردناک موت قاتل نے مقتول کے جسم کا سارا خون پی ڈالا۔

منگل..... (اسٹاف رپورٹر) گزشتہ شب سینٹرل جیل میں قتل کی ایک ہولناک واردات ہوئی جس نے پولیس اور جیل کی انتظامیہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ پولیس کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق کلن خاں نامی ایک شخص نے جو پہلے سے دہرے قتل کے جرم میں گرفتار ہے کل رات بارہ بجے کے قریب جیل کے سنتری شہباز کو قتل کر دیا۔ قتل کے اصل اسباب کا ہنوز پتا نہیں چل سکا۔ واقعات کے مطابق کل رات کو

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کلن خاں کی چیخیں سنائی دیں تو شہباز علی سنتری جو دوسرے سنتری کے ساتھ ڈیوٹی پر موجود تھا' چیخوں کو سن کر اس کی کوٹھری کی طرف گیا۔ جب وہ دیر تک واپس نہیں آیا تو ایک دوسرا سنتری شہباز علی کو تلاش کرتا ہوا کلن خاں کی کوٹھری پر پہنچا تو اس نے ایک ہولناک منظر دیکھا۔ کوٹھری کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور چابی تالے میں لگی ہوئی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کوٹھری کے فرش پر سنتری شہباز علی کی لاش پڑی ہوئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ مقتول شہباز علی کے برابر کلن خاں بے سدھ پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ دوسرا سنتری یہ منظر دیکھ کر اپنے حواس پر قابو نہ رکھ سکا اور چیختا چلاتا جیلر کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ اسے بتایا۔

جیلر جب موقعۂ واردات پر پہنچا اور اس نے کلن خاں کو جگا کر اس خونیں واقعے کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو اس نے شہباز علی کے قتل سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ پولیس کے حلقوں میں اس بات پر حیرت کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ کلن خاں اگر قاتل تھا تو پھر اس نے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی اور اگر کلن خاں قاتل نہیں ہے تو پھر قتل کس نے کیا......؟ پوسٹ مارٹم رپورٹ اور مزید تفصیلات کا انتظار ہے۔

شہباز علی کے قتل کی سنسنی خیز خبر پڑھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ سب انکا کی کارستانی ہے۔ کل اس نے مجھ سے خاص طور پر شہباز کے بارے میں دریافت کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اسے کلن خاں سے ایک ضروری کام لینا ہے جس کے بعد اسے پھانسی کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔ رہا شہباز کے جسم سے خون غائب ہونے کا مسئلہ تو وہ اوروں کے لئے یقیناً حیرت انگیز تھا مگر میرے لئے نہیں۔ میں جانتا تھا کہ شہباز کا خون کس نے پیا ہے۔

میں اب یہ بھی سمجھ گیا تھا کہ انکا نے مجھ سے چار ماہ میں ایک انسانی جسم کے خون کا وعدہ کیوں کیا تھا جبکہ اسے ہر ماہ ڈیڑھ ماہ بعد اپنے پُراسرار وجود کو زندہ رکھنے کے لئے کسی انسان کے تازہ خون کی ضرورت پیش آتی ہے۔ شہباز علی کے قتل نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ انکا چار ماہ میں ایک انسانی زندگی میرے ذریعے حاصل کرے گی اور باقی بندوبست دوسرے ذرائع سے کرے گی۔ اچانک میرا ذہن پھر پریشان ہو گیا کہ انکا نے مجھ سے نرگس کے سر پر جانے کی اجازت کیوں مانگی تھی؟ کیا اس نے حقیقتاً وہ بات مذاق میں کہی تھی یا اس بات سے اس کا کوئی خاص مطلب تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے بعد اب وہ نرگس کو بھی اپنا معمول بنانے کی خواہش مند ہے جو اسے کسی انسان کا گاڑھا گاڑھا خون پلانے میں مدد دے سکے۔

آخری خیال جو میرے ذہن میں ابھرا' اس سے میری الجھن میں اضافہ ہو گیا۔ نرگس اگر اس وقت میرے پاس ہوتی تو میں اسے اپنے پریشان کن خیالات سے ضرور آگاہ کر دیتا۔ اس کی عدم موجودگی میں

ے برے واہمے مجھے پریشان کر رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہیں انکا نرگس کی واپسی سے پیشتر ہی ے اپنی گندی خواہشات کا نشانہ نہ بنا ڈالے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب میں اپنی نرگس کو دوبارہ کبھی ہنستا بولتا یکھ سکوں۔

نرگس کی دوری نے مجھے بری طرح تڑپا دیا تھا۔ میرا بس چلتا تو میں اڑ کر نرگس کے پاس پہنچ جاتا اور ے انکا کے منحوس وجود سے نجات دلانے کے لئے کہیں دور لے جاتا لیکن یہ بات میرے بس میں نہ تھی پھر ایک خیال سے مجھے سکون ملا۔ ایک انسان کے جسم کا خون پی لینے کے بعد انکا کو پچیس تیس روز کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ اخبار میں شائع ہونے والی اطلاع کے مطابق وہ گزشتہ شب شہباز علی کا خون پی چکی تھی اور اب وہ کم از کم ایک ماہ تک پُرسکون رہے گی جبکہ نرگس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ شولا پور میں یادہ وقت نہیں گزارے گی اور بزرگ سے تعویذ حاصل کرتے ہی واپسی کے لئے روانہ ہو جائے گی۔ غرضیکہ وہ پورا دن میں نے کس کرب کے عالم میں گزارا یہ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ یا تو مجھے انکا ے نام سے ہی ہول اٹھتی تھی یا تمام دن میں اس بات کی دعائیں مانگتا رہا کہ وہ جلد از جلد میرے سر پر بارہ آ جائے تا کہ میں نرگس کی طرف سے مطمئن ہو سکوں۔

رات کیا آئی کہ میری الجھنوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ گھر جیسے مجھے کاٹنے کو دوڑ رہا تھا۔ اپنی اس شت سے چھٹکارا پانے کے لئے میں نے کپڑے تبدیل کئے اور ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کو کہا تا کہ کچھ ے کے لئے کسی دوست کے پاس ہو آؤں لیکن گاڑی میں بیٹھتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ انکا میرے سر پر واپس آ گئی ہے۔ وہ اس وقت میرے سر پر چہل قدمی کر رہی تھی۔ میری ساری پریشانی دور ہو گئی اور میں نے گاڑی سے باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔

''نہیں۔ تم گاڑی گیراج میں بند کر کے آرام کرو۔'' میں نے ڈرائیور سے کہا اور واپس ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

انکا بدستور میرے سر پر چہل قدمی کر رہی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ کولھوں پر رکھے ہوئے تھے اور یوں پھدک پھدک کر چل رہی تھی جیسے بہت زیادہ مسرور ہو۔ اس کے چہرے پر بہت اطمینان جھلک رہا تھا۔ آنکھوں سے خمار ٹپک رہا تھا۔ اس کا چہرہ جو کل شام تک زردی مائل تھا اس وقت قندھاری انار کے مانند سرخ ہو رہا تھا۔ گلابی ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے۔ میں عالم تصور میں انکا کے پُرسکون چہرے کو دیکھتا رہا۔ اس عالم میں وہ مجھے بہت اچھی لگی۔

''کچھ سنا تم نے۔ کلن خاں نے کل رات شہباز نامی سنتری کو قتل کر کے اس کے جسم کا سارا خون پی لیا۔'' میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔'' انکا مسکرا کر بولی۔ ''میں نے یہ سب تمہارے لئے کیا ہے۔ اب وہ کسی طرح نہیں بچ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سکتا۔"

"میں جانتا ہوں تم نے یہ سب کچھ مجھے بچانے کے لئے کیا ہے۔"

وہ میرے سر پر پاؤں پسار کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "اگر میں ایسا نہ کرتی تو تمہارے لئے مشکلات ہی مشکلات تھیں۔"

"کیا مطلب" میں نے چونک کر پوچھا۔

"جمیل صاحب اگر میں کلن خاں کو سنتری کے قتل کے کیس میں نہ الجھا دیتی تو مجھے اس وقت تک اس کے سر پر ہی رہنا پڑتا جب تک عدالت کملا اور رحمت کے قتل کے سلسلے میں اپنا فیصلہ نہ سنا دیتی، اور اس میں نہ جانے کتنے دن لگ جاتے۔ اس لئے میں نے کلن خاں کا قصہ ہی پاک کر دیا۔" انکا نے مسکرا کر مجھے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "کہو۔ اب تو تم خوش ہو۔"

"ایک پنتھ اور دو کاج اسی کو کہتے ہیں۔" میں نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "تمہارا یہ اقدام واقعی بہت مناسب تھا۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ کلن خاں سے مجھے چھٹکارا مل گیا بلکہ تمہیں اپنی غذا بھی میسر ہو گئی۔"

"خوب۔ اب تو تم بھی کچھ عقلمندوں کی سی باتیں کرنے لگے ہو۔" انکا نے شوخی سے کہا۔

"لیکن ایک بات کا خدشہ ابھی باقی ہے۔" میں کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا اب کلن خاں اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"کرتا ہے تو کرنے دو۔" انکا بے پروائی سے بولی۔ "اب اس قدر خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی بات اب سنے گا ہی کون اور اگر وہ کملا اور رحمت علی کے معاملے میں بچ بھی گیا تو شہباز کے قتل کے سلسلے میں پھنس جائے گا۔"

میں بڑی دیر تک انکا سے باتیں کرتا رہا پھر میں نے کپڑے تبدیل کر کے کھانا کھایا اور سونے کے ارادے سے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ اس وقت انکا میرے سر پر بائیں کروٹ لیٹی لمبے لمبے خراٹے لے رہی تھی۔ خون پی لینے کے بعد وہ ہمیشہ لمبی نیند لینے کی عادی تھی۔ اس لئے میں نے بھی اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کتنی دیر تک میں سوتا رہا' مجھے کچھ یاد نہیں لیکن دوبارہ میری آنکھ اس وقت کھلی تھی جب میں نے اپنے سر میں باریک باریک پنجوں کی تیز چبھن محسوس کی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میری خواب گاہ میں اس وقت ہلکی روشنی کا بلب جل رہا تھا۔ میں جلد ہی سمجھ گیا کہ چبھن کس وجہ سے ہے۔ انکا جب بھی غصے کے عالم میں ہوتی تو مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے اس کے پنجے میرے سر میں گڑ رہے ہوں۔ میں سمجھ گیا کہ انکا یقیناً مشتعل ہے اسے یقیناً کسی بات کا پتہ چل گیا ہے۔ میرا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ وہ اس وقت میرے سر پر کھڑی ہوئی مجھے خطرناک نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس کی

آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک موجود تھی۔ ایسی چمک جس سے الجھن مترشح تھی۔ اس کے چہرے پر بھی مجھے کچھ ایسے تاثرات نظر آئے۔

"کیوں خیریت تو ہے؟" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جمیل!" انکا نے خشک لہجے میں پوچھا۔ "نرگس شولا پور کس لئے گئی ہے؟"

"کیا مطلب۔" انکا کے اس غیر متوقع سوال پر میں چونک پڑا لیکن پھر فوراً ہی خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ اپنے ایک عزیز سے ملنے گئی ہے لیکن اس وقت تمہیں نرگس کا خیال کیسے آیا؟"

"تم جھوٹ بول رہے ہو جمیل صاحب!"

انکا نے تیزی سے کہا۔ "نرگس اپنے کسی عزیز سے ملنے نہیں گئی ہے۔ حیرت ہے کہ تم مجھ سے چھپاتے ہو جسے سب معلوم رہتا ہے۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟" میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں اور میں حواس باختہ سا ہو گیا۔

"بہتر ہے کہ تم ہی بتا دو کہ وہ کس کام سے گئی ہے کیونکہ جو وجہ تم نے بتائی ہے وہ غلط ہے۔" انکا الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ان باتوں سے آخر تمہارا مقصد کیا ہے؟" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"میں تمہارے منہ سے یہ سننا چاہتی ہوں کہ تم نے اسے شولا پور کیوں بھیجا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اسے شولا پور میں اور بھی کوئی کام ہو لیکن کم از کم مجھ سے اس نے یہی کہا تھا کہ وہ اپنے عزیز سے ملنے جا رہی ہے۔" میں نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔

"جمیل صاحب۔" انکا بگڑے ہوئے تیور سے بولی۔ "اگر تم نہیں بتانا چاہتے تو پھر مجھ سے سنو۔ نرگس شولا پور میں ایک بزرگ کے پاس گئی ہے تاکہ کوئی ایسا تعویذ حاصل کر سکے جو تمہیں مجھ سے نجات دلا سکے' لیکن تم اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مشکل یہ ہے کہ تم نے ابھی مجھے پہچانا نہیں۔ بہرحال پہچان جاؤ گے۔ اب مجھے کچھ کرنا ہی پڑے گا۔"

میرا ذہن انکا کی بات سن کر بارود کی طرح بھک سے اڑ گیا۔ میری عقل گنگ ہو کر رہ گئی۔ انکا کے فیصلہ کن لہجے نے مجھے پریشان کر دیا تھا اور اس سے پہلے کہ میں اپنے حواس پر قابو پاتا اور انکا سے کوئی صفائی پیش کر سکتا وہ کسی چھلاوے کی طرح پھدک کر میرے سر سے اتر گئی۔

اب کیا ہو گا؟ میرا دماغ گھوم گیا۔ انکا اب شولا پور پہنچ کر نرگس سے کوئی خطرناک انتقام لے گی؟ میرے دل و دماغ میں عجیب ہیجان بپا تھا۔ فوری طور پر میں یہی فیصلہ کر سکا کہ مجھے اب وقت ضائع کئے بغیر شولا پور کے لئے روانہ ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ میں نے جلدی سے اٹھ کر اسٹیشن فون کیا جہاں سے یہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ایڈ فری لنکس
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ کا ایک پیج پر
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety
پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1
پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جواب ملا کہ شولا پور کے لئے اگلی گاڑی صبح سات بجے روانہ ہوگی۔ میں نے فون بند کر کے گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت رات کے دو کا عمل تھا۔ وقت گزاری کے لئے میں نے سگریٹ پھونکنے شروع کر دیئے اور صرف یہی سوچتا رہا کہ اب انکا نرگس پر کیا ظلم ڈھائے گی۔ خدا خدا کر کے رات گزری تو میں نے اٹیچی کیس لیا اور باہر آ گیا۔ ملازم کے اصرار پر میں نے ایک کپ چائے زہر مار کی۔ ناشتے کی مجھے قطعاً کوئی خواہش نہیں تھی اور ہوتی بھی کیسے جبکہ میرا ذہن نرگس میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔

ابھی میں چائے ختم نہ کر پایا تھا کہ ملازم نے اخبارات لا کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے جیسے ہی اخبار پر نظر ڈالی میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔

''کلن خاں جس نے دوہرے قتل کا اعتراف کر لیا تھا اب اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہو گیا۔''

''قتل کی ان ہولناک وارداتوں میں ایک پُراسرار عورت کا ہاتھ ہے۔''

سرخی کے نیچے کیا تفصیل درج تھی' اسے پڑھنے کے لئے نہ تو میرے پاس وقت تھا اور نہ ہی میری ہمت ہو رہی تھی کہ میں اسے پڑھوں۔ میں نے اخبار کو لپیٹ کر ہاتھ میں لیا اور اٹیچی اٹھا کر تیزی سے باہر آ گیا۔

اب مجھے جلد سے جلد بمبئی چھوڑ دینا چاہئے۔ پولیس اس سلسلے میں مجھے ضرور الجھائے گی۔ اس کا مجھے یقین تھا اور ادھر مجھے نرگس کی پڑی ہوئی تھی جو کسی وقت بھی انکا کے عتاب کا نشانہ بن سکتی تھی۔ میں عجیب الجھن میں گھر گیا تھا۔

اخبار میں یہ خبر پڑھتے ہی کہ کلن خاں اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہو گیا ہے' میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ اب مجھے یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں پولیس دوبارہ مجھے حراست میں نہ لے لے اور دوسری طرف یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ کہیں انکا کا پُراسرار وجود نرگس کو اپنے عتاب کا نشانہ نہ بنا دے۔ تھوڑی دیر کے لئے تو میرا ذہن بالکل ماؤف ہو کر رہ گیا جیسے اس پر برف جم گئی ہو۔ پھر میں ہڑبڑا کر اٹھا اور ملازم کو سامان گاڑی میں رکھنے کی ہدایت کی اور اسٹیشن کے لئے روانہ ہو گیا۔

راستے بھر میری جو حالت رہی وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اس کا اندازہ لگانا دوسرے کے بس کی بات نہیں۔ ہر چوراہے پر جہاں بھی مجھے کوئی سنتری کھڑا نظر آتا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں اور میں گاڑی کی رفتار تیز کر دیتا۔ حالانکہ عدالت نے مجھے باعزت طور پر بری کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود اس وقت میری حالت اس مجرم جیسی تھی جو کسی خطرناک جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد ہر شخص کی نگاہوں سے بچتا پھر رہا ہو۔ غرضیکہ میں کسی نہ کسی طرح اسٹیشن پہنچ گیا۔ گاڑی پلیٹ فارم پر آ چکی تھی۔ میں نے قلی کے ذریعے سامان اتروا کر فرسٹ کلاس کے کمپارٹمنٹ میں رکھوایا۔ پھر ملازم کو ضروری ہدایت دے کر رخصت کیا اور جلدی سے کمپارٹمنٹ میں داخل ہو کر پلیٹ فارم کی جانب کی کھڑکیوں کے شٹر

گرا دیئے۔ حسن اتفاق سے میں اس کمپارٹمنٹ میں تنہا ہی تھا۔ کوئی دوسرا ہم سفر ہوتا تو یقیناً میری اس حشت کو محسوس کر لیتا۔

میری نظریں بار بار اپنی دستی گھڑی پر پڑ رہی تھیں۔ گاڑی کی روانگی کا وقت سات بجے تھا جس میں ے پانچ منٹ باقی تھے لیکن یہ پانچ منٹ گزارنا میرے لئے وبال جان بن گیا تھا۔

ایک ایک سیکنڈ میرے اوپر بھاری ہو رہا تھا۔ کمپارٹمنٹ کے دروازے پر معمولی سا کھٹکا بھی ہوتا تو ے کے بارے میں کانپ اٹھتا۔ بہرحال یہ پانچ منٹ بھی گزر ہی گئے۔ آخری سیٹی کے بعد گاڑی ت میں آئی تو میں نے سکون کا ایک لمبا سانس لیا اور اپنی سیٹ پر نیم دراز ہو کر پُراسرار انکا کے بارے سوچنے لگا۔ انکا ایک پُراسرار وجود۔ ایک ایسا عجیب و غریب وجود جسے میں نہ دیکھ سکتا تھا اور نہ اپنے ے بے دخل کر سکتا تھا۔ وہ وجود جو ایک خوبصورت انسانی پیکر لئے میرے تصور میں ابھرا تھا۔ جس سم کے تمام نشیب و فراز میں اپنے سر پر محسوس کرتا تھا۔

انکا نے میری زندگی اجیرن کر دی تھی۔ اس کی پُراسرار طاقتوں کے سبب میں نے عزت و دولت ل کی تھی۔ انکا نے مجھے خوشیوں سے سرشار کیا تھا تو دوسری طرف مجھ سے میرا ذہنی سکون چھین لیا انکا جس سے چھٹکارا پانے کی ہر کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ اس نے میرے سر پر اپنا تسلط قائم رکھنے لئے مجھے ایسے جال میں پھنسایا تھا کہ میں اب اس کا غلام بن کر رہ گیا تھا۔ میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی بت نہ تھی۔

نرگس کو شولا پور روانہ کرنے کے بعد میرے دل کو ڈھارس بندھ گئی تھی۔ مجھے امید تھی کہ شولا پور والے ب کی دعا سے میری پریشانیوں میں ضرور کمی ہو جائے گی اور ممکن ہے انکا سے چھٹکارا مل جائے۔ اس کا مجھے قطعی اندیشہ نہ تھا کہ انکا نرگس کے پروگرام سے واقف ہو چکی تھی لیکن انکا نے جب خود مجھے پُراسرار قوت کے ذریعے بتا دیا کہ نرگس کے شولا پور جانے کا اصل مقصد کیا ہے تو اس خیال ہی سے وہ نرگس کے سفر کا راز جان چکی ہے' میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور پھر قبل اس کے کہ میں انکا سے کہتا یا کوئی صفائی پیش کرتا' وہ کسی چھلاوے کی طرح پھدک کر میرے سر سے اتر گئی تھی۔ جاتے وقت نے مجھ سے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تھا...... کہ اب اسے کچھ کرنا ہی پڑے گا۔

انکا کے آخری جملے میرے ذہن میں شدید دھماکے پیدا کر رہے تھے۔ ''کچھ کرنا پڑے گا۔'' سے اس یا مقصد تھا' اس سے میں قطعی لاعلم تھا۔ بہرحال یہ بات طے ہو چکی تھی کہ انکا اس بار مجھ سے کچھ زیادہ ہی دل برداشتہ ہو گئی ہے اور یہ بات بڑی خطرناک تھی۔ اس کی ناراضگی کا تماشا میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت معاملہ دوسرا تھا۔ میری نرگس انکا کے عتاب کا نشانہ بننے والی تھی۔ اس لئے میں صرف اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ الٰہی کیا ہوگا۔ یہ انکا کیا قیامت ڈھائے گی۔ اگر انکا کی ناراضگی کا تعلق

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

صرف میری ذات سے ہوتا تو مجھے اس درجہ تشویش نہ ہوتی' میں ہر مصیبت جھیل جاتا مگر یہ تصور میرے لئے بڑا روح فرسا تھا کہ انکا اب نرگس سے انتقام لے گی اور بے چاری نرگس کو صرف میری وجہ سے انکا کے مظالم سہنا پڑیں گے۔

گاڑی کے ساتھ ساتھ میرا ذہن بھی اڑا چلا جا رہا تھا۔طرح طرح کے خیالات اور توہمات مجھے پریشان کر رہے تھے۔مجھے اس تصور ہی سے ہول اٹھنے لگتا تھا کہ کہیں انکا اس بار نرگس کو اپنی بھوک کے لئے منتخب نہ کر لے۔میری الجھن سوا ہوتی جا رہی تھی۔جیل سے رہائی کے بعد میں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ خواہ حالات کیسے بھی ہوں' میں انکا کی رکیک خواہشات پوری نہ کروں گا مگر انکا کے سامنے میرے ارادے کی کیا وقعت تھی۔اب جبکہ نرگس زد پر تھی' میں سوچ رہا تھا کہ اسے بچانے کے لئے مجھے انکا کی خواہشات پر سر جھکانا ہی ہوگا۔کچھ بھی ہو میں نرگس کے لئے بے قصور اور بے گناہ لوگوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔مجھے انکا سے سودا کرنا ہی پڑے گا۔مجھے نرگس کی زندگی خود سے زیادہ عزیز تھی۔

بمبئی سے شولا پور تک کے سفر کا ایک ایک لمحہ میرے لئے بڑا جان لیوا ثابت ہوا۔خدا خدا کر کے گاڑی منزل مقصود پر پہنچی تو میں تیزی سے نیچے اترا۔ایک قلی کے ذریعے اپنا مختصر سا سامان رکشا میں رکھوایا پھر قلی کو پیسے دے کر رکشے میں بیٹھ گیا۔

"کہاں چلو جناب؟" رکشا والے نے دریافت کیا تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کون سی جگہ بتاؤں۔میں شولا پور کے گلی کوچوں سے بالکل ناواقف تھا۔نرگس شولا پور میں کہاں ٹھہری ہوگی یہ بات جاننا خاصا دشوار تھا۔چنانچہ ایک لمحے کے لئے میں گنگ سا ہو گیا پھر فوراً ہی میرا خیال آیا کہ نرگس نے شولا پور میں اپنے قیام کے لئے یقیناً کسی اچھے ہوٹل کا ہی انتخاب کیا ہوگا۔میں نے رکشا والے سے پوچھا۔

"یہاں کا سب سے اچھا ہوٹل کون سا ہے؟"

"اپنی اپنی پسند کی بات ہے جناب۔ویسے یہاں تین چار اچھے ہوٹل موجود ہیں۔"

"ٹھیک ہے تم مجھے ان ہوٹلوں پر لے چلو جو بھی مجھے پسند آیا وہاں قیام کروں گا۔" میں نے جلدی سے کہا پھر اسے مطمئن کرنے کے لئے بولا۔"فکر مت کرو۔میں تمہیں کرائے کے علاوہ انعام بھی دوں گا۔"

"آپ ہی لوگوں کا خادم ہوں جناب۔" رکشہ والے نے کہا پھر رکشا آگے بڑھا دیا۔

رکشا مختلف سڑکوں سے گزر رہا تھا مجھے کچھ نہیں معلوم کہ وہ سڑکیں کیسی تھیں اور شولا پور کس طرح کا شہر تھا۔مجھے تو جلد سے جلد نرگس سے ملنے کی بے چینی ہو رہی تھی۔دو بڑے ہوٹلوں میں نرگس کا پتا نہ چلا تو میں تیسرے ہوٹل پر پہنچا۔جب وہاں سے بھی مایوسی ہوئی تو میرا دل ڈوبنے لگا۔میں ہوٹل سے باہر آیا تو

اس بار رکشے والے نے مجھے خاص نظروں سے دیکھا۔

"کیا رہا جناب۔کیا یہ ہوٹل بھی پسند نہیں آیا؟"

"نہیں۔" میں رکشے میں بیٹھتے ہوئے پژمردگی سے بولا۔"کسی دوسرے ہوٹل لے چلو۔"

"اب تو بڑے ہوٹلوں میں صرف ایک ہی ہوٹل رہ گیا ہے جناب!"

"چلو اسے بھی دیکھ لیتے ہیں۔" میں نے مردہ سی آواز میں کہا۔رکشا دوبارہ حرکت میں آ گیا۔کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر رکشے والے نے کچھ پیشہ ورانہ انداز میں مجھے مخاطب کیا۔

"صاحب۔ایک بات پوچھوں۔"

"کیا؟" میں بے دلی سے بولا۔

"کہیں آپ کو کسی خاص قسم کے ہوٹل کی تلاش تو نہیں ہے۔"

کیا مطلب؟" میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"بڑے اور چھوٹے ہوٹلوں پر چونکہ آئے دن پولیس کے چھاپے پڑتے رہتے ہیں اس لئے خفیہ دھندا اب صرف درمیانے درجے......"

"بکومت۔" میں اس کا مفہوم بھانپ کر تلملا گیا پھر غصہ ضبط کر کے بولا۔"تم نے میرے بارے میں جو اندازہ لگایا ہے وہ بالکل غلط ہے۔میں اس ٹائپ کے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔تم بہت بے ہودہ ہو۔"

رکشے والے نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ میرے رویے سے ناراض ہو گیا ہے۔بہر حال اس بات کا فیصلہ میں نے کر لیا تھا کہ چوتھے ہوٹل پر پہنچ کر میں اس رکشے کو چھوڑ دوں گا۔اگر نرگس مل جاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے تلاش کرنے کی خاطر اور کوئی سواری پکڑوں گا۔جب چوتھے ہوٹل پر جا کر رکشا رکا تو میں نے اپنا سامان نیچے اتار لیا اور رکشے والے کو کرائے کے علاوہ مزید دس روپے بطور انعام دے کر رخصت کر دیا۔بعد ازاں ہوٹل کے ایک ملازم کو سامان کے قریب چھوڑ کر میں دھڑکتے ہوئے دل سے اندر گیا تاکہ نرگس کے بارے میں معلوم کر سکوں۔میں سوچ رہا تھا کہ نرگس اگر اس ہوٹل میں بھی نہ ملی تو پھر کیا ہوگا۔میں اسے شولا پور میں کہاں کہاں تلاش کرتا پھروں گا لیکن میری یہ پریشانی زیادہ دیر نہ رہی۔ہوٹل کا رجسٹر دیکھتے ہوئے مجھے بتایا گیا کہ نرگس جمیل صاحبہ اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر چوبیس اور پچیس میں مقیم ہیں لیکن اس وقت وہ کہیں باہر گئی ہوئی ہیں۔یہ سن کر کہ نرگس اسی ہوٹل میں ہے' میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔میں نے جب مینجر سے مل کر بتایا کہ میں نرگس کا شوہر ہوں تو اس نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا اور اپنا اطمینان کرنے کے بعد مجھے نہ صرف اس بات کی اجازت دے دی کہ میں نرگس کے ساتھ ایک ہی کمرے میں ٹھہر سکتا ہوں بلکہ ہوٹل کے ایک

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ملازم کو بلا کر ہدایت کی کہ میرا سامان اوپر پہنچا دیا جائے۔ ملازم سامان لینے باہر گیا تو منیجر خود مجھے مطلوبہ کمرے تک چھوڑنے آیا۔ کمرے کا قفل اس نے ڈپلی کیٹ چابی سے کھول دیا تھا۔

سامان کمرے میں رکھوا کر میں کچھ دیر تک نرگس کا انتظار کرتا رہا پھر نیچے جا کر استقبالیہ کلرک سے پوچھا۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ نرگس کتنی دیر سے باہر گئی ہوئی ہیں؟"

"میں نے وقت تو نوٹ نہیں کیا تھا جناب' ویسے میرا اندازہ ہے کہ انہیں گئے ہوئے دو گھنٹے سے زیادہ ہو چکے ہیں۔"

"کیا ان کے ساتھ میرا منیجر بھی تھا؟" میں نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے سوال کیا جو اس وقت شام کے پانچ بجا رہی تھی۔

"ایک صاحب تھے تو ان کے ساتھ۔" استقبالیہ کلرک نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"جاتے وقت انہوں نے کچھ کہا تو نہیں تھا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"نہیں" کلرک نے جواب دیا۔

استقبالیہ کلرک سے گفتگو کرنے کے بعد میں باہر آ کر بڑی دیر تک ہوٹل کے لان پر ٹہلتا رہا۔ جب بھی کوئی ٹیکسی ہوٹل میں داخل ہوتی تو میرا دل دھڑکنے لگتا۔ میرے ذہن میں قسم قسم کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔ میں بڑی شدت سے نرگس کی واپسی کی راہ دیکھ رہا تھا۔ جب آٹھ بجے تک وہ واپس نہ لوٹی تو میری پریشانی تشویشناک حد تک بڑھ گئی۔ میں دوبارہ اوپر کمرے میں آ کر ٹہلنے لگا۔ ایک ایک منٹ مجھے ایک سال کی طرح لگ رہا تھا۔ میرے اوپر کرب کی کیفیت طاری تھی۔ بیرونی راہداری میں جب بھی کسی کے قدموں کی آواز ابھرتی' میں لپک کر دروازے پر آ جاتا پھر مایوس ہو کر دوبارہ ٹہلنے لگتا۔ ساڑھے آٹھ بجے تک میں پریشانی کے عالم میں مبتلا رہا۔ پھر اچانک دروازے پر ابھرنے والے قدموں کی چاپ نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے گھوم کر دیکھا تو نرگس میری روح' میری زندگی' دروازے پر کھڑی مجھے متعجب خیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ خلاف توقع مجھے یہاں موجود پا کر حیرت زدہ ہو گی۔

نرگس کو صحیح سلامت دیکھ کر ایسا معلوم ہوا مجھے میری جنت گم گشتہ مل گئی ہو۔ میں نے لپک کر عالم وارفتگی میں اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔

"تم خیریت سے تو ہو؟" میں نے اسے تذبذب میں مبتلا دیکھ کر پوچھا۔

"آپ کب آئے؟" اس نے میری بات نظر انداز کرتے ہوئے شکستہ لہجے میں کہا۔

"میں آج دوپہر کی گاڑی سے پہنچا ہوں۔ بڑی تگ و دو کے بعد اس ہوٹل تک پہنچ سکا ہوں۔" میں

نے تیزی سے کہا پھر دوبارہ سوال کیا۔ "یہاں تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی' تم کچھ گھبرائی گھبرائی سی دکھائی دے رہی ہو۔"

"آپ کے اچانک یہاں آنے کی وجہ کیا ہے؟" نرگس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے ایک غیر متوقع انداز اختیار کیا۔

"کیا تمہیں مجھے یہاں دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی۔" میں نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں' یہ بات نہیں ہے۔" نرگس اس بار خوفزدہ انداز میں مجھ سے لپٹ گئی پھر سسکتے ہوئے بولی۔ "جمیل' خدا کے لئے مجھے بچا لیجئے۔ یہاں سے جتنی جلدی ممکن ہو کہیں اور بھاگ چلیئے۔"

"کیوں؟" میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "تم اتنی خوفزدہ کیوں ہو۔ کیا ہو گیا؟"

"وقت مت ضائع کیجئے جمیل۔ وہ' وہ نوازش......" نرگس اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر پھر سسکنے لگی۔ کسی خوفزدہ بچے کی طرح وہ میرے سینے سے چمٹی ہوئی تھی۔ اس کا سارا بدن لرز رہا تھا۔

نوازش میرے منیجر کا نام تھا۔ نرگس جب صرف نوازش کہہ کر خاموش ہو گئی تو میرے ذہن میں ایک پل کے اندر لاتعداد خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو گئے۔ میں نے جلدی سے پوچھا۔

"نوازش کہاں ہے؟ مجھے استقبالیہ کلرک نے بتایا تھا کہ تم اس کے ساتھ باہر گئی تھیں۔"

"ہاں۔" نرگس بمشکل ہاں کہہ کر دوبارہ سسکنے لگی تو میں نے پریشانی اور الجھن کے ملے جلے لہجے میں سوال کیا۔

"خدا کے لئے کچھ بتاؤ تو سہی۔ آخر تم اس درجہ خوف زدہ کیوں ہو؟"

"جمیل۔" نرگس نے ڈبڈبائی ہوئی نظریں میرے چہرے پر جماتے ہوئے بڑے معصوم انداز میں کہا۔ "میں بے گناہ ہوں...... مجھے بچا لیں جمیل...... میں نے نوازش کو...... گگ...... گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔"

"تم نے نوازش کو گولی مار کر ہلاک کر دیا! مگر کیوں......؟" میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا تو نرگس رک رک کر بولی۔

"وہ...... وہ...... میری عزت لوٹنا چاہتا تھا۔"

نرگس کا جواب سن کر میں سکتے میں رہ گیا۔ میں بالکل چکرا کر رہ گیا لیکن دوسرے ہی لمحے حالات کے پیش نظر میں نے ایک نتیجہ اخذ کر لیا۔ نرگس نے جو کچھ کہا تھا وہ یقیناً اپنی جگہ درست تھا اس لئے کہ اس میں سو فیصد انکا کے پُراسرار وجود کی شرارت نظر آ رہی تھی۔ نوازش کو میں بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ انتہائی شریف' دیانت دار اور فرشتہ صفت آدمی تھا۔ اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس نے نرگس پر بری نظر ڈالی ہو۔ یقیناً اسے انکا نے اس بدنگاہی پر آمادہ کیا تھا۔ اگر نوازش کے اوپر مجھے اعتماد نہ ہوتا تو میں

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نرگس کو اس کے ساتھ شولا پور کیوں بھیجتا۔

گویا اب انکا نے اس طرح انتقام لیا ہے۔ ساری بات واضح تھی۔ اسی نے نوازش کے سر پر مسلط ہو کر اسے نرگس کی آبرو لوٹنے کے گھناؤنے جرم پر اکسایا ہوگا۔ پھر ظاہر ہے کہ نرگس نے اپنی عزت بچانے کی خاطر اسے شوٹ کر دیا ہوگا۔ میں ابھی انہی باتوں پر غور کر رہا تھا کہ نرگس نے دوبارہ کہا۔

"جمیل۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے حالات سے مجبور ہو کر نوازش کو گولی ماری تھی۔ اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہ تھا۔"

"مجھے یقین ہے نرگس کہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے نرگس کو تسلی دی تو وہ بے اختیار پھٹ پڑی۔ پھر مجھے التجا آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"خدارا یہاں سے کہیں بھاگ چلیں جمیل ورنہ پولیس مجھے گرفتار کر لے گی مجھے پھانسی ہو جائے گی، میں موت سے نہیں ڈرتی لیکن آپ سے جدائی کا تصور بھی میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالیں۔ اس طرح میری روح کو سکون تو مل جائے گا۔"

"گھبراؤ نہیں نرگس۔ میں تمہیں ہر قیمت پر بچا لوں گا۔ خدا کے لئے حوصلہ رکھو۔"

میں نرگس کو تسلیاں دینے لگا لیکن خود میرا ذہن اس وقت کام نہیں کر رہا تھا۔ شولا پور میں مزید رکنا بھی خطرے کی بات تھی چنانچہ میں نرگس کو سمجھا بجھا کر نیچے آ گیا۔ ہوٹل کا بل ادا کیا پھر اوپر آ کر جلدی جلدی سامان باندھا اور نرگس کو ساتھ لے کر سیدھا اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ قسمت اچھی تھی جو مجھے اسٹیشن پہنچتے ہی بمبئی جانے والی گاڑی مل گئی۔ میں نے دو ٹکٹ خریدے اور گاڑی میں بیٹھ کر دوبارہ بمبئی کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس وقت بمبئی جانا میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ بہت ممکن تھا کہ کلن خاں کے بیان کے بعد پولیس میری تلاش میں سرگرداں ہو لیکن بمبئی جائے بغیر میں کہیں اور جا بھی تو نہیں جا سکتا تھا۔

نرگس بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ کمپارٹمنٹ میں ہمارے علاوہ ایک مدراسی جوڑا تھا اس لئے میں نرگس سے کوئی بات نہ کر سکا لیکن دو اسٹیشنوں کے بعد وہ جوڑا اتر گیا تو ہم تنہا رہ گئے۔ نرگس کی حالت بدستور غیر ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ بار بار وہ مجھے سہمی ہوئی نظروں سے گھورنے لگتی۔ میں اس کی حالت دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ انکا کے پُراسرار وجود نے مجھے جس کیفیت سے دوچار کر دیا تھا اس سے بچاؤ کا بظاہر کوئی حل مجھے نظر نہیں آ رہا تھا پھر بھی میں نے خود پر قابو پا کر نرگس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب آئندہ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ تم مفت میں اپنی جان کیوں ہلکان کر رہی ہو۔"

"جمیل۔" نرگس نے بے اختیار مجھ سے لپٹتے ہوئے کہا۔ "وعدہ کریں کہ آپ میری گرفتاری سے

پہلے ہی مجھے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالیں گے۔"

"اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔" میں نے اسے محبت بھرے لہجے میں مخاطب کیا۔ "تمہارے بچاؤ کی خاطر میں سب کچھ کر گزروں گا لیکن شرط یہی ہے کہ تم خود پر قابو رکھو۔"

نرگس دیر تک مجھ سے لپٹی رہی۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا تو اس کی حالت قدرے سنبھل گئی۔ میں نے دیدہ دانستہ ابھی تک اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ میرے اچانک شولا پور پہنچنے کی وجہ کیا تھی لیکن جب نرگس نے بار بار اصرار کیا تو میں نے اس خیال سے کہ کہیں وہ اپنی لاعلمی میں انکا کی شیطانی قوت کا دوبارہ شکار نہ ہو جائے اسے مکمل حالات سے آگاہ کر دیا۔

"تو کیا نوازش کی اس حرکت کی ذمہ داری انکا پر عائد ہوتی ہے۔" اس نے پوری بات سننے کے بعد تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ میرا یہی خیال ہے۔"

"پھر اب کیا ہوگا؟"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اب بمبئی سے بھی کہیں دور چلا جانا چاہئے۔" میں نے جواب دیا۔ "میرے خلاف چونکہ وہاں ایک کیس پہلے بن چکا ہے اس لئے اب ہمارا وہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔"

نرگس خاموشی سے کچھ سوچتی رہی پھر وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ میں نے پوچھا۔

"کیا تم نے ان بزرگ سے ملاقات کی تھی جن سے ملنے شولا پور آئی تھیں؟"

"میں نوازش کو ساتھ لے کر ان ہی بزرگ سے ملنے کے ارادے سے نکلی تھی لیکن......"

"نوازش کو گولی تم نے کہاں ماری تھی؟" میں نے اچانک کچھ سوچ کر نرگس کی بات کاٹ کر دریافت کیا۔

"غالباً وہ کوئی پارک تھا۔ نوازش جس وقت ہوٹل سے چلا تھا اس وقت بالکل پُرسکون تھا لیکن راستے میں اچانک اس نے گاڑی پارک کے قریب رکوالی اور مجھے ساتھ لئے ایک سنسان جگہ کی طرف لے چلا۔ میں سمجھی کہ وہ بزرگ ادھر کہیں رہتے ہوں گے مگر ایک ویران جگہ پر جا کر اس نے بالکل اچانک مجھ سے دست درازی شروع کر دی۔ میں نے اپنے پرس سے ریوالور نکالا اور......" نرگس اتنا کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"تمہارا ریوالور کہاں ہے؟"

"وہ وہ میں وہیں پھینک آئی تھی۔" نرگس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ ریوالور کا جائے واردات پر پایا جانا یقیناً نرگس کو پھانسی کے پھندے تک لے جا سکتا تھا۔ ابھی اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ نرگس نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"جمیل...... کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ پھانسی کے پھندے سے مجھے بچالیں گے۔" اس کی آواز میں وبلا کا درد تھا۔

"کیوں نہیں......" میں نے جلدی سے کہا۔ "دولت کی طاقت کے آگے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ تم قطعی پریشان نہ ہو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ نرگس میرا جواب سن کر مطمئن ہوئی تھی یا نہیں لیکن میں نے اس کی خاموشی سے یہی اندازہ لگایا کہ وہ قدرے سکون محسوس کر رہی ہے۔ بمبئی تک پھر ہمارے درمیان اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ راستے بھر مجھے یہی کھٹکا رہا کہ کہیں انکا دوبارہ کوئی وار نہ کر بیٹھے۔ میں نے نرگس کو بھی سمجھا دیا تھا کہ وہ انکا کے پُراسرار وجود سے آئندہ بہت محتاط رہے اور اگر وہ اسے اپنے سر پر محسوس کرے تو فوری طور پر ایک مخصوص اشارے سے مجھے بتادے۔

بمبئی پہنچ کر وہ رات ہم نے جس پریشانی اور الجھن میں گزاری وہ کچھ ہم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اگلی صبح ہوتے ہی میں نے اور نرگس نے مل کر تین سوٹ کیسوں میں ضروری کپڑے اور قیمتی زیورات رکھے۔ ایک بستر بند میں دو بستر لپیٹے اور ایک ائیر بیگ میں دوسری ضروری اشیاء رکھیں۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر میں گاڑی لے کر ڈرتے ڈرتے باہر نکلا اور ان تمام بینکوں سے اپنی جمع شدہ دولت کا بڑا حصہ نکلوا لایا جن میں میرا حساب تھا۔ دہلی کے لئے دو سیٹیں میں نے گزشتہ رات ہی محفوظ کرا لی تھیں۔ گھر پہنچ کر میں نے تھوڑی بہت تیاری جو باقی رہ گئی تھی پوری کی اور جب جہاز کی روانگی میں ایک گھنٹا باقی رہ گیا تو میں نرگس کو ساتھ لے کر سانتا کروز کے ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہو گیا۔

صبح سے اب تک میں نے کسی اخبار پر نظر نہیں ڈالی تھی لیکن ائیرپورٹ پہنچ کر میں نے احتیاطاً ایک اخبار خرید لیا۔ نرگس کے چہرے پر بدستور فکر و پریشانی کے تاثرات موجود تھے۔ اس نے نوازش کی موت کا اور آئندہ پیش آنے والے نتائج کا اتنا گہرا اثر لیا تھا کہ وہ برسوں کی بیمار معلوم ہوتی تھی۔ جب تک جہاز نے پرواز نہیں کی وہ گم سم بیٹھی رہی مگر جہاز کے پرواز کرتے ہی اس نے یوں ایک طویل سرد سانس کھینچی جیسے کسی بڑی پریشانی سے نجات مل گئی ہو۔

میں نے ایک بار پھر سرگوشی کے انداز میں اسے پُرسکون رہنے کی تلقین کی پھر اخبار جسے اب تک میں نے لپیٹ کر ہاتھ میں دبا رکھا تھا کھولا اور جلدی جلدی سرخیوں پر نظر دوڑانے لگا۔ پہلے اور دوسرے صفحے پر مجھے کچھ نظر نہ آیا لیکن تیسرے صفحے پر مجھے وہ خبر مل گئی جس کی مجھے تلاش تھی۔ میں نے خوفزدہ نظروں سے خبر کی تفصیل پڑھی تو میری عقل چکرا کر رہ گئی۔

نرگس کا بیان تھا کہ اس نے نوازش کو کسی پارک کے قریب ویرانے میں گولی مار کر ہلاک کیا تھا اور اپنا ریوالور بھی وہیں پھینک آئی تھی لیکن اخبار میں آنے والی اطلاع اس بیان سے قطعی مختلف تھی۔ اخباری

Downloaded from Paksociety.com

اطلاع کے مطابق نوازش علی کی لاش شولاپور میں ایک پارک کے قریب سڑک پر کچلی ہوئی حالت میں ملی تھی۔ پولیس کا خیال تھا کہ نوازش علی کسی بھاری بس یا ٹرک کے نیچے آکر ہلاک ہوا ہے۔ حادثہ اتنا شدید تھا کہ مقتول کی پسلیوں کی تمام ہڈیاں چور ہو گئی تھیں اور جسم کا بیشتر حصہ پس گیا تھا۔ اگر چہرہ محفوظ نہ رہتا تو اس کی شناخت بھی ناممکن ہو جاتی۔ آخر میں اخبار نے اپنے نمائندے کے حوالے سے یہ بھی لکھا تھا کہ تادم تحریر پولیس اس بس یا ٹرک کو تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی جس نے نوازش کو بے دردی سے کچلا تھا۔

اس خبر کو پڑھ کر مجھے سکون تو ضرور ہوا لیکن میں بخوبی جانتا تھا کہ یہ سب کچھ انکا نے کسی خاص مصلحت کی بنا پر ہی کیا ہوگا۔ بہرحال مجھے وقتی طور پر اس بات کی خوشی یقیناً ہوئی تھی کہ نوازش کے قتل کے سلسلے میں نرگس کا نام نہیں آیا۔ رہا نوازش کا شولاپور جانے کا مسئلہ تو یہ راز میرے اور نوازش کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم تھا لیکن جس ہوٹل میں نوازش مقیم تھا اس میں یقیناً اس کا نام درج تھا۔ ہوٹل والوں نے پولیس کو نوازش، نرگس اور میری آمد کے بارے میں ضرور بتایا ہوگا لیکن اس سے بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا۔ حادثے کے وقت میں ہوٹل میں موجود تھا اور نرگس دریافت کرنے پر یہ بتا سکتی ہے کہ ٹیکسی سے اترنے کے بعد نوازش اس سے علیحدہ ہو گیا تھا جب وہ اسے نہیں ملا تو وہ تنہا ہوٹل واپس چلی آئی۔ بہرحال پولیس نے اس واقعے کو...... ایکسیڈنٹ قرار دے دیا تھا اور ہماری نجات کے کافی امکانات موجود تھے پھر بھی سچ تو یہ ہے کہ شولاپور سے چلتے وقت ہم سے کچھ غلطیاں ضرور ہو گئی تھیں جن کے سبب پولیس ہمیں پریشان کر سکتی تھی لیکن کیا کیا جاتا۔ شولاپور میں ہماری نظر میں یہ قتل کا کیس تھا۔ وہاں سے فرار ضروری تھا اور بمبئی میں رہنا بھی مناسب نہیں تھا۔ بمبئی سے روانگی سے قبل میں نے فون پر اپنے دفتر کے ایک آدمی کو یہ اطلاع دے دی تھی کہ میں چند ضروری کاموں کے سلسلے میں باہر جا رہا ہوں۔

نرگس چونکہ اپنے خیالات میں محو تھی اس لئے اس نے اخبار کی اس خبر کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ کچھ دیر تک میں اس بات پر غور کرتا رہا کہ آخر نوازش کی لاش کو غلط انداز سے سامنے لا کر انکا کا کیا ارادہ ہے۔ پھر جب اس کی کوئی خاص وجہ میری سمجھ میں نہ آسکی تو میں نے نرگس کو آہستہ سے مخاطب کیا۔

"کس سوچ میں غرق ہو؟"

"جی۔" وہ میرے سوال پر چونکی۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہا۔ "یوں ہی خاموش تھی۔"

"پُرسکون رہنے کی کوشش کرو میری جان اور جو بات تمہارے ذہن کو پریشان کر رہی ہے اسے بھول جاؤ۔ اس لئے کہ اب تمہارے اوپر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا مطلب؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

جواب میں، میں نے اخبار کا وہ صفحہ نرگس کے سامنے کر دیا جس میں اس حادثے کی خبر شائع ہوئی

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تھی۔ اخبار کی سرخی دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے تو بری طرح بوکھلا گئی لیکن پھر اس کی بوکھلاہٹ آہستہ آہستہ الجھن میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ نوازش کے بارے میں پوری تفصیل پڑھنے کے بعد اس نے جن نظروں سے میری طرف دیکھا ان میں لاتعداد سوالات پنہاں تھے۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"ذہن پر زیادہ بوجھ نہ دو۔ یہ سب اسی کی شرارت ہے۔"

"لیکن میں نے تو اسے......"

"جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ فی الحال کوئی اور بات کرو۔"

نرگس بدستور میرے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھی غالباً اس کے ذہن کو بھی وہی سوالات پریشان کر رہے تھے جنہوں نے مجھے الجھا رکھا تھا۔ چند ثانئے تک وہ ٹکٹکی باندھے میرے چہرے کو تکتی رہی پھر سپاٹ آواز میں بولی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

"سب ٹھیک ہوجائے گا' تم پریشان مت ہو۔" میں نے جان بوجھ کر بڑی بے پروائی سے بات کہی اور اس کے ہاتھ سے اخبار لے کر مطمئن انداز میں دوسری خبریں دیکھنے لگا۔

دہلی پہنچ کر مجھے قیام کے سلسلے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ میں شادی سے پہلے بھی دو تین بار یہاں آچکا تھا پہلے بھی میرا قیام یہاں کے سب سے بڑے ہوٹل اشوکا میں ہوا تھا جو چانکیا پوری میں واقع ہے چنانچہ اس بار بھی پالم کے ہوائی اڈے سے ٹیکسی پکڑ کر میں سیدھا اشوکا پہنچا اور ایک ڈبل روم اپنے لئے حاصل کرلیا۔

میں دہلی کسی خاص منصوبے کے تحت نہیں آیا تھا محض نرگس کے اصرار پر میں بمبئی چھوڑنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ بذات خود بھی میں یہی چاہتا تھا کہ کچھ روز بمبئی سے دور رہ کر حالات کا جائزہ لیا جائے لیکن اب جبکہ میں دہلی میں مقیم تھا تو اچانک میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ کیوں نہ میں یہاں کسی درگاہ پر حاضری دے کر انکا سے چھٹکارے کے لئے دعا مانگوں۔ اس خیال کا اظہار میں نے نرگس پر کیا تو اس نے بھی میری تائید کی اور کہا کہ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے اور اسی وقت درگاہ پر حاضری دینے چلو۔ نرگس کے چہرے پر اب قدرے سکون تھا۔ شاید اس لئے کہ اسے یقین تھا کہ درگاہ پر حاضری دیتے ہی ہماری مصیبت کی گھڑیاں ضرور ختم ہوجائیں گی۔"

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں سونے کے ارادے سے لیٹ گئے۔ نرگس کو اب سکون ہوگیا تھا۔ اس لئے بستر پر لیٹتے ہی سوگئی لیکن مجھے نیند نہ آسکی۔ میں یونہی سوچتا رہا۔ سوچتا رہا اور پھر میری آنکھ لگ گئی۔

شام کو پانچ بجے میں بیدار ہوگیا لیکن نرگس ابھی تک خواب خرگوش میں محو تھی۔ سوتے میں بھی اس

کے معصوم چہرے پر کرب کے تاثرات موجود تھے۔ میرے ذہن کو نرگس کی کیفیت محسوس کر کے جھٹکا لگا۔ اس بے چاری کی حالت کا ذمے دار صرف میں تھا۔ شادی کے بعد سے اب تک میں اسے کوئی سکون نہ دے سکا تھا۔ اس کے برعکس نرگس کو میرے لئے ان گنت پریشانیاں اٹھانی پڑی تھیں۔ مجھے جیل سے رہا کرانے میں اس نے دن رات ایک کردیئے تھے۔ شولاپور بھی وہ میری خاطر گئی تھی جہاں ایک نئی مصیبت سے دوچار ہوگئی تھی۔

خاصی دیر تک میں نرگس کے معصوم چہرے کو تکتا رہا۔ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس کی پرسکون نیند میں خلل ڈالوں لیکن چونکہ ہمارا درگاہ پر حاضری دینا ضروری تھا اس لئے میں نے ہمت کر کے اسے جگا دیا وہ خوف و دہشت کے تاثرات چہرے پر سمیٹے ہڑبڑا کر اٹھی اسے دیکھ کر میرا دل تڑپ اٹھا مگر میں نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"اٹھ کر جلدی سے تیار ہوجاؤ۔ میں ناشتے کے لئے فون کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم درگاہ پر حاضری دینے چلیں گے۔"

نرگس نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر جلدی سے اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ میں نے فون پر ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ نرگس نے تیار ہونے میں حیرت انگیز جلدی کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ آدھے گھنٹے بعد ہم نے اشوکا سے باہر نکل کر ایک ٹیکسی پکڑی اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ کی طرف چل پڑے۔ مجھے اس بات پر خاصی ندامت محسوس ہو رہی تھی کہ پہلے جب بھی دہلی آیا تو کاروباری ارادے سے آیا یا پھر عیاشی کے لئے آیا مگر پہلے کبھی میرے دل میں کسی درگاہ پر حاضری دینے کا خیال تک نہیں آیا تھا۔ آج جب حالات نے مجھے چاروں طرف سے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا میں درگاہ پر حاضری دینے پر آمادہ ہوگیا۔

ابھی میں ندامت کے اس احساس سے دوچار ہی تھا کہ یکلخت چونک پڑا۔ اچانک میں نے یوں محسوس کیا جیسے میرے سر پر کوئی دھماکا ہوگیا ہو۔

انکا میرے سر پر موجود تھی۔ جب میں نے عالم تصور میں اسے سر پر دوبارہ مسلط پایا تو میں بری طرح حواس باختہ ہوگیا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے انکا کے پراسرار وجود کو دیکھ رہا تھا جو میرے سر پر کھڑی کینہ توز نظروں سے مجھے گھورے جارہی تھی۔ اس کی خوفناک آنکھوں سے نفرت اور غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ بہت مشتعل اور برافروختہ معلوم ہوتی تھی۔ میں اسے دیکھ کر بہت شکستہ ہوا۔ انکا سے کبھی میں نجات نہیں پا سکوں گا۔ ساری زندگی مجھے اس کی غلامی میں بسر کرنا پڑے گی۔ تمام عمر میں اسی کرب میں مبتلا رہوں گا۔ کاش انکا مجھے اپنی غذا کے طور پر قبول کرلیتی۔ میں روہانسا ہوگیا۔

میری آنکھیں بھر آئیں۔ کاش میں اس دن رام دیال کی ماں کی ارتھی کے ساتھ شمشان گھاٹ نہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جاتا۔ اف میرے خدا۔ میں کس عذاب میں گھر گیا ہوں۔

خواجہ کی درگاہ اب بمشکل ایک میل رہ گئی تھی لیکن قبل اس کے کہ میں وہاں پہنچ سکتا۔ انکا نے میرے کانوں میں بڑی ڈراؤنی آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

''جمیل۔ گاڑی رکوالو۔'' میں خاموش رہا۔

''وقت ضائع مت کرو جمیل۔ میری بات مانو اگر تم نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا تو پھر سوچ لو کہیں اس بار تمہیں نرگس سے ہی ہاتھ نہ دھوے پڑ جائیں۔''

انکا کی یہ دھمکی کام کر گئی۔ میں نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں اور ٹیکسی ڈرائیور کو حکم دیا کہ وہ گاڑی ایک طرف کھڑی کر دے۔

''کیوں؟'' نرگس نے چونکتے ہوئے سوال کیا تو میں نے اسے ٹالتے ہوئے کہا۔

''جلدی میں' میں کمرے کو قفل لگانا بھول گیا تھا ممکن ہے درگاہ پر دیر لگے اس لئے تم ٹیکسی میں بیٹھو، میں ہوٹل کے مینجر کو فون کر کے ابھی آتا ہوں۔''

ٹیکسی میری ہدایت پر سڑک کے کنارے روک دی گئی تھی۔ چنانچہ نرگس کے سوالات سے بچنے کے لئے میں نے جلدی سے دروازہ کھولا اور نیچے اتر کر ایک سمت ہولیا۔ نرگس کو یہ باور کرانے کے لئے کہ میں سچ مچ ہوٹل کو فون کرنے کے ارادے سے نیچے اترا ہوں' میں نے یونہی ایک راہ گیر سے وقت پوچھا پھر قدم بڑھاتا ایک دوسری سڑک پر گھوم گیا۔

انکا بدستور میرے سر پر کھڑی اپنے دونوں ہاتھ کولھوں پر رکھے مجھے غضبناک نظروں سے گھور رہی تھی۔ جیسے ہی میں دوسری سڑک پر آیا اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے خشک لہجے میں پوچھا۔

''تم اس وقت نرگس کے ساتھ کہاں جا رہے تھے؟''

''میں......وہ......ذرا نرگس کی طبیعت خراب تھی اس لئے......''

''اس لئے تم اسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے تھے۔ کیوں۔'' انکا نے میری بات کاٹ کر کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ یہی بات تھی۔''

''جمیل۔'' اچانک انکا کا لہجہ بے حد خونخوار ہو گیا۔ ''تم پھر مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت نرگس کے ساتھ ایک بزرگ کی چوکھٹ پر اس لئے جا رہے تھے کہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کر سکو۔''

''ہاں۔'' میں نے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ ''تم سچ کہتی ہو۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مجھ سے اتنی آسانی کے ساتھ بغیر میری مرضی کے نجات پا لو گے؟''

میں تھکے تھکے قدم بڑھاتا رہا۔ انکا کے سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ انکا کی ہر بات سچ

تھی۔ میں خاموش رہا تو انکا نے تحکمانہ انداز میں مجھ سے کہا۔

''واپس چلو جمیل صاحب۔ اب تم بزرگ کی چوکھٹ پر نہیں جاؤ گے۔ میرے حکم پر تمہیں واپس ہوٹل چلنا ہوگا جہاں آج تم سے آخری فیصلہ کیا جائے گا۔''

انکا کے حکم کو نہ ماننے کی صورت میں مجھے نرگس کی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ انکا نے مجھے دھمکی بھی یہی دی تھی۔ لہٰذا میں اس کے حکم پر خاموشی سے پلٹا اور دوبارہ ٹیکسی کی سمت قدم بڑھانے لگا۔ انکا غیظ و غضب کی کیفیت میں میرے سر پر ٹہل رہی تھی۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ میں اس کے اشتعال کے اس عالم سے واقف تھا' اور اسی لئے بہت خوفزدہ تھا۔

میں جب دوبارہ ٹیکسی میں بیٹھا تو نرگس نے میرے پریشان چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''کر آئے فون......؟''

''ہاں۔ لیکن مینجر نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں خود جا کر کمرے کو مقفل کر دوں۔''

''پھر؟''

''مجبوری ہے۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''کمرے کو مقفل کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ ہم دوبارہ واپس آ جائیں گے۔''

میری ہدایت پر ٹیکسی واپس ہوٹل کی جانب روانہ ہو گئی۔ میں گم صم بیٹھا سوچ رہا تھا کہ انکا کی قوت واقعی بڑی لامحدود ہے اسے اپنی پُراسرار قوت کی بنا پر یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ہم خواجہ کی چوکھٹ پر حاضری دینے جا رہے ہیں اور کیوں جا رہے ہیں چنانچہ وہ فوری طور پر میرے سر پر آ گئی اور پھر اس نے جو دھمکی مجھے دی وہ اس قدر موٴثر ثابت ہوئی کہ میرے لئے اس کا حکم ماننے سے انکار ممکن نہ تھا۔

میں اپنی سوچ میں غرق تھا۔ نرگس منہ دوسری طرف کئے باہر کے مناظر دیکھنے میں محو تھی اور انکا میرے سر پر غصے کی حالت میں ٹہل رہی تھی' اس کے تیور بے حد خطرناک ہوتے جا رہے تھے۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے ٹیکسی چھوڑ دی اور نرگس کو ساتھ لئے اپنے کمرے میں جا کر اندر سے دروازہ بند کیا تو نرگس نے حیرت سے کہا۔ ''کیا واپس چلنے کا ارادہ نہیں ہے؟''

''نہیں۔'' میں نے مردہ آواز میں جواب دیا۔

''کیوں۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔''

میں نرگس کی بات کا کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ انکا نے کہا۔ ''جمیل۔ تم نرگس کو اگر چاہو تو بتا دو میں دوبارہ تمہارے سر پر آ گئی ہوں لیکن میری اور تمہاری گفتگو تنہائی میں ہو گی۔''

نرگس کے معصوم چہرے پر موجود الجھن میرے دل پر کچوکے لگا رہی تھی۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا اسے انکا کی موجودگی سے باخبر کر دوں لہٰذا جب انکا نے مجھے اس کی اجازت دے دی تو میں نے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نرگس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"نرگس، تم کچھ دیر کے لئے برابر والے کمرے میں چلی جاؤ، مجھے انکا سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"انکا سے.....؟" نرگس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"ہاں۔ انکا میرے سر پر دوبارہ آ گئی ہے۔" میں نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔ "اسی کے کہنے پر میں واپس یہاں آیا ہوں۔"

نرگس کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا۔ اس کی غزالی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ چند ثانئے تک وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی پھر اپنی اداس نظریں نیچی کر کے قدم بڑھاتی دوسرے کمرے میں چلی گئی اور میں کسی ہارے ہوئے جواری اور تھکے ہوئے مسافر کی طرح آگے بڑھ کر آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

"جمیل۔" انکا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "پہلے تم نے نرگس کے سلسلے میں مجھ سے جھوٹ بولا تھا اور آج تم نے پھر مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔ تم ایسا کیوں کرتے ہو جبکہ تم انکا سے اچھی طرح واقف ہو۔"

"میں نے یہ سب کچھ نرگس کو مطمئن کرنے کی خاطر اس کے ایما پر کیا تھا۔" میں نے مردہ آواز میں جواب دیا تو انکا چراغ پا ہو کر بولی۔

"تم پھر جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے جیل سے رہائی حاصل کرنے کے لئے بھی مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔"

میں خاموش رہا تو انکا سر سے پھدک کر میرے بائیں شانے پر آ گئی اور کرخت آواز میں بولی۔

"سنو جمیل صاحب۔ جب تک میں خود تمہیں نہ چھوڑوں، تم مجھ سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے اور کان کھول کر سن لو کہ اگر تم نے کسی بزرگ کے مزار پر جانے کا ارادہ کیا تو میں نرگس کو مار ڈالوں گی۔ اس کا خون بہت لذیذ ہوگا۔ بولو کیا ارادہ ہے تمہارا؟"

"نہیں۔" میں نرگس کی جدائی کے تصور ہی سے تڑپ اٹھا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی تم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔"

"اپنے دل کو پھر ٹٹولو جمیل۔ کہیں پھر تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو۔"

"نہیں۔ میں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم جو کہو گی میں وہی کروں گا۔"

"کیا تم پہلے کی طرح ہر ماہ میرے لئے ایک انسانی جسم کا خون مہیا کرنے پر تیار ہو؟" انکا نے اس بار زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں لیکن صرف اس شرط پر کہ تم نرگس کو کوئی گزند نہیں پہنچاؤ گی۔"

"نرگس تمہیں بہت زیادہ عزیز ہے۔ کیوں!" انکا کے گلابی ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

"ہاں۔ میں اس کی خاطر اپنی جان کی قربانی بھی دے سکتا ہوں۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا تو انکا مسکرا کر بولی۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم نرگس سے کتنی محبت کرتے ہو۔ اسی وجہ سے میں نے نوازش کی موت کے سبب کو بدل ڈالا۔ اب نرگس پر کوئی آنچ نہیں آ سکتی۔"

"مگر وہ ریوالور کیا ہوا جو نرگس وہاں پھینک آئی تھی؟" میں نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"اس کی فکر مت کرو۔ جب تک تم مجھ سے وفادار رہو گے، تم پر اور نرگس پر کوئی آنچ نہیں آئے گی لیکن یاد رکھو...... یہ آخری موقع ہے آئندہ رعایت کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔"

میری کیفیت اس وقت ایسی تھی جیسے عمل تنویم کر کے مجھے کسی عامل نے اپنے قبضے میں کر لیا ہو لیکن میں نرگس کی زندگی کے لئے ہر سودا کرنے کو تیار تھا۔ چنانچہ اس وقت انکا نے جو بھی کہا میں نے خلوص دل سے مان لیا۔ میری اس سعادت مندی سے خوش ہو کر وہ دوبارہ رینگتی ہوئی میرے سر پر چلی گئی۔ اس کے ہونٹوں پر اب بڑی شوخ مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ میرے سر پر کھڑی کچھ دیر تک وہ مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتی رہی پھر ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر میرے گھنے بالوں پر اس طرح اوندھی لیٹ گئی کہ اس کے دونوں ہاتھ میری پیشانی پر تھے اور خوابیدہ نظریں نیم وا تھیں۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا اور دل ہی دل میں کھول رہا تھا کہ کچھ توقف کے بعد انکا نے مجھے پھر مخاطب کیا۔

"جمیل۔ تمہیں ستانے میں مزہ آتا ہے۔ تم وہ پہلے شخص ہو جسے میں نے سب سے زیادہ پسند کیا ہے۔ یقین جانو اگر میں حقیقت کے روپ میں آ سکتی تو نرگس کی جگہ میں ہوتی۔ تمہاری باتیں مجھے بڑی پیاری لگتی ہیں۔ اسی وجہ سے میں تمہیں ہر بار معاف کر دیتی ہوں۔ بمبئی سے روانگی کے وقت میں نے سوچا تھا کہ شولا پور پہنچ کر نرگس کو ٹھکانے لگا دوں گی لیکن پھر مجھے تمہارے اوپر ترس آ گیا۔ دل کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔"

میں انکا کی گفتگو کو غور سے سنتا رہا۔ نرگس کے سلسلے میں اس کی جارحانہ باتیں سن کر مجھے بڑا تاؤ آیا لیکن میں دھیمے لہجے میں بولا۔

"ایک بیوی کی حیثیت سے نرگس کا فرض ہے کہ میری پریشانیوں میں برابر کی شریک رہے۔ وہ شولا پور بھی اسی مقصد سے گئی تھی کہ مجھے تم سے چھٹکارا دلا سکے۔"

"مجھ سے۔" انکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "جمیل تم بڑے ناشکرے ہو۔ اب تک میں نے تمہارے اوپر جو کچھ احسانات کئے تم وہ سب فراموش کر بیٹھے حالانکہ تم کو اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہئے تھا کہ میں خود

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تمہارے سر پر آگئی۔ مجھے قبضے میں کرنے کے لئے اب تک نہ جانے کتنے سرپھرے الٹے سیدھے عمل کر کے یا تو پاگل ہو چکے ہیں یا پھر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ تمہیں نہیں معلوم کہ رام دیال کی ماں بھی مجھے پانے کے لئے اپنی جان گنوا بیٹھی تھی۔"

"میں تمہاری پُراسرار قوت کا قائل بھی ہوں اور احسان مند بھی لیکن......"

"تم جھوٹ بکتے ہو۔" انکا نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "جب تک نرگس تمہاری زندگی میں نہیں آئی تھی' تم صرف میرے تھے۔ مگر اب تم بدلتے جا رہے ہو۔ میں اگر چاہوں تو تم کو اپنی قوت سے قبضے میں لا سکتی ہوں مگر نہ جانے کیوں ہر بار مجھے تمہاری پیاری باتوں پر رحم آ جاتا ہے۔"

"یہ تمہارا خیال ہے ورنہ میں اب بھی تمہارے خلاف نہیں ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں کسی بے گناہ کا خون کرتے ہوئے گھبراتا ہوں۔" میں نے انکا کو برہم دیکھا تو نرمی سے جواب دیا۔

"بس رہنے بھی دو جمیل صاحب۔ میں خوب جانتی ہوں کہ تم کتنے پانی میں ہو۔" انکا نے بدستور غصے سے کہا۔ "رہا میری پُراسرار قوت کا معاملہ تو تم تمام عمر اس کا بھید نہیں پا سکتے۔ ابھی تم پوری طرح قائل ہی کہاں ہوئے ہو' تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش بیٹھا سوچتا رہا کہ انکا کو کس طرح رام کیا جائے۔ حالات کے پیش نظر انکا کی خوشنودی حاصل کرنا میرے لئے ضروری تھا۔ میں اپنے خیال میں محو تھا اور ادھر انکا نے کھڑے ہو کر میرے سر پر غصے کے عالم میں چہل قدمی شروع کر دی۔ خاصی دیر تک ہم دونوں اپنے اپنے خیالات میں گم رہے پھر اچانک میں نے انکا کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ یوں جیسے اسے کوئی اہم بات یاد آ گئی ہو۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ وہ منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے بولی۔

"جمیل۔ میں تم سے وعدہ ضرور کر چکی ہوں کہ نرگس کو جان سے نہیں ماروں گی لیکن اب اسے اپنی حرکت پر ضرور پچھتانا پڑے گا۔ اسے اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑے گا۔"

"لل...... لیکن نرگس نے اب کیا کیا ہے؟" میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"اس کا علم تمہیں خود ہو جائے گا۔" انکا نے چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح بل کھا کر کہا پھر بڑی پھرتی کے ساتھ رینگتی ہوئی میرے سر سے اتر گئی۔

"انکا کے آخری جملے کا مطلب کیا ہے؟" اس کے جانے کے بعد بھی میں چند لمحوں تک اپنی جگہ کسی پتھر کی مورتی کی طرح کھڑا سوچتا رہا پھر تیزی سے لپکتا ہوا ملحقہ کمرے میں گیا تا کہ نرگس کو انکا کے بارے میں تفصیل سے سمجھا کر محتاط رہنے کا مشورہ دے سکوں لیکن دوسرے کمرے میں قدم رکھتے ہی میں ایک دم ٹھٹک کر رک گیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میرے اعصاب جواب دے گئے۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور نرگس کمرے میں موجود نہیں تھی۔

☆==========☆==========☆

نرگس کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر میں بوکھلا گیا۔ میرے اعصاب جواب دے گئے۔ میں پتھر کے کسی بے جان مجسمے کی طرح کھڑا خالی کمرے کو دیکھتا رہا۔ ہر شے مجھے گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے بھرے بازار میں کسی نے میری جیب کتر لی ہو۔ نرگس میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ تھی۔ اس کی اچانک غیر موجودگی نے میرے سوچنے سمجھنے کی تمام قوتوں کو سلب کر لیا تھا۔ وہ اچانک کہاں چلی گئی؟ کیوں چلی گئی؟ کس نے اسے جانے پر مجبور کیا تھا؟...... متعدد سوالات میرے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔

چند ثانیے تک میں بے حس و حرکت کھڑا نرگس کے بارے میں غور کرتا رہا پھر انکا کے آخری جملے میرے ذہن میں ابھر آئے۔ اس نے روانگی سے قبل کہا تھا کہ نرگس کو اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑے گا۔ پھر اچانک ہی یہ خیال آیا کہ کہیں نرگس مجھے انکا کے ساتھ مصروف گفتگو دیکھ کر دوبارہ خواجہ نظام الدین اولیاؒ...... کی درگاہ کی طرف نہ چلی گئی ہو' یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا۔ میرے دل نے گواہی دی۔ میں نے لپک کر نرگس کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا پھر دوڑتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا اور اسے باہر سے مقفل کر کے تیزی سے نیچے آ گیا۔

ہوٹل سے باہر آ کر میں نے ٹیکسی پکڑی اور خواجہ کی درگاہ کی سمت چل دیا۔ جوں جوں درگاہ نزدیک آتی جا رہی تھی' میری وحشتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میں نرگس کو جلد از جلد پا لینے کے لئے بے چین تھا اور نہ جانے کیا کیا دعائیں مانگ رہا تھا۔ انکا کے عہد کے مطابق مجھے اس بات کا تو کسی حد تک یقین تھا کہ وہ نرگس کو جان سے نہیں مارے گی مگر یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ خدا جانے وہ نرگس کو کس مصیبت میں الجھا دے۔ ہوٹل کے کمرے میں میرے سر سے اترتے وقت انکا کے تیور بے حد خطرناک تھے اور جب انکا کے تیور خراب ہوتے تھے اس وقت کیا کیا قیامتیں نازل ہو جاتی تھیں' اس کا مجھے پورا اندازہ تھا۔

"اور تیز چلاؤ دوست۔ مجھے بے حد ضروری کام ہے۔" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا تو وہ خشک لہجے میں بولا۔

"اگر آپ کو بہت زیادہ جلدی ہے تو کوئی اور ٹیکسی پکڑ لیں۔ میں چالیس کی رفتار سے زیادہ چلانے کا عادی نہیں ہوں۔"

ٹیکسی ڈرائیور کا جواب سن کر مجھے طیش آیا لیکن اس وقت ایک ٹیکسی کو چھوڑ کر دوسری پکڑنے میں چونکہ وقت ضائع ہونے کا مسئلہ درپیش تھا اس لئے میں خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو رہا اور پھر۔ پھر دس منٹ بعد میں خوشی سے یوں اچھلا جیسے مجھے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔ نرگس میرے لئے قارون کے خزانے سے کسی طرح کم نہ تھی۔ جب میری نظر اچانک اس پر پڑی تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے مردہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

تن میں زندگی کی لہر آ گئی ہو۔

''بس۔یہیں روک لو۔'' میں نے ڈرائیور کا شانہ پکڑ کر تیزی سے کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے بیزاری اور نفرت سے مجھے دیکھا اور ٹیکسی روک لی۔ٹیکسی رکتے ہی دروازہ کھول کر میں جلدی سے نیچے اترا' جیب سے دس کا نوٹ نکال کر ڈرائیور کی گود میں پھینکا اور بقیہ رقم لیے بغیر نرگس کی طرف بڑھنے لگا جو فٹ پاتھ پر مجھ سے کوئی تیس چالیس قدم آگے چل رہی تھی۔میں نے لپک کر اسے جالیا اور محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم مل گئیں۔''

''جی۔'' نرگس نے رک کر مجھے دیکھا پھر مسکرا دی۔

''تمہیں مجھ سے پوچھے بغیر اس طرح ہوٹل سے نہیں آنا چاہیے تھا۔'' میں نے اطمینان کا ایک طویل سانس لے کر کہا۔''اتنی دیر میری جو کیفیت ہوئی ہے وہ کچھ میرا دل ہی جانتا ہے۔''

''میں سمجھ رہی ہوں آپ کا مقصد۔'' نرگس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔وہ میرے قریب پہنچتے ہی رک چکی تھی۔

''یقین مانو نرگس۔تمہیں صحیح سلامت پا کر مجھے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔''

''اچھا۔'' نرگس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔

''کیوں۔کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا؟'' میں نے قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ابھی آپ نے مجھے نرگس کہہ کر مخاطب کیا تھا۔'' اس بار نرگس نے کچھ ایسی اجنبیت سے یہ جملہ کہا کہ میں ایک لمحے کے لئے ٹپٹا کر رہ گیا پھر اس خیال سے کہ ممکن ہے اس نے ازراہ مذاق ایسا کیا ہو' میں نے ہنس کر کہا۔

''آؤ ہوٹل واپس چلتے ہیں۔یہاں سڑک پر کھڑے باتیں کرنا مناسب نہیں۔''

''صورت شکل سے تو تم مجھے کسی شریف خاندان کے فرد نظر آتے ہو۔'' نرگس کچھ اور زیادہ سنجیدہ ہو گئی۔

''بہت خوب۔'' میں بے اختیار ہنس کر بولا۔''گویا تمہیں بھی مذاق کے لئے یہی موقع ملا ہے۔'' میں کھسیانا سا ہو گیا۔

قریب سے ایک خالی ٹیکسی گزر رہی تھی۔میں نے نرگس کا جواب سننے کے بجائے آگے بڑھ کر اسے ہاتھ کے اشارے سے روک لیا نرگس سے کہا۔''آؤ بیٹھو۔''

''اے مسٹر۔معلوم ہوتا ہے کہ تم اس وقت ہوش میں نہیں ہو۔'' نرگس کا لہجہ اس بار تلخ تھا۔

''پلیز نرگس۔اس وقت میں ویسے ہی پریشان ہوں' مجھے زیادہ بور مت کرو۔''

میں اتنا کہہ کر نرگس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی تو وہ ایک دم آگ بگولا ہو گئی۔ایک جھٹکے سے اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا پھر دوسرے ہی لمحے اس نے ایسا زناٹے دار طمانچہ میرے گال پر رسید کیا کہ میں چکرا کر رہ گیا اور اس سے پیشتر کہ میں نرگس کے رویے کی اس حیرت انگیز تبدیلی پر کچھ سوچ سکتا' وہ غصے میں سرخ ہو کر غرائی۔

''کمینے۔کیا تو نے مجھے کوئی بازاری عورت سمجھا ہے۔''

''نرگس......نرگس......خدا کے لئے......''

''بکواس مت کر۔شہدے!...... بدمعاش آوارہ۔'' نرگس نے چیخ کر کہا تو میرے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

میں نرگس کو تعجب خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔اس کے چہرے پر پیدا ہونے والی کرختگی میرے لئے حیرت انگیز تھی۔اس کی نظروں میں میرے لئے شدید نفرت نمایاں تھی۔غصے کے مارے اس کے جسم کا سارا خون اس کی آنکھوں اور اس کے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔ابھی میں حیران ہی ہو رہا تھا کہ دو چار راہ گیر جنہوں نے نرگس کو مجھے طمانچہ مارتے دیکھ لیا تھا' ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ٹیکسی ڈرائیور بھی اتر کر میرے قریب آ گیا۔حالات کچھ ایسی نازک صورت اختیار کر گئے تھے کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ نرگس تڑپ کر بولی۔

''حرام زادے۔میری شکل کیا گھور رہا ہے۔دفع ہو جا یہاں سے ورنہ پولیس کے حوالے کر دوں گی۔''

اچانک میری چھٹی حس بیدار ہو گئی۔میرے ذہن میں انکا کا پُراسرار تصور ابھر آیا۔یقیناً اس وقت میرے ساتھ جو سانحہ پیش آیا ہے اس میں انکا کی پُراسرار شخصیت کا دخل ہے۔اب وہ نرگس کے سر پر مسلط ہو چکی ہے۔یہ سوچ کر میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ اس وقت وہاں سے کھسک جاؤں' کہیں بات اور خراب نہ ہو جائے۔چنانچہ میں نے نرگس پر ایک اداس نظر ڈالی اور واپسی کے ارادے سے پلٹنے لگا مگر ایک صاحب نے جو مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے گھور رہے تھے' آگے بڑھ کر میرا بازو تھام لیا اور بگڑے ہوئے لہجے میں بولے۔

''شرم نہیں آتی تم کو شارع عام پر یہ بے ہودگی کرتے ہوئے۔''

اس تضحیک کی کون تاب لا سکتا تھا۔مجھے نرگس سے کوئی گلہ نہیں تھا اس لیے کہ اس نے جو کچھ کیا وہ انکا کے پُراسرار وجود کی حیرت انگیز اور لامحدود قوتوں کے زیر اثر کیا لیکن کسی تیسرے شخص کا شوہر و بیوی کے ذاتی معاملات میں یوں دخل انداز ہونا میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔میرے جی میں تو آئی تھی کہ جس شخص نے میرا بازو تھاما تھا' اسے ایسی سزا دوں کہ وہ تمام عمر یاد رکھے لیکن مجھے بڑے ضبط سے کام لینا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

پڑا۔ میں نے ان صاحب کو گھورتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں جناب۔ یہ عورت میری بیوی ہے لیکن ذہنی توازن خراب ہونے کے سبب مجھے نہیں پہچان رہی ہے۔''

اجنبی میرے جواب پر کچھ نرم پڑ گیا لیکن جب اس نے میرے بیان کی تصدیق کی خاطر نرگس کی طرف دیکھا تو وہ غصے سے بولی۔

''یہ شخص سراسر جھوٹ بول رہا ہے۔ اتنے بہت سے آدمیوں کو دیکھ کر اس نے پینترا بدل لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج سے پیشتر میں نے اس کی منحوس صورت تک نہیں دیکھی ہے۔'' نرگس کا جواب سن کر دو چار افراد بھی اس کی حمایت میں پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے۔ میرے پاس اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں خاموشی اور تحمل سے کام لوں۔ یوں بھی میں اپنے ساتھ نرگس کو ہجوم کے لئے تماشا بنتے نہیں دیکھ سکتا تھا پھر میں نے نرگس کے جواب میں کوئی صفائی نہیں پیش کی۔

مجھے اس خاموشی کی کیا سزا ملی' اسے لکھتے ہوئے قلم لرزتا ہے۔ بہر حال مختصراً اتنا ضرور بتا دوں کہ راہ گیروں نے نرگس کی حمایت میں دل کھول کر مجھے زدوکوب کیا پھر مجھے پکڑ کر تھانے تک پہنچا دیا جہاں پولیس والوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی غرضیکہ وہ رات مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے گزارنی پڑی۔ دوسری صبح میں نے تھانے دار کے سامنے ہاتھ پاؤں جوڑ کر بمشکل گلوخلاصی پائی۔ اس گلوخلاصی کے عوض مجھے تھانے دار کو ایک لمبی رقم دینی پڑی۔ نرگس کی غیر موجودگی میں یوں بھی تھانے دار کے پاس مجھے زیادہ دیر تک حوالات میں بند رکھنے کا کوئی جواز نہیں تھا اس لئے وہ منہ مانگی رقم مل جانے کے بعد بخوشی مجھے رہا کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ روزنامچے میں اس نے کیا اندراج کیا' اس کا مجھے پتا نہیں۔

پولیس کے چنگل سے چھٹکارا پا کر میں سیدھا اپنے ہوٹل واپس آیا۔ میرا حلیہ بری طرح خراب ہو رہا تھا۔ میں نے غسل کر کے کپڑے تبدیل کئے پھر مُردوں کی طرح اپنے بستر پر ڈھیر ہو گیا اور نرگس کے بارے میں سوچنے لگا۔ نہ جانے اس نے رات کہاں گزاری ہو گی؟ انکا نے اسے نہ جانے کن مصائب سے دوچار کیا ہو گا؟

میں انکا کے پُراسرار وجود کے بارے میں الجھتا رہا۔ انکا جو میرے لئے اب ایک مسئلہ بنتی جا رہی تھی۔ ایسا مسئلہ جس کا میرے پاس کوئی حل نہیں تھا۔ اگر بات صرف میری ذات تک محدود رہتی تو میں اسے درگزر کر جاتا لیکن یہ تصور ہی میرے لئے سوہان روح تھا کہ انکا اب نرگس کے سر پر مسلط ہو چکی ہے۔ نرگس نے جس اجنبیت سے بھری پُری سڑک پر مجھے تھپڑ مارا تھا اس میں یقیناً انکا کی شرارت کا دخل تھا۔ میں اپنی اس بے عزتی کو بھی درگزر کرنے کو تیار تھا بشرطیکہ نرگس میرے ساتھ چلی آتی، لیکن وہ اپنے ہوش و حواس میں کہاں تھی۔ اس کے معصوم ذہن پر تو انکا کا قبضہ ہو چکا تھا۔ انکا جس نے نرگس کو نہ جانے

رات کہاں اور کس عالم میں گزارنے پر مجبور کیا ہو گا۔

''میری معصوم اور بے گناہ نرگس۔'' میرا دل تڑپ اٹھا۔ ہزاروں وسوسوں اور پریشان خیالات نے مجھے گھیر لیا تھا۔

میں اب نرگس کو کہاں تلاش کروں اور کس طرح لوگوں کو بتاؤں کہ میرے ساتھ قدرت نے کیسے ہولناک مذاق کئے ہیں۔ میں کتنا بے بس اور مجبور انسان ہوں۔ میں انکا سے مل بھی نہیں سکتا تھا کہ اس سے رحم کی بھیک مانگ لیتا۔ انکا تو اپنی مرضی کی مالک تھی۔ یہ اس کی مرضی پر منحصر تھا کہ کب وہ میرے سر پر مسلط ہو جائے۔ کب نہیں۔ میری بے بسی کا اندازہ کیجئے۔ دنیا میں اتنے عجیب حالات سے بہت کم لوگوں کا سابقہ پڑا ہو گا۔ میں تو اپنا دکھ کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ کس کو معلوم تھا کہ میں ایک قیدی ہوں۔ انکا کا قیدی۔ بظاہر آزاد۔ بباطن غلاموں سے بدتر۔ میں اپنی نرگس کو کہاں تلاش کروں۔ میری بیوی میری موجودگی میں غیروں کے ساتھ ہے۔ میں کس طرح اسے اس عذاب سے نجات دلاؤں جس میں وہ میری ہی وجہ سے مبتلا تھی۔ میرا دل نرگس کی جدائی پر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ نرگس جس نے میرے ساتھ کبھی سکھ کے دن نہیں گزارے تھے اور اب محض انکا سے نجات دلانے کی خاطر خود ایک بھنور میں پھنس گئی تھی۔ دہلی جیسے شہر میں نرگس کو تلاش کرنا کم از کم میرے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

دیر تک میں کرب کی حالت سے دوچار رہا پھر دل نہ مانا تو ہوٹل سے دوبارہ نکلا۔ ایک ٹیکسی پکڑی اور نرگس کی تلاش میں دہلی کی سڑکوں پر گھومنے لگا۔ ٹیکسی ڈرائیور مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھتا رہا لیکن مجھے اس کی کوئی پروا نہ تھی۔ ہوتی بھی کیوں جبکہ اس وقت میں صرف نرگس کی بازیابی کے مسئلے میں الجھا ہوا تھا۔ میں آنکھیں پھاڑے سڑک پر جانے والی ہر لڑکی کو گھور رہا تھا' کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔

''صاحب......! آپ کو جانا کہاں ہے؟''

''جہنم میں۔'' تیسری بار جب ٹیکسی ڈرائیور نے ایک ہی سوال دہرایا تو میں تلملا گیا۔

''آپ کوئی دوسری ٹیکسی پکڑ لیں۔'' ڈرائیور نے مجھے خونخوار نظروں سے گھورا پھر ٹیکسی روک لی۔

میں نے دوسری ٹیکسی لے لی۔ غرضیکہ میں سارا دن دیوانوں کی طرح دہلی کی سڑکوں پر نرگس کو تلاش کرتا رہا۔ میری وحشت ہر لمحے بڑھتی جا رہی تھی۔ میرا دل اندر ہی اندر رو رہا تھا۔ رہ رہ کر مجھے یہی خیال آتا کہ خدا جانے نرگس کس عذاب میں مبتلا ہو گی اور انکا نے اسے کس مصیبت سے دوچار کر رکھا ہو گا۔

''کہیں انکا نے اسے اپنی منحوس ہستی کو برقرار رکھنے کے لئے مار نہ ڈالا ہو۔''

میری نظروں کے سامنے دھند سی پھیل گئی اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے نرگس...... میری وفادار، اطاعت گزار نرگس مردہ پڑی ہے اور انکا اس کے جسم سے لہو کا ایک ایک قطرہ اپنے وجود میں منتقل کر رہی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

ہے۔جیسے نرگس کا جسم زرد ہو رہا ہو۔جیسے اس کی کھال سوکھ کر اس کی ہڈیوں سے چمٹ گئی ہو۔ان بھیانک تصورات نے مجھ پر اور رقت طاری کر دی۔میں بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ٹیکسی ڈرائیور نے میرے رونے کی وجہ پوچھی تو میں نے اپنے ایک عزیز کی موت کا بہانہ بنا کر اسے ٹال دیا۔

رات دس بجے میں تھکا ہارا کسی لٹے ہوئے مسافر کی طرح ہوٹل پہنچا تو میرا سارا جسم پھوڑے کے مانند دکھ رہا تھا۔روتے روتے میری آنکھیں سوج گئی تھیں۔بے سدھ ہو کر میں اپنے بستر پر گر پڑا اور نرگس کی بازیابی پر غور کرتا رہا۔دن بھر کی مسلسل مایوسی اور طرح طرح کے پریشان کن خیالات نے میرے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا۔کب میرے اوپر غنودگی طاری ہوئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا' مجھے کچھ یاد نہیں۔جب میری آنکھ کھلی تو میرے سر پر شدید چبھن ہو رہی تھی۔میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی تو اس وقت رات کے دو بجے کا عمل تھا۔نرگس کی غیر موجودگی نے مجھے ایک بار پھر تڑپا دیا۔میری آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔سر میں چبھن کا احساس شدید ہوتا جا رہا تھا جسے فوری طور پر میں اپنے منتشر ذہن کا سبب سمجھ کر فراموش کر گیا لیکن پھر یک لخت میں چونک پڑا۔غصے کے مارے میرے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی۔ہاتھوں کی انگلیاں بھنچ گئیں جیسے میں کسی کا گلا گھونٹنا چاہتا تھا۔میری کیفیت میں یہ تغیر انکا کی وجہ سے ہوا تھا۔

انکا۔جو اس وقت دوبارہ میرے سر پر آ چکی تھی۔میں عالم تصور میں اسے اپنے سر پر چہل قدمی کرتے دیکھ رہا تھا۔اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔وہ بار بار مجھے کن انکھیوں سے دیکھتی پھر نظریں پھیر کر مٹک مٹک کر چہل قدمی شروع کر دیتی۔یوں جیسے اسے میری بے چینی' میرے کرب اور میری تڑپ سے کوئی خاص لذت حاصل ہو رہی ہو۔وہ میری پریشانی پر خوش تھی۔

''تم......تم......'' میں نے غصے سے دیوانہ ہو کر انکا کو غضب ناک انداز میں مخاطب کیا لیکن اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔الفاظ حلق میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

''کہو جمیل' تم کچھ کہتے کہتے رک کیوں گئے؟'' انکا نے زہر خند سے پوچھا تو میں چیخ اٹھا۔

''انکا' تم ظالم ہو۔ناگن ہو۔چڑیل ہو۔''

میں غصے میں اسے نہ جانے کن ناموں سے موسوم کرتا رہا لیکن وہ بڑی آسودگی سے مسکراتی رہی پھر جب میں خاموش ہوا تو اس نے بڑے ناز و ادا سے اپنے کولھوں پر ہاتھ رکھ کر اوپر کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

''خاموش کیوں ہو گئے؟ بولتے رہو۔غصہ تم پر اچھا لگتا ہے۔''

''کمبخت۔جادوگرنی۔بتا مجھے کہ نرگس کہاں ہے۔'' میں دوبارہ چلایا۔

''آہستہ بولو جمیل۔اگر ہوٹل کے منتظمین نے تمہاری چیخ و پکار سن لی تو تمہیں پاگل سمجھ کر ہوٹل سے

باہر نکال دیں گے۔''

''نرگس کہاں ہے؟ خدا کے لئے مجھے نرگس کا پتا بتا دو۔'' میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچتے ہوئے کہا لیکن اس بار میں چیخا نہیں تھا۔میرے لہجے میں التجا تھی۔

''گھبرا گئے! فکر کی کیا بات ہے۔وہ بہت آرام سے ہے۔'' انکا نے مجھے بچوں کی طرح چمکارتے ہوئے جواب دیا۔''میں جس وقت اس کے سر سے اتری تھی اس وقت وہ نرم نرم گدیلے پر بڑے آرام کی نیند سو رہی تھی۔''

''مگر وہ ہے کہاں؟'' میں نے رقت بھرے لہجے میں سوال کیا۔

''وہ بہت یاد آ رہی ہے کیا۔'' انکا نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر چٹخارا لیتے ہوئے کہا۔''اسے میں اس کے اصلی شوہر کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔''

''کیا مطلب؟ کیا کہا تم نے؟'' میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔انکا کے الفاظ پگھلے ہوئے سیسے کے مانند میرے کانوں میں اترتے چلے گئے تھے۔''یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔انکا' کیوں میرے صبر اور برداشت کا امتحان لے رہی ہو۔'' میں نے روتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یقین کرو جمیل۔وہ اپنے اصلی شوہر کے ساتھ بے حد خوش ہے اور کل رات انہوں نے اپنی سہاگ رات بڑی دھوم دھام کے ساتھ......''

''انکا!'' میں اتنی زور سے چلایا کہ میری آواز بیٹھ گئی۔حلق میں جیسے گرہ لگ گئی ہو۔اگر میرے امکان میں ہوتا تو میں انکا کو اس وقت بڑی بے دردی سے ذبح کر ڈالتا۔اس کے جسم کو لاکھوں ٹکڑوں میں تبدیل کر دیتا لیکن انکا کے سامنے میں لاچار تھا۔انکا کے پُراسرار وجود کو صرف محسوس کیا جا سکتا تھا' چھوا نہیں جا سکتا تھا۔میں اپنی بے بسی پر تڑپ اٹھا لیکن انکا کی مسکراہٹ میں کوئی کمی نہیں آئی۔

زیادہ زور سے چلانے کے سبب مجھ پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا کلیجا پھٹ جائے گا مگر انکا کو میری کیفیت سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔کھانسی کی شدت میں کمی آئی تو انکا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے رومان انگیز انداز میں ایک طویل انگڑائی لے کر کہا۔

''جمیل' کاش تم بھی دیکھ سکتے کہ کل رات نرگس اپنے نئے ساتھی کے ساتھ کس قدر مسرور تھی۔دونوں ایک دوسرے میں مدغم ہوئے جا رہے تھے جیسے......جیسے میں نے پہلی بار تمہیں اور کملا کو دیکھا تھا۔بڑا ہی جذباتی منظر تھا وہ۔''

''انکا' خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔'' میں سسک پڑا پھر کسی بھکاری کی طرح انکا کے سامنے جھولی پھیلا کر بولا۔''میں وعدہ کرتا ہوں کہ تا زندگی تمہارا بے دام غلام بنا رہوں گا۔جو تم کہو گی وہی کروں گا لیکن خدارا نرگس پر رحم کرو۔اسے مجھ سے ملا دو نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

انکا میرا جواب سن کر فلک شگاف قہقہے لگانے لگی۔ اس کی آواز مجھے بہت پُراسرار لگی پھر ایک دم سنجیدگی اختیار کرتے بولی۔

"سنو جمیل صاحب۔ میں اگر نرگس کو واپس نہ لاؤں تب بھی تم میرے غلام بنے رہو گے۔ میری مرضی کے بغیر تم سانس لینے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے۔ یہ اور بات ہے کہ تم پر ظلم کرتے ہوئے مجھے کچھ خیال آجاتا ہے ورنہ تم نے میری لامحدود قوتیں آنکھوں سے کئی بار دیکھی ہیں۔ تم نے دیکھ ہی لیا کہ نرگس کس طرح اپنی یادداشت کو یکسر بھول چکی ہے۔۔۔۔۔ اور کیا دیکھنا چاہتے ہو؟"

"میں سب کچھ مانتا ہوں لیکن نرگس۔۔۔۔۔"

"نرگس کو کچھ دنوں تک اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا ہی ہوگا۔" انکا نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اس نے مجھے تم سے جدا کرنے کے لئے بزرگ کی درگاہ کا رخ کر کے مجھے دکھ پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ مجھے بروقت اس کا دھیان آگیا اور میں نے اس کو راستے میں ہی جا لیا۔"

"انکا!" میں بڑی لجاجت سے بولا۔ "کیا تم میری خاطر بھی نرگس کی غلطی کو معاف نہیں کرو گی۔"

"تمہاری خاطر اب تک میں نے کیا کچھ نہیں کیا مگر تم نے اس کا کیا بدلہ دیا۔" انکا نے مجھے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "نرگس کی قسمت اچھی ہے جو میں تم سے کچھ وعدے کر چکی تھی ورنہ کل میں اس کا خون پینے سے بھی دریغ نہ کرتی۔"

میں اندر ہی اندر کھولتا رہا۔ انکا کہتی رہی۔

"اب مجھے نرگس کو یہ باور کرانے دو کہ وہ کیا ہے اور میں کیا ہوں۔"

"رحم کرو انکا۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔" میں نے رحم طلب نظروں سے انکا کو دیکھ کر گڑگڑانے والے انداز میں کہا۔

وہ کچھ نرم آواز میں بولی۔ "سچے دل سے کہہ رہے ہو؟"

"یقین کرو انکا۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔"

"نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔" انکا نے اٹھلا کر کہا۔

"میں اس وقت جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نرگس کے سلسلے میں کس قدر حساس ہوں۔"

"ہاں وہ تو مجھے معلوم ہے۔ اچھا میں تمہیں ایک شرط پر نرگس کا پتا بتا سکتی ہوں۔"

"مجھے تمہاری تمام شرطیں منظور ہیں۔" میں جلدی سے بولا۔

"تم بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرو گے۔"

"ہرگز نہیں۔ تم جیسا کہو گی میں ویسا ہی کروں گا۔"

"اچھا تو سنو۔" انکا نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم کل رات ٹھیک بارہ بجے ایڈورڈ پارک کے مشرقی دروازے پر آجانا۔ نرگس تمہیں وہیں مل جائے گی لیکن اتنا خیال رکھنا کہ تم وقت سے پہلے وہاں نہیں پہنچو گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا۔

"دوسری بات یہ کہ تم اس بار نرگس کو سمجھا دینا کہ وہ آئندہ میرے معاملے میں دخل اندازی نہ کرے ورنہ ممکن ہے کہ میں اپنے تمام وعدے بھول کر اسے ٹھکانے لگا دوں۔"

"تم مطمئن رہو، میں اسے سب کچھ سمجھا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اب آرام کرو۔ میں واپس نرگس کے سر پر جا رہی ہوں۔ اگر میری عدم موجودگی میں اس کی آنکھ کھل گئی تو حالات بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔"

"انکا!" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "کیا تم کل رات کے بجائے دوپہر میں مجھے نرگس سے ملنے کی اجازت نہیں دے سکتیں۔"

"رات کا وقت زیادہ مناسب ہے جمیل۔" انکا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم سے جیسے کہہ دیا ٹھیک ہے۔ اس میں ایک خاص بات ہے۔ بعد میں تمہیں پتا چل ہی جائے گا۔"

انکا سے بحث کرنا فضول تھا۔ دل پر جبر کر کے چپ ہو رہا۔ یوں بھی انکا مجھے نرگس سے ملوانے کا وعدہ کر چکی تھی اس لیے میں نے زیادہ اصرار نہیں کیا۔ کہیں وہ ناراض ہو کر اپنے وعدے سے منحرف نہ ہو جائے۔

کچھ دیر بعد انکا رینگتی ہوئی میرے سر سے اتر گئی تو میرا ذہن پھر نرگس میں الجھ گیا۔ انکا نے نرگس کے بارے میں مجھے جو باتیں بتائی تھیں، اسے یاد کر کے میرا خون کھول اٹھا۔ میں کانٹوں پر لوٹ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ نرگس کی بازیابی کے بعد اس شخص کو ضرور بہ ضرور صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دوں گا جس نے انکا کے پیدا کردہ حالات سے فائدہ اٹھا کر میری نرگس کے جسم کو پامال کیا ہے۔۔۔۔۔ آہ نرگس۔ وہ بری طرح بے بس تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا تھا، اسے اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ انکا کی پُراسرار حیرت انگیز قوتوں نے ذہنی طور پر اسے بالکل معطل کر دیا تھا جس کا تماشا میں خود اپنی نظروں سے دیکھ چکا تھا۔

رات کا باقی حصہ میں نے جاگ کر گزارا۔ صبح ضروریات سے فراغت پا کر میں پھر اپنے خیالات میں گم ہو گیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ وقت کو پر لگ جائیں اور وہ گھڑی جلدی آجائے جب مجھے نرگس کے حصول کے لئے جانا تھا مگر آج تو جیسے وقت تھم تھم کر بڑی سست رفتاری سے گزر رہا تھا۔ میرے لئے ایک ایک پل کاٹنا دوبھر ہو رہا تھا۔ انکا نے نرگس کو مجھ سے دور کر کے اس بات کا احساس دلایا تھا کہ میرے لئے نرگس کے بغیر ایک لمحہ بھی گزارنا کس قدر اذیت ناک تھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نرگس کی جدائی میرے لئے نا قابل برداشت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں انکا کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ انکا کے بارے میں اب کچھ سوچنا اور غور کرنا فضول تھا۔ یہ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے شکست نہیں دے سکتی تھی۔ اس میں تمام بدروحیں سما گئی ہیں۔ وہ کوئی بہت بڑی جادوگر ہے۔ وہ ایک ایسا طلسم ہے جس کا توڑ نہیں۔ اس نے مجھے ایسی دلدل میں دھکیل دیا تھا جس میں بے چارگی سے ہاتھ پاؤں مارنے کے سوا میں اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔ میں اس کی خواہش کی تکمیل کے لئے مجبور تھا۔ انکا سے نجات پانے کی ہر کوشش بیکار ہو چکی تھی۔ وہ بڑے بھرپور انداز میں مجھ پر اپنا تسلط قائم کر چکی تھی۔ نرگس کے ساتھ پیش آنے والے حادثے نے تو میرے رہے سہے اوسطان بھی خطا کر دیے تھے۔

شام آئی تو میری بے چینی میں اضافہ ہو گیا۔ میں نے کس طرح تڑپ تڑپ کر وقت کاٹا' یہ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ بہرحال جب رات کے ساڑھے گیارہ بجے تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں نے ہوٹل سے باہر آ کر ایڈورڈ پارک کے لئے ایک ٹیکسی پکڑی اور اپنی منزل مقصود کی طرف چل پڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے ایڈورڈ پارک کا حوالہ اس لیے نہیں دیا تھا کہ نہ جانے وہ میرے بارے میں کیا خیال کرے۔ اسی خیال کے پیش نظر میں نے اسے ایڈورڈ پارک سے ایک فرلانگ پہلے چھوڑ دیا اور خود پیدل چل پڑا۔ بارہ بجنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے۔ میں نے یہ پندرہ منٹ بھی کسی نہ کسی طرح گزار دیے پھر ٹھیک بارہ بجے مشرقی دروازے سے پارک کے اندر داخل ہو گیا۔

اس وقت ایڈورڈ پارک گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر سمت سناٹا اور پُر اسرار خاموشی طاری تھی۔ چند لمحوں تک میں ایک جگہ رک کر ادھر ادھر کی آہٹ لیتا رہا۔ اس خاموشی کو دیکھ کر مجھے گمان ہوا کہ کہیں انکا نے مجھے فریب نہ دیا ہو۔ اتنی رات گئے بھلا ایڈورڈ پارک میں نرگس کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی۔

مگر میں انکا کے ستم کے اس نئے پہلو پر غور کر ہی رہا تھا کہ اچانک خاموش فضا میں ارتعاش پیدا ہوا۔ مجھے کسی عورت کی سسکیوں کی آواز سنائی دی جو میرے بائیں جانب والی جھاڑیوں سے ابھری تھی۔ میں چونک کر اسی سمت دیکھنے لگا۔ وہ نرگس تھی۔ میں اس آواز کو نہ پہچانتا تو اور کون پہچانتا۔

"چھوڑو۔ خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔ ظالم۔ آہ...... آہ بچاؤ۔" وہ آہ و زاری کر رہی تھی۔

"خاموش۔" کسی مرد کی خطرناک سرگوشی سنائی دی۔ "شور مچانے کی کوشش کی تو قتل کر دی جاؤ گی۔"

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سر بازار کسی نے مجھے ننگا کر دیا ہو۔ ان آوازوں کو سننے کے بعد میرے اوپر دیوانگی طاری ہو گئی پھر بھی میں محتاط انداز میں لپکتا ہوا ان جھاڑیوں تک پہنچ گیا اور پھر..... پھر میری منحوس نگاہوں نے جو منظر دیکھا وہ میرے لئے نا قابل برداشت تھا۔ میرے اوپر خون سوار ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے غضب ناک انداز میں آگے بڑھ کر اس شخص کو دبوچ لیا جو میری نرگس کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا

رہا تھا۔ میں نے ایک ہی جھٹکے میں اس کو اٹھا کر ایک سمت گرا دیا پھر اچک کر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ کچھ دیر تک تو میں مشینی انداز میں اس کے چہرے پر مکے مارتا رہا پھر میں نے اس کا گلا دبوچ لیا اور اسے پوری قوت سے دبانے لگا اور اس وقت تک اپنی گرفت کو تنگ کرتا رہا جب تک اجنبی نے میرے نیچے تڑپ تڑپ کر دم نہیں توڑ دیا۔ اس کے بعد میں اٹھا اور ایک بھرپور ٹھوکر اس کی لاش پر مار کر نرگس کی طرف لپکا جو اب تک سہمی سمٹی نیچے پڑی تھی۔

"تت...... تم...... کک...... کون ہو؟" نرگس نے مجھے قریب آتے دیکھا تو ہکلا کر بولی۔

"ڈرو نہیں نرگس میں ہوں تمہارا جمیل۔"

"جمیل۔" نرگس میری آواز پہچان کر جھپٹ کر اٹھی اور میرے کشادہ سینے سے لپٹ کر سسکنے لگی۔ میں اس کے معصوم دل کی سہمی سہمی دھڑکنوں کو محسوس کر رہا تھا۔

"پریشان مت ہو نرگس۔ میری روح۔" میں نے نرگس کو اپنی آغوش میں لے کر دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس بے غیرت انسان کو مار ڈالا ہے۔ اب وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

نرگس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور میرے سینے سے لپٹی ہوئی سسک رہی تھی۔ میرا اب وہاں رکنا کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ میں نے اس کے لباس کو درست کیا اور اسے لے کر پارک سے باہر آ گیا اور ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ راستے بھر نرگس میرے سمجھانے بجھانے کے باوجود سسکیاں لیتی رہی۔ اس نے میری کسی بات کا کوئی جواب بھی نہیں دیا۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے بمشکل نرگس کو منہ ہاتھ دھو کر کپڑے تبدیل کرنے پر آمادہ کیا۔ اس نے میرا کہا تو مان لیا لیکن وہ ابھی تک سکتے کی کیفیت سے دوچار تھی۔ میں اس کی حالت کو محسوس کر رہا تھا اس لیے میں نے بڑی نرمی سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"نرگس۔ میری جان! جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ۔ خدا گواہ ہے کہ میں تم سے بالکل ناراض نہیں ہوں اور پھر اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"جمیل۔" نرگس نے ڈبڈبائی ہوئی حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا پھر دوبارہ مجھ سے لپٹ کر سسکنا شروع کر دیا۔

نرگس کی سسکیاں میرے دل کو چھلنی کیے دیتی تھیں۔ وہ اس وقت جس صدمے سے دوچار تھی وہ میں جانتا تھا۔ ممکن تھا کہ میری ہمدردی بھی اس وقت اس کے دکھے ہوئے دل پر گراں گزرتی۔ میں نے اس سے مزید کوئی بات نہیں کی اور اسے اپنی آغوش میں چھپا کر لیٹ گیا۔

صبح نرگس بیدار ہوئی تو کسی حد تک اس کی رات والی کیفیت کم ہو چکی تھی۔ میں نے بڑی محبت بھری مسکراہٹ سے اس کی پذیرائی کی اور یوں ہنسنے بولنے لگا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ حتیٰ الامکان میری یہی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کوشش تھی کہ نرگس ان باتوں کو بھول جائے مگر میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر کسی الجھن میں مبتلا ہے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ہم آرام کی غرض سے لیٹے تو نرگس نے مجھ سے پوچھ ہی لیا۔

''جمیل۔ کل رات میں ایڈورڈ پارک کیسے پہنچ گئی تھی اور وہ شخص......''

''غلطی میری تھی جو میں اس پر اعتماد کر بیٹھا۔'' میں نے جلدی سے نرگس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''کل رات تم میرے ہی ساتھ وہاں گئی تھیں۔ کیا تمہیں کچھ یاد نہیں۔''

''نہیں۔'' نرگس نے ایک آہ سرد بھر کر جواب دیا۔ ''مجھے کچھ یاد نہیں۔ کچھ بھی یاد نہیں کہ میں آپ کے ساتھ کہاں گئی تھی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میں شام کو درگاہ جانے کے ارادے سے نکلی تھی۔ اس وقت آپ دوسرے کمرے میں تھے اور میں نے......''

''خدارا اپنے ذہن کو پریشان مت کرو۔'' میں نے نرگس کو بڑے پیار سے سمجھایا۔ ''جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ۔''

نرگس میرے سمجھانے بجھانے پر خاموش ہو گئی لیکن اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ہنوز موجود تھے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت وہ کیا یاد کرنے کی سعی کر رہی ہے۔ انکا کی پُراسرار قوت نے اس کی یادداشت کو درمیان سے منقطع کر کے واقعات کے تسلسل میں خلا پیدا کر دیا تھا۔ وہ ان ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو جوڑنے میں بری طرح ناکام رہی تھی اور یہی ناکامی اس کی الجھن کا سبب بن گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیوں کر تسلی دوں۔ ان حالات نے مجھے بھی پریشان کر دیا تھا۔ رات جو کچھ میں نے اپنی نظروں سے دیکھا تھا اسے فراموش کر دینا میرے بس میں بھی نہیں تھا۔ انکا کے لئے میرے دل و دماغ میں شدید نفرت کا طوفان بپا تھا۔ اس کے ساتھ ہی نرگس کی کیفیت بھی میرے لئے پریشان کن تھی۔

چنانچہ میں نے فوری طور پر یہی فیصلہ کیا کہ نرگس کو لے کر دہلی سے چلا جاؤں۔ شولا پور کے واقعات کی تفصیل اخبارات میں پڑھ کر میں مطمئن ہو چکا تھا کہ منیجر کے قتل کی ذمہ داری کسی طرح بھی نرگس پر عائد نہیں ہو سکتی' اور نہ ہی کلن خاں کے منحرف بیان پر اخبارات نے کوئی ہنگامہ مچایا تھا۔ اس لیے بظاہر اب دہلی میں مزید قیام کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی۔ بمبئی پہنچ کر مجھے منیجر کی موت کے سلسلے میں اپنے اسٹاف کو بھی مطمئن کرنا تھا۔ میں نے نرگس سے واپس جانے کے بارے میں پوچھا تو وہ فوراً ہی آمادہ ہو گئی۔

اگلے روز میں نے پروگرام کے مطابق جہاز کی دو سیٹیں حاصل کیں اور نرگس کے ساتھ واپس بمبئی آ گیا۔ دفتر پہنچا تو منیجر کی موت کے سلسلے میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ میں نے تعزیت کر کے اسٹاف کو مطمئن کرنے کی خاطر دو روز کی چھٹی کا اعلان کر دیا۔ بعد میں منیجر کے گھر والوں سے مل کر میں نے اپنے دلی صدمے کا اظہار کیا اور منیجر کی خدمات کے عوض انہیں ایک لمبی رقم پیش کی جسے تھوڑے پس و پیش کے بعد منیجر کے بوڑھے باپ نے قبول کر لیا۔

اس تمام عرصے میں ایک لمحے کے لئے بھی میں انکا کو فراموش نہیں کر سکا۔ اس کا خوفناک تصور مجھے ہراساں کئے ہوئے تھا۔ اس نے ایڈورڈ پارک میں مجھے اور نرگس کو اپنی طاقت کے بارے میں ایک بار پھر باور کرا دیا تھا کہ اس کے معاملات میں دخل دینے کی سزا کتنی شدید ہو سکتی ہے! جو برتاؤ اس نے نرگس کے ساتھ کیا اسے کوئی غیرت مند شوہر برداشت نہیں کر سکتا۔

جس وقت میں منیجر کے گھر سے واپس ہوا اس وقت بھی میرا ذہن انکا کے پُراسرار وجود میں الجھا ہوا تھا۔ ایڈورڈ پارک میں پیش آنے والے حادثے کو دو روز گزر چکے تھے لیکن انکا کا کوئی پتا نہیں تھا۔ اس واقعے سے پیشتر وہ اتنی دیر تک کبھی میرے سر سے دور نہیں رہی تھی۔ جہاں تک ایڈورڈ پارک میں پیش آنے والے حادثے کا تعلق تھا' مجھے یقین تھا انکا نے وہ ڈراما محض اس لیے کھیلا تھا کہ میں جذبات میں بہہ کر اس اجنبی کا خون کر دوں تا کہ اسے اپنے وجود کو تقویت بخشنے کی خاطر انسانی خون حاصل ہو سکے۔ گویا میرے ہاتھوں ایک اور قتل ہو چکا تھا۔ قتل کے اوپر قتل۔ ایک کبھی نہ ختم ہونے والا خونیں سلسلہ۔ معصوم انسانوں کی جانیں لینا اور انکا کی خوشنودی حاصل کرنا میرا فرض تھا جس سے کوتاہی یا غفلت کی سزا دہشت انگیز' بے رحم اور غیر انسانی ہو سکتی تھی۔ مجھے معلوم تھا اس بار بھی انکا کو اپنے ناپاک مقصد میں مایوسی نہیں ہوئی تھی مگر اب اس کی طویل غیر موجودگی میرے لئے قابل غور تھی میں سوچ رہا تھا کہیں وہ مجھے یا نرگس کو کسی نئی مصیبت سے دوچار کرنے کی فکر میں تو نہیں ہے۔

میں انہی وسوسوں اور الجھنوں میں مبتلا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر آ گئی ہے۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں عالم تصور میں انکا کے منحوس وجود کو اپنے سر پر دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی شگفتگی اور ہونٹوں کی سرخی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اس نے انسانی خون خوب سیر ہو کر پیا ہے۔ پہلے بھی میں اسے خون پینے کے بعد اسی حالت میں دیکھ چکا تھا لیکن.... آج وہ جن نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی ان میں شوخی اور شرارت کے ساتھ ساتھ طنز بھی تھا جسے محسوس کر کے میرے خون کی گردش تھم کر رہ گئی۔ دوسری طرف انکا بدستور مجھے زہر خند سے گھور رہی تھی۔ چند ثانئے تک وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی پھر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی اور ایک طویل جماہی لے کر بولی۔

''جمیل' مجھے معلوم ہے کہ تم مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہو۔''

میں مہر بلب رہا تو اس نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں جانتی ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہے مگر میں نے جو کچھ کیا وہ ضروری تھا۔ نرگس اب آئندہ کبھی میرے اور تمہارے درمیان آنے کی حماقت نہیں کرے گی۔ تم بھی اتنے بے غیرت نہیں ہو کہ دوبارہ اس منظر کو دیکھنے کی خواہش کرو۔ یوں بھی تم عہد کر چکے ہو کہ میری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔ یاد ہے تم نے ہوٹل میں گڑگڑا کر مجھ سے معافی مانگی تھی۔''

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ غصے کے مارے میرا برا حال تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا جیسے میرے جسم کا تمام خون سمٹ کر میرے چہرے پر آ گیا ہو۔ انکا کے جملے میں چھپے ہوئے تیر و نشتر میرا کلیجا چھلنی کر رہے تھے لیکن میں بہت کچھ چاہنے کے باوجود صبر کرنے پر مجبور تھا۔ انکا نے میری کیفیت کو محسوس کیا تو بڑے چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''جمیل...... نرگس سے شادی کرنے سے پہلے تم نے بھی تو بہت ساری لڑکیوں کو برباد کیا تھا۔ اگر تمہاری شرارتوں کا علم ان میں سے کسی کے شوہر کو ہو جائے تو اس کے دل پر کیا گزرے گی؟''

''انکا!'' میرے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا۔ ''تم نرگس کو بازاری عورتوں سے وابستہ کر رہی ہو۔ میں نے اب تک ہمیشہ ضبط کیا۔ اگر تم نے دوبارہ اس قسم کی کوشش کی تو خون خرابا ہو جائے گا۔''

''خون خرابا تو ہو چکا۔'' انکا نے شوخی سے کہا۔ ''تم سے بہت سی باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن اس وقت میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔'' انکا نے بے پروائی سے جواب دیا پھر پاؤں پھیلا کر سیدھی کر لی۔

''سنو انکا...... آج میں تم سے ایک آخری فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

''مجھے کچھ دیر آرام کر لینے دو جمیل...... پر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔'' انکا نے اپنی چمکیلی آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا تو میں چیخ اٹھا۔

''یہ ناممکن ہے۔ مجھے روحانی اذیتوں میں مبتلا کر کے تم آرام نہیں کر سکتیں۔''

''جمیل......'' انکا کے تیور بدل گئے۔ ''میں اپنے آرام میں کسی قسم کی خلل اندازی پسند نہیں کرتی۔ مجھے اس وقت پرسکون نیند کی ضرورت ہے۔ تم کچھ بڑھ رہے ہو۔''

''میرا سکون برباد کر کے تمہیں بھی آرام کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔'' انکا کے موجودہ رویے نے مجھے ایسی ٹھیس پہنچائی تھی کہ میں مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر اس سے ایک حتمی فیصلہ کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔

''جمیل...... کیا تم اس وقت ہوش میں نہیں ہو؟'' انکا نے بڑے تلخ انداز میں مجھ سے سوال کیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر مجھے کسی گہرے سمندر کا ایسا ٹھہراؤ نظر آ رہا تھا جس کی تہ کے اندر ہزاروں اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھوں پر اچانک ابھرنے والی سرخی بھی کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ تھی مگر میں اس وقت اپنے آپے میں نہیں تھا۔ انکا کے چہرے پر غصے کی تمام علامتوں کو نظر انداز کر کے بولا۔

''تمہیں آج مجھ سے یہ عہد کرنا ہوگا کہ آئندہ کبھی تم نرگس کو کسی معاملے میں تنگ نہیں کرو گی۔''

''یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم نرگس کو سختی سے منع کر دو کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا کرنے کی حماقت نہ کرے۔''

''نرگس میری بیوی ہے۔'' میں نے تلملا کر کہا۔ ''میں اختیارات کے سلسلے میں اس کی حق تلفی نہیں کروں گا۔''

'اور میں تمہاری محسن ہوں۔'' انکا نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ اگر میں نے تمہیں دولت مند نہ بنایا ہوتا تو تم کبھی نرگس کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔''

''تم چاہو تو اپنی دولت واپس لے سکتی ہو۔'' میں بھنا کر بولا۔ ''میں غریب مگر خوش رہنا چاہتا ہوں۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بشرطیکہ دولت کے ساتھ ساتھ تم نرگس کو بھی مجھے واپس کر دو۔''

''یہ ناممکن ہے۔'' میں پوری قوت سے چلایا۔ ''تم نرگس کو مجھ سے کبھی نہیں چھین سکتیں۔''

''جمیل۔'' اس بار انکا کا لہجہ بہت زہریلا تھا۔ ''شاید ابھی تمہیں کچھ اور بتانا پڑے گا۔ تم بار بار معافی مانگتے ہو اور اپنے عہد سے پھر جاتے ہو۔ تم یہ کیوں کرتے ہو جمیل۔ نجانے کیوں تمہیں پچھلی اذیتیں یاد نہیں رہتیں۔ تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ تم کس سے ایسی باتیں کرتے ہو۔''

''میں جانتا ہوں کہ میں کس بلا سے ایسی باتیں کرتا ہوں مگر برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ تم نے میری زندگی میں سکھ سے زیادہ دکھ دیے ہیں۔ مجھے یہ سودا منظور نہیں اور میں اپنی بربادی دیکھ سکتا ہوں لیکن نرگس......''

''جمیل......'' انکا نے غضب ناک لہجے میں میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''مجھے اس بات پر مجبور مت کرو کہ میں تمہیں راہ راست پر لانے کے لئے پھر کوئی تماشا دکھاؤں۔ بہتر ہے کہ خاموش رہو۔ خاموش رہو اور جیسے میں کہتی ہوں' کرتے جاؤ۔ نتائج کی ذمے داری مجھ پر چھوڑ دو۔ گناہ سارے میرے ذمے کر دو۔ خود عیش کی زندگی بسر کرو۔''

انکا کا لہجہ اس قدر خطرناک تھا کہ ایک ثانئے کے لئے میں گنگ ہو گیا لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ انکا نے نرگس کی پاکیزگی کو داغ دار بنانے کے لئے جو شرمناک ڈراما اسٹیج کیا تھا اس کے ایک ایک منظر نے میرے ذہن میں ہیجان برپا کر دیا تھا۔ میں اپنی موت کو گوارا کر سکتا تھا لیکن یہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ نرگس پھر کبھی اس دل آزار صورت حال سے دوچار ہو۔ چنانچہ میں نے فوری طور ایک فیصلہ کر کے کہا۔

''انکا سنو۔ میرا خیال ہے یہ فیصلہ کر ہی لو۔ تم مجھے جان سے مار ڈالو لیکن میں کسی قیمت پر بھی آئندہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نرگس کے معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"تم......اور مجھے کسی بات سے روک سکو گے!" انکا بے اختیار ہنس دی پھر دوبارہ سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ "سنو جمیل صاحب۔ تمہاری حیثیت کیا ہے یہ تمہیں معلوم ہے؟ تمہیں میرے ہر حکم کی تعمیل کرنی پڑے گی۔ رہا نرگس کا معاملہ تو بہتر ہے کہ تم اس سلسلے میں اپنی زبان بند رکھو ورنہ ایڈورڈ پارک میں جو کچھ پیش آچکا ہے' میں تمہیں اس سے زیادہ گھناؤنے حالات سے دوچار کردوں گی۔"

"اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہارے گندے وجود کو کسی حقیر کیڑے کی طرح کچل ڈالوں گا۔"

غصے کی شدت نے میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو زائل کر دیا تھا۔ میں اپنے دل کے بخارات نکالتا رہا اور جو منہ میں آیا کہتا رہا۔ نہ جانے کیا کیا بکتا رہا۔

انکا تعجب خیز نظروں سے میرے وحشیانہ انداز اور بدلے ہوئے طرز عمل کو دیکھ رہی تھی۔ جب تک میں بولتا رہا' وہ خاموش رہی پھر چپ ہوا تو اس نے آہستگی سے کہا۔

"جمیل! مجھے تم سے ہمدردی ہے مگر اس کے باوجود میں تمہیں ہوش میں لانے کے لئے مجبور ہوں۔"

میں کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا لیکن سر میں اچانک ہونے والی شدید چبھن نے مجھے تڑپا دیا۔ انکا بڑی تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہو چکی تھی اور اب وہ اپنے نکیلے پنجے میرے سر میں چبھو رہی تھی جس کی شدت ہر لمحے بڑھتی گئی۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیلنے لگا۔ اسٹیئرنگ پر میرے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ گاڑی روک دوں لیکن کوئی پُراسرار قوت مجھے ڈرائیونگ جاری رکھنے پر اکسا رہی تھی۔ سڑک پر ٹریفک کا خاصا ہجوم تھا۔ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کشادہ سڑک پر دوڑنے بھاگنے والی موٹریں میرا مذاق اڑا رہی ہیں۔ میں نے نہ جانے کس جذبے کے تحت اپنی گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ اور تیز......اور تیز......اور پھر اچانک سامنے سے آنے والی ایک گاڑی سے میرا......ایکسیڈنٹ ہو گیا۔

☆===========☆===========☆

فضا میں ایک ہولناک دھماکے کی آواز بلند ہوئی جس کے ساتھ ہی میرا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

واقعات کا دھندلا دھندلا سا عکس میرے ذہن کو اور پریشان کر رہا تھا مجھے ہوش نہیں تھا۔ صرف اتنا یاد تھا کہ نرگس کے سلسلے میں انکا سے میری تلخ بحث ہوگئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں نے اپنی زبان بند نہ رکھی تو ایڈورڈ پارک میں جو کچھ پیش آچکا تھا وہ مجھے اس سے کہیں زیادہ گھناؤنے حالات سے دوچار کر دے گی۔ جواب میں' میں نے اسے دھمکی دی تھی کہ میں اس کا وجود کسی حقیر کیڑے کی طرح کچل ڈالوں گا۔ انکا کے تیور اچانک خراب ہوتے چلے گئے تھے اور پھر میری گاڑی کا......ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا!

لیکن اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

میرا جوڑ جوڑ پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا۔ بستر پر چت پڑا میں واقعات کی بکھری ہوئی کڑیوں کو ملانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ دیر تک میں یونہی اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا پھر میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ میری نظر پھر اسی چھت کے پنکھے پر پڑی جو میرے سر کے عین اوپر تیزی سے چل رہا تھا۔ مجھے وحشت سی ہونے لگی۔ قریب تھا کہ میں چیخ اٹھوں لیکن نرگس کی مترنم آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے آہستہ سے گردن گھما کر داہنی جانب دیکھا تو میری آنکھوں میں ٹھنڈک آگئی۔ میری نرگس میرے سامنے کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ ہوش میں آگئے۔" اس کی نگاہوں میں چمک تھی اور لہجے میں اشتیاق۔

"نرگس، میں اس وقت کہاں ہوں؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"آپ۔" نرگس۔ ایک پل کے لئے ہچکچائی پھر میرے قریب بیٹھ کر میری پیشانی پر اپنی نرم و نازک انگلیوں سے سہلاتے ہوئے بولی۔ "آپ اس وقت ہسپتال میں ہیں۔"

"مجھے بس اتنا یاد ہے کہ میری گاڑی......"

"جمیل۔" نرگس نے محبت آمیز انداز میں میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "آپ کو میری قسم کچھ مت سوچئے۔ ڈاکٹر نے بات چیت کرنے کو منع کیا ہے۔ خدا نے چاہا تو اب آپ ایک دو روز میں بالکل تندرست ہو جائیں گے۔"

میں اس وقت پوری طرح ہوش و حواس میں تھا اس لیے نرگس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے شبنمی قطرے تیرتے دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ مگر قبل اس کے کہ میں اپنی وفا شعار اور خدمت گزار بیوی سے کچھ دریافت کر سکتا' ایک نرس جو غالباً میرے سرہانے پہلے سے موجود تھی' مسکراتے ہوئے میرے سامنے آگئی۔

"گھبرائیے نہیں مسٹر جمیل۔ اب آپ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔" نرس نے بڑی شفقت سے مجھے مخاطب کیا۔ اس کے بعد اس نے میرے دائیں بازو میں انجکشن لگایا اور مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتی کمرے سے باہر چلی گئی۔

میری نظریں نرگس کے معصوم چہرے پر مرکوز تھیں۔ نرس کے جانے کے بعد میں نے نرگس سے باتیں کرنی چاہیں لیکن میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ میری پلکیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

"نرگس۔" میں بمشکل تمام اتنا ہی کہہ سکا۔ نیند کا غلبہ پوری طرح مجھے اپنی آغوش میں لے چکا تھا۔ میں ایک بار پھر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

مجھے کئی دنوں تک خواب آور دواؤں اور انجکشنوں کے ذریعے بے ہوش رکھا گیا۔ جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں اپنے گھر پر تھا۔ نرگس غالباً ڈاکٹروں سے درخواست کر کے مجھے گھر لے آئی تھی جہاں ایک ڈاکٹر اور دو نرسیں مستقل طور پر ہر وقت میرے ساتھ موجود رہتیں۔ اس عالم بے ہوشی کی کوئی اور بات میری یادداشت میں محفوظ نہیں۔

میری ذہنی حالت پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر ہو چکی تھی ہر چند کہ خواب آور دواؤں کا ہلکا ہلکا اثر باقی تھا لیکن میں خود کو پہلے سے بہت بہتر محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ دوبارہ ہوش میں آنے پر کچھ دیر تک میں خاموش لیٹا نرگس کو دیکھتا رہا جو میرے سرہانے موجود تھی۔ میں نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

"مجھے گھر کب لایا گیا؟"

"دو روز ہو گئے۔" نرگس نے جلدی سے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "آپ اب تندرست ہو چکے ہیں جمیل۔ خدا نے میرے اوپر رحم کیا۔"

میں چند ساعت تک نرگس کے چہرے کے تاثرات دیکھتا رہا پھر بولا۔

"یہ سب تمہاری دعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ وہ ایکسیڈنٹ۔ ...."

"اس...... ایکسیڈنٹ کو بھول جایئے جمیل......" نرگس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "خدا کو جو منظور تھا وہ پورا ہو گیا۔ ہمیں ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔"

میں محسوس کر رہا تھا کہ نرگس کچھ پریشان پریشان سی ہے۔ اس کی پریشانی کا سبب کیا تھا' میں یہ جاننے کے لئے بے چین تھا۔ ایک کروٹ لینے کی خاطر بایاں ہاتھ ہلانے کی کوشش کی تو اس اچانک انکشاف پر تڑپ اٹھا کہ میرا بایاں ہاتھ جو...... ایکسیڈنٹ کی وجہ سے کچل گیا تھا' کہنی سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ اگر ہاتھ نہ کاٹا گیا تو باقی جسم میں بھی زہر پھیل جانے کا خطرہ ہے۔

نرگس کا خیال اور اس کی دلائی ہوئی قسمیں اگر مانع نہ ہوتیں تو میں یقیناً خودکشی کر لیتا لیکن مجھے اپنی نرگس کی خاطر زندہ رہنا پڑا۔ دو چار روز تک میں اندر ہی اندر سلگتا رہا پھر یہ حالت سنبھل گئی۔ انکا نے مجھے اس حالت پر پہنچا دیا تھا۔ اس بار اس نے میری زبان درازیوں کی بڑی خوفناک سزا مجھے دی تھی۔ میں اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو گیا۔ میرا ہاتھ جو انکا کی طاقت بھی واپس نہیں لا سکتی تھی۔ میں ٹھیک تو ہو گیا لیکن کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میرے دل کا چراغ بجھ گیا ہے۔ مجھ پر مایوسیوں کے دورے پڑتے رہے۔ ڈاکٹر اور دونوں نرسیں برابر میری خدمت کر رہے تھے۔ نرگس دن رات میرے ساتھ لگی بیٹھی رہتی اور مجھے خوش رکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتی رہتی۔ ایک روز شام کا ذکر ہے کہ میں اپنے مکان کے باہر برآمدے میں بیٹھا نرگس سے باتیں کر رہا تھا کہ ڈاکٹر اخلاق نے' جن کا مستقل قیام میری کوٹھی پر تھا' میرے پاس آ کر کہا۔

"مسٹر جمیل۔ میرا خیال ہے کہ اب آپ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے ہیں۔"

"یہ سب تمہاری محنت اور کوششوں کا نتیجہ ہے ڈاکٹر۔" میں نے جواب دیا۔

ڈاکٹر کچھ دیر تک بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر آہستگی سے بولا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر جمیل کہ اب میں زیادہ عرصے تک آپ کو پولیس کی دسترس سے دور رکھنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا پھر نرگس کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر بھی فکر اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات موجود تھے۔ میں نے اصرار کیا تو نرگس نے غمناک لہجے میں کہا۔

"جمیل۔ میں نے آج تک ڈاکٹر کے مشورے پر آپ کو حقیقت حال سے آگاہ نہیں کیا تھا لیکن اب کچھ پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔ جس گاڑی سے آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس کے تینوں مسافر جاں بحق ہو گئے۔ پولیس نے کیس رجسٹر کر لیا ہے۔ اب تک ڈاکٹر اخلاق نے پولیس کو آپ کی بیماری کے پیش نظر پوچھ گچھ کی اجازت نہیں دی تھی۔"

"ایس پی ٹریفک آج آپ سے ملنے آ رہا ہے۔" ڈاکٹر نے نرگس کے خاموش ہونے پر کہا۔ "ابھی کچھ دیر پیشتر اس کا فون آیا تھا۔ میں نے اسے آپ سے ملنے کی اجازت دے دی ہے۔"

میں نے ایک نظر نرگس کے چہرے پر ڈالی پھر ایک سرد آہ بھر کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹریفک کا ایس پی اپنے ایک ماتحت انسپکٹر کے ساتھ آ گیا۔ ملازم نے اطلاع دی تو میں نرگس اور ڈاکٹر اخلاق کے ساتھ اٹھ کر اپنے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ اس وقت میرے ذہن میں انکا کا تصور اچانک ابھر آیا۔ انکا کے پُراسرار وجود نے مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا۔ میں نے عالم تصور میں انکا کو دیکھنا چاہا لیکن وہ اس وقت میرے سر پر موجود نہیں تھی۔

ایس پی نے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ میں اپنی یادداشت کرید کرید کر جواب دیتا رہا لیکن وہ میرے جوابات سے مطمئن نظر نہیں آتا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"مسٹر جمیل۔ آپ نے جو حالات بتائے ہیں' ان پر یقین کرنے کو میں تیار نہیں' ہو سکتا ہے کہ آپ کے کسی وکیل یا بیرسٹر نے آپ کو یقین دلایا ہو کہ انکا نامی کسی پُراسرار وجود کی آڑ لے کر آپ خود کو سزا سے بچا سکتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ عدالت ان باتوں کو بے ہودہ اور لغو قرار دے گی۔"

"میں آپ کو قانونی چارہ جوئی کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا مگر جو کچھ میں نے انکا کے بارے میں کہا وہ بھی غلط نہیں ہے۔" میں نے ایس پی کو گھورتے ہوئے بے پروائی سے کہا تو وہ یکلخت کھڑا ہوا اور انسپکٹر کو مخاطب کر کے بولا۔

"مسٹر ساجد۔ مسٹر جمیل کو حراست میں لے لو۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

انسپکٹر جواب تک خاموش بیٹھا ہماری گفتگو سن رہا تھا' اچانک یوں پھٹ پڑا جیسے اس کا ذہنی توازن خراب ہوگیا ہو۔ اس نے ایس پی ٹریفک کو جس کا نام منوہر لال تھا' خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''مجھے افسوس ہے جناب کہ میں اس سازش میں آپ کا شریک نہیں بن سکتا۔''

''وہاٹ؟'' ایس پی نے چنگھاڑتی ہوئی آواز میں کہا پھر انسپکٹر کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''کہیں تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا۔ جانتے ہو تم اس وقت کس سے مخاطب ہو؟''

''مجھے پتا ہے کہ اس وقت میں ایک ایسے ہندو آفیسر سے ہمکلام ہوں جو چند ماہ بیشتر بھی ایک مسلمان معزز شہری کو تعصب کا نشانہ بنا چکا ہے۔'' انسپکٹر نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ اس وقت تم اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے بچ گئے تھے لیکن اس بار میں تمہارے خلاف گواہی دوں گا کہ تم نے میری موجودگی میں مسٹر جمیل سے پچاس ہزار کی رشوت طلب کر کے اپنی مجرمانہ ذہنیت کا ثبوت دیا ہے۔''

انسپکٹر کے اس جملے پر ایس پی منوہر لال کے علاوہ میں اور نرگس بھی چونکے بغیر نہ رہ سکے۔ ڈاکٹر اخلاق بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے انسپکٹر کو گھور رہا تھا۔ منوہر لال نے مجھ سے رشوت کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ بہر حال ایس پی کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس نے غضب ناک تیوروں سے انسپکٹر کو گھورا۔

''کیا تم میرے حکم کی تکمیل کرنے سے انکا کی جرأت کر سکو گے؟''

ایس پی منوہر لال کا آپے سے باہر ہونا قدرتی بات تھی۔ وہ اٹھا اور انسپکٹر کو آنکھیں دکھاتا ہوا باہر چلا گیا۔ دوبارہ اندر آیا تو اس کے ساتھ تین مسلح سپاہی تھے۔ انسپکٹر نے اپنا دفاع کرنے کی خاطر ریوالور نکال لیا تھا لیکن اس سے پیشتر کہ منوہر لال پر فائر کرتا' مسلح سپاہیوں نے اسے جکڑ لیا۔ بعد میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ نرگس میری گرفتاری پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ڈاکٹر اخلاق بدستور حیران کھڑا موقع کی نزاکت پر غور کر رہا تھا۔ میں نے نرگس کو مناسب الفاظ میں صبر کرنے کی تلقین کی اور خاموشی سے باہر آ کر پولیس کی جیپ میں بیٹھ گیا۔

مجھے خود بھی حیرت تھی کہ انسپکٹر نے مجھے بچانے کی خاطر منوہر لال پر ایک ایسا الزام تراشنے کی کوشش کیوں کی جو قطعی بے بنیاد تھا اور ایسی صورت میں جبکہ میری اس سے کوئی شناسائی نہیں تھی۔ بہر حال حالات نے مجھے گنگ کر رکھا تھا۔ منوہر لال راستے بھر مجھے اشتعال انگیز انداز میں دیکھتا رہا۔ پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ کر پہلے اس نے رپورٹ مرتب کی پھر اسی وقت ہمیں ایک مجسٹریٹ کے گھر پہنچایا گیا جہاں ہمارے بیانات لئے گئے۔ میں نے مجسٹریٹ کے روبرو وہی بیان دیا جو ایس پی کو دیا تھا۔ مجسٹریٹ نے مجھے یوں دیکھا جیسے اسے میری ذہنی حالت پر شبہ ہو۔

''میرا خیال ہے کہ تم ایک بار پہلے بھی کسی کیس میں انکا کے پُراسرار وجود کا حوالہ دے چکے ہو۔''

''جی جناب لیکن میری بیوی کی اپیل پر عدالت نے مجھے باعزت طور پر بری کر دیا تھا۔''

''کیا تم انکا کے وجود کو ثابت کر سکتے ہو؟''

''اگر یہ بات میرے بس میں ہوتی تو مجھے اتنی پریشانیوں کا سامنا کیوں کرنا پڑتا۔'' میں نے بے ی سے جواب دیا۔

''کیا...... ایکسیڈنٹ کرنے پر بھی تمہیں انکا نے اکسایا تھا؟'' مجسٹریٹ نے زہرخند سے پوچھا تو میں تلملا کر بولا۔

''مجھے کچھ یاد نہیں جناب کہ میرے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔''

''کیا مطلب؟'' مجسٹریٹ نے مجھے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔ ''کیا تمہارے خیال میں پولیس نے تمہارے اوپر جو الزامات عائد کئے ہیں وہ جھوٹے ہیں؟''

''مجھے نہیں معلوم کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔'' میں نے جھلا کر جواب دیا۔ ''اگر پولیس کے پاس معقول ثبوت موجود ہوئے تو عدالت یقیناً مجھے سزا کا مستحق سمجھے گی۔''

''تم۔ مجھے تم صورت ہی سے کوئی شاطر مجرم دکھائی دیتے ہو۔'' مجسٹریٹ غصیلے لہجے میں بولا پھر کچھ لکھنے لگا۔

...... میں خاموش کھڑا تمام کارروائی دیکھتا رہا۔ میرے بعد انسپکٹر پولیس اور تینوں پولیس والوں کے بیانات ہوئے۔ ان لوگوں نے کیا بیان دیا' مجھے کچھ نہیں معلوم۔ جب تمام بیانات ہو چکے تو مجھے اور انسپکٹر کو لے جا کر حوالات میں بند کر دیا گیا۔ میں پوری رات جاگتا رہا۔ ماضی کی تلخ یادیں میرے ذہن کو چوکے لگاتی رہیں۔ کاش میں خودکشی کر سکتا۔ کاش نرگس میری بیوی نہ ہوتی مگر قسمت میں جو لکھا تھا وہ تو ہونا ہی تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ جب قدرت کی طرف سے ایسے انتظام ہو چکے ہیں کہ ایک پولیس انسپکٹر میری طرفداری کر رہا ہے تو میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔ اس فیصلے کے بعد میرے ذہن کو قدرے سکون ملا تو میں چاروناچار حوالات کے پختہ فرش پر لیٹ رہا۔

ایک ہفتے تک مجھے اور پولیس انسپکٹر کو حوالات میں رکھا گیا۔ اس دوران میں متعدد بار مجھ سے سوالات کئے گئے لیکن ہر بار میں نے یہی کہا کہ مجھے کچھ یاد نہیں۔ میں نے کچھ ایسا تاثر دینے کی کوشش کی جیسے میری یادداشت خراب ہو گئی ہو۔ انسپکٹر بدستور اپنے بیان پر اڑا رہا کہ منوہر لال نے مجھ سے پچاس ہزار کی رشوت طلب کی تھی اور دھمکی دی تھی کہ اگر رقم اسے نہ ملی تو وہ مجھے سزا کرا دے گا۔ انسپکٹر کے پاس کیا ثبوت تھا جس کی بنا پر وہ ایک ذمہ دار آفیسر پر رشوت خوری کا الزام لگا رہا تھا' میری عقل میں یہ بات نہیں آتی تھی۔

ایک ہفتے بعد ہمیں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا جہاں صورت حال عجیب و غریب رخ اختیار

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کرگئی۔ پہلی پیشی پر منوہر لال کا بیان ہوا۔ دوسری پر ڈاکٹر اخلاق کو گواہ پیش ہونا پڑا۔ ڈاکٹر نے اپنے بیان میں صرف اتنا کہا کہ مجھے منوہر لال نے زخمی حالت میں اسپتال میں داخل کرایا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے واقعی کوئی خطرناک ایکسیڈنٹ ہو مگر اور بات بھی ممکن ہوسکتی ہے۔ کسی ایکسیڈنٹ کے بارے میں وہ بھی کچھ نہیں جانتے تھے۔ نرگس کو عدالت میں طلب کیا گیا تو اس نے بھی یہی بیان دیا کہ کسی حادثے کی اطلاع اسے ایس پی منوہر لال کی طرف سے ملی تھی جس کے بعد وہ اسپتال آئی تھی۔ ایکسیڈنٹ کے بارے میں اسے بھی کوئی علم نہ تھا۔

دو ماہ تک عدالت میں مختلف شہادتیں پیش ہوتی رہی۔ ایس پی ٹریفک نے موقع واردات کے وہ فوٹو عدالت میں پیش کیے جن میں میری گاڑی چکنا چور حالت میں نظر آرہی تھی۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ بھی نظر آرہی تھی۔ دوسری گاڑی میں سفر کرنے والے مرحومین کے عزیزوں نے عدالت کے روبرو بیان دیا کہ انہوں نے مجھے موقعۂ واردات پر نہیں دیکھا تھا لیکن میری گاڑی وہاں ضرور موجود تھی اور اس پر وہی نمبر پلیٹ موجود تھی جسے عدالت میں پیش کیا گیا۔ کیدار ناتھ نے پولیس کی طرف سے پیش کیے جانے والے گواہوں پر شدید جرح کی۔ ایک بیرسٹر کی حیثیت سے اس کے پیشے کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ مجھے دودھ کی مکھی کی طرح اس جرم سے علیحدہ کرتا جو مجھ سے سرزد ہو چکا تھا۔

سب سے آخر میں انسپکٹر ساجد کو عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس پر دو جرم عائد کیے گئے تھے۔ ایک تو یہ کہ اس نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کرتے ہوئے اس پر ریوالور تان لیا تھا اور دوسرے یہ کہ اس نے ایک مجرم کی طرف داری کرنے کی کوشش کی تھی جس نے مذکورہ حادثے میں تین انسانی زندگیوں کا خون کیا تھا۔ جس وقت انسپکٹر کو فرد جرم پڑھ کر سنائی جارہی تھی وہ گواہوں کے کٹہرے میں سینہ تانے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ یوں جیسے اسے کامیابی کا یقین رہا ہو۔ بعد میں جب اس نے عدالت کو مخاطب کرکے اپنا پچھلا بیان دہرایا اور میری بے گناہی کے ساتھ ساتھ منوہر لال پر رشوت طلب کرنے کا الزام عائد کیا تو حاضرین دم بخود رہ گئے۔ منوہر لال کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو ایک جارہا تھا۔ اپنی جگہ چپ کھڑا وہ اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

انسپکٹر کا بیان ختم ہوا تو کچھ دیر تک عدالت میں سناٹا طاری رہا پھر کیدار ناتھ نے اس سے سوالات کیے جن کا جواب اس سے حسب منشا ملتا رہا۔ کیدار ناتھ کے بعد وکیل سرکار نے اس پر جرح کی لیکن انسپکٹر کسی آہنی چٹان کی طرح اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا اور مسکرا مسکرا کر جواب دیتا رہا۔

''تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ منوہر لال نے ملزم جمیل احمد خان کو اس حادثے میں پھانسنے کی کوشش کی ہے جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ...... ایکسیڈنٹ ملزم کی کار سے ہوا ہے جس کے فوٹو عدالت کی فائل میں موجود ہیں؟'' وکیل سرکار نے سوال کیا تو انسپکٹر نے اسے مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر سنجیدگی اختیار کرکے براہ راست عدالت سے کہا۔

''مائی لارڈ۔ میرے پاس ایسا ثبوت موجود ہے جو نہ صرف میرے بیان کو سچا ثابت کردے گا بلکہ عدالت پر یہ بات بھی آشکار ہوجائے گی کہ ایس پی منوہر لال نے محض تعصب کی بنا پر جمیل احمد خان کو پھانسنے کی خاطر شہادتوں کو مسخ کرکے اور واقعات کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھال کر عدالت کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کی ہے لیکن مائی لارڈ۔ قبل اس کے کہ میں اپنا ثبوت پیش کروں' عدالت سے اس بات کی پُرزور درخواست کروں گا کہ جو کچھ میں کہوں اس کی تصدیق بغیر کسی تاخیر کے فوری طور پر کرلی جائے' مبادا منوہر لال اس ثبوت کو بھی درمیان سے ہٹانے کی کوشش کرے۔''

''تم اپنا ثبوت پیش کرو۔ اگر عدالت نے اس کی اہمیت کو محسوس کیا تو اس کی تصدیق میں یقیناً کسی تاخیر سے کام نہیں لیا جائے گا۔''

عدالت میں موجود ہر شخص کی نگاہیں انسپکٹر ساجد پر جمی ہوئی تھیں۔ جج کی یقین دہانی کے بعد انسپکٹر نے ایک نظر منوہر لال پر ڈالی' پھر اس نے بیان دینا شروع کیا۔

''مائی لارڈ۔ وقوعے والے روز منوہر لال اور میں دونوں ساتھ ساتھ تھے...... ایکسیڈنٹ جمیل احمد خان کی گاڑی سے نہیں بلکہ نرنجن لال نامی ایک شخص کی کار سے ہوا تھا' جو موقع پر ہی جاں بحق ہوگیا۔ واقعات سے پتا چلتا ہے کہ نرنجن لال ان تین مرنے والوں میں شامل تھا جو جمیل احمد خان کی گاڑی سے ہلاک ہوئے مگر اصل میں یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نرنجن لال کی گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ نرنجن لال اپنی اور دوسری کار میں بیٹھنے والے اپنے دوستوں کی موت کا سبب بنا۔ منوہر لال حادثے کی اطلاع ملنے پر مجھے اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔'' انسپکٹر نے تفصیل کے ساتھ سب کچھ بتاتے ہوئے کہا۔ ''نرنجن لال چونکہ ایس پی صاحب کا دوست تھا اس لیے اسے خاموشی سے چتا کی آگ کے حوالے کردیا گیا۔ جمیل احمد خان اور نرنجن لال کی گاڑیاں ایک ہی ماڈل کی تھیں اس لیے منوہر لال نے اپنی سابقہ معلومات کی بنا پر جمیل احمد خان کو پھانسنے کا شرمناک منصوبہ بنایا۔ جمیل احمد خان کو گاڑی سمیت بلا کر اس کی نمبر پلیٹ نرنجن لال کی گاڑی پر لگادی اور اس کی گاڑی کو اپنے گیراج میں چھپادیا۔ ایس پی صاحب کا خیال تھا کہ جمیل احمد خان کو سزا ملنے کے بعد اس کی گاڑی فروخت کردی جائے گی۔ جمیل احمد خان کو حادثے کا مجرم قرار دینے کی خاطر منوہر لال نے اسے کرائے کے غنڈوں سے اس حد تک زدوکوب کرایا کہ اسے اپنا ایک ہاتھ بھی گنوانا پڑا پھر بے ہوشی کی حالت میں اسے اسپتال میں داخل کرادیا گیا۔''

انسپکٹر ساجد نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''منوہر لال نے یہ تمام ڈراما اس خوبصورتی سے اسٹیج کیا کہ کسی کو ذرہ برابر شبہ بھی نہ ہوسکا۔ مجھے اس

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

بات کی دھمکی دی گئی کہ اگر میں نے زبان کھولنے کی کوشش کی تو مجھے بھی کسی جھوٹے مقدمے میں ملوث کر دیا جائے گا۔ میں خاموش رہا مگر جب ایس پی منوہر لال نے پچاس ہزار کی رقم بے گناہ جمیل سے طلب کی تو میں چپ نہ رہ سکا۔''

انسپکٹر کے بیان سے حاضرین میں کانا پھوسی شروع ہوگئی تھی۔ منوہر لال غصے میں کھڑا دانت پیس رہا تھا۔ وکیل سرکار نے ایک اچٹتی ہوئی نظر منوہر لال پر ڈالی پھر انسپکٹر کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''کیا تمہیں یقین ہے کہ ملزم کی کار اس وقت بھی صحیح سالم حالت میں منوہر لال کے گیراج میں موجود ہوگی؟''

''مائی لارڈ'' انسپکٹر نے براہ راست جج سے کہا۔ ''میں نے اتنے دنوں تک اپنی زبان محض اس لیے بند رکھی تھی کہ منوہر لال نے پیش آنے والے حادثے کے دوسرے ہی روز جمیل احمد خان کی کار کو اپنے گیراج سے ہٹا کر کسی ویران جگہ منتقل کر دیا تھا۔ جس روز میرے مخبروں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ کار کو نرنجن لال کے گیراج میں پہنچا دیا گیا ہے۔ اگر میری اطلاعات غلط نہیں ہیں تو وہ کار آج بھی نرنجن لال کی کوٹھی سے برآمد کی جا سکتی ہے۔ میں عدالت سے اپیل کروں گا کہ آج کی کارروائی ختم ہونے سے پہلے نرنجن لال کی کوٹھی کی تلاشی لی جائے ورنہ منوہر لال یقیناً اس اہم ثبوت کو بھی تباہ کر ڈالے گا۔''

میں پولیس کی حراست میں کھڑا حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ انسپکٹر کا بیان میرے لئے ناقابل یقین تھا اس لیے کہ یہ بات مجھے بخوبی یاد تھی کہ وہ ہولناک حادثہ میری ہی کار سے رونما ہوا تھا لیکن میں نے اس موقع پر اپنی زبان بند ہی رکھی۔ جج نے کچھ دیر غور و خوض کرنے کے بعد عدالت برخاست کر دی اور میرے وکیل کے اصرار پر خود پولیس کی جماعت کے ساتھ نرنجن لال کی کوٹھی پر گیا' جہاں گیراج سے ایک ایسی کار برآمد ہوگئی جو رنگ اور ماڈل کے اعتبار سے میری کار جیسی تھی لیکن اس پر جو نمبر پلیٹ موجود تھی وہ نرنجن لال کی کار کی تھی۔ جج نے کار کو تفتیش کی غرض سے ایک دوسرے ایس پی کے حوالے کیا اور مقدمے کی کارروائی اگلی پیشی تک ملتوی کرا دی۔ پندرہ روز تک مجھے کسی بات کا علم نہ ہو سکا۔ سولہویں روز جب مقدمہ دوبارہ پیش ہوا تو مجھے باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔ ایس پی منوہر لال کو اپنی پوزیشن کا ناجائز استعمال اور عدالت کو دھوکا دینے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ انسپکٹر ساجد کو عدالت کی جانب سے انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ نرگس نے میری رہائی کے احکام سنے تو خوشی سے بے تاب ہو کر بھری عدالت میں مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے انسپکٹر کا شکریہ ادا کیا پھر حیران و پریشان عدالت سے باہر نکل آیا۔ نرگس کو مقدمے کی کارروائی سے زیادہ میری رہائی کی خوشی تھی لیکن میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیوں کر ممکن ہو گیا؟ وہ کون سی قوت تھی جس نے ناممکنات کو ممکن کر دکھایا؟

''انکا۔''

اچانک میرے ذہن میں انکا کا پُراسرار تصور ابھر آیا۔ ''انکا'' جو حیرت انگیز اور ناقابل یقین قوتوں کی مالک تھی اس کے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں تھی۔ حادثے سے قبل اس نے مجھ سے کہا بھی تھا۔ ''جمیل تمہیں ہوش میں لانے کے لئے نہ جانے کتنے تماشے مجھے اور دکھانے پڑیں۔''

انکا کا تصور آتے ہی واقعات کی الجھی ہوئی گرہیں آپ سے آپ کھلتی چلی گئیں۔ مجھے یقین تھا کہ یہ سب انکا کی پُراسرار شخصیت کا کیا دھرا ہے۔ اسی نے مجھے پہلے ایک حادثے سے دوچار کیا پھر اسی کی وجہ سے مجھے ایک ہاتھ سے ہاتھ دھونا پڑا اور اب اسی کی پُراسرار قوت کا نتیجہ تھا کہ میں کسی یقینی سزا سے گلوخلاصی حاصل کر کے واپس اپنے گھر جا رہا تھا! انکا کے منحوس وجود نے مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا۔ میں نے عالم تصور میں ایک بار پھر انکا کو دیکھنا چاہا لیکن وہ میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ غالباً ابھی تک وہ انسپکٹر ساجد کے سر پر اپنا تسلط جمائے ہوئے تھی۔ گھر پہنچ کر نرگس نذر و نیاز کے معاملوں میں الجھ گئی۔ میں آرام کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دو روز تک کوئی قابل ذکر بات پیش نہیں آئی۔ سوائے اس کے کہ میرے مقدمے کی کارروائی اور منوہر لال کی گرفتاری کی خبریں روزانہ اخباروں میں جلی سرخیوں میں شائع ہو رہی تھیں۔ میرے دفتر کے لوگ اور دوسرے واقف کار صبح سے شام تک میری مزاج پرسی کی خاطر آتے رہتے لیکن نرگس میری ہدایت پر انہیں بڑی خوب صورتی سے ٹالتی رہتی۔ میں اپنا کٹا ہوا ہاتھ لے کر لوگوں کے سامنے آنے سے کترانے لگا تھا۔ تیسرے روز بھی میں حسب معمول صبح کی ضروریات سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر لیٹا اخبار دیکھ رہا تھا کہ نرگس مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس کے ہاتھ میں بادامی رنگ کا کوئی لفافہ موجود تھا۔ چہرہ تازہ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا۔

''کیا کوئی خاص بات ہے؟'' میں نے اخبار سے نظر ہٹا کر پوچھا۔ ''بہت زیادہ خوش نظر آ رہی ہو۔''

''ہاں جمیل۔ خدا نے میری دعا سن لی ہے۔''

''بات کیا ہے؟''

''آپ بتائیے کہ ایسی کیا بات ہو سکتی ہے؟'' نرگس نے میرے برابر بیٹھ کر بڑے پیار سے پوچھا۔

''کیا پولیس نے میری گاڑی واپس کر دی ہے؟'' میں نے دریافت کیا۔

''جی نہیں۔ اس سے بھی کہیں زیادہ خوشی کی بات ہے۔''

''چلو میں اپنی ہار تسلیم کرتا ہوں۔ تم ہی بتا دو۔'' میں نے نرگس کے خوب صورت بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا تو وہ فوراً جذبات سے مغلوب ہو کر مجھ سے لپٹ گئی پھر بولی۔

''جمیل۔ ڈیڈی ہمیں لینے آ رہے ہیں۔''

''کیا انہوں نے تمہاری اور میری خطائیں معاف کر دی ہیں؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔'' نرگس نے میرے سینے سے سر اٹھا کر میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ ''ڈیڈی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

نے اخبارات میں ہمارے حالات پڑھ کر ہمیں معاف کر دیا ہے۔ انہوں نے ہمیں تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ پرسوں وہ بمبئی پہنچ رہے ہیں۔ اب ہماری پریشانیوں کے دن ضرور ختم ہو جائیں گے۔"

"خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔" میں نے آہستہ سے کہا پھر اپنے کٹے ہوئے بازو کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ نرگس میرے چہرے کے تاثرات بھانپ کر بولی۔

"جمیل۔ خدا کے لئے ان باتوں کو بھول جایئے۔ جب میں آپ کا بازو موجود ہوں تو پھر یہ فکر کیوں؟"

"نرگس میری زندگی۔" میں نے نرگس کے لہجے میں سچے پیار کی جھلک دیکھی تو بے اختیار اسے لپٹا کر پیار کرنے لگا۔ میں اس کی خوشیوں میں برابر کا شریک ہونے کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔

نرگس دن بھر ضروری سامان کی پیکنگ کرانے میں مصروف رہی۔ وہ بے حد خوش تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ کم از کم دو چار ماہ کے لئے اپنے والد کے ہاں قیام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ورنہ اتنے سامان کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ بمبئی سے میرا دل اچاٹ ہو چکا تھا اس لیے میں نے نرگس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ مجھے خوشی تھی کہ مسٹر اصفہانی کی نرگس سے ناراضی ختم ہو چکی ہے۔ اب کم از کم نرگس کے لئے میرے بعد کوئی سہارا پیدا ہو گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب میں قدرے سکون کا سانس لے سکوں گا۔ ذاتی طور پر مجھے نرگس کے والد کی خوشی یا ناراضی کا کوئی خیال نہیں تھا۔

نرگس چونکہ دن بھر کی تھکی ماندی تھی اس لیے رات کا کھانا کھاتے ہی سو گئی۔ میں نے حسب عادت بستر پر لیٹ کر کتاب کی ورق گردانی شروع کر دی۔ کبھی کبھار میں نظر گھما کر نرگس کو بھی دیکھ لیتا تھا جس کے چہرے پر آج سوتے میں بھی بھرپور مسرت کے تاثرات اجاگر تھے۔

خاصی دیر تک میں کتاب کی ورق گردانی کرتا رہا پھر معاً مجھے انکا کا خیال آیا۔ انکا نے اب تک میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کا ایک ایک نقش میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ اس نے مجھے بے حساب دولت دی تھی۔ مجھے فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچا دیا تھا۔ میرے عیش و آرام کے لئے دنیا کا ہر سامان مہیا کیا تھا۔ اس نے میرے بڑا آدمی بننے کے اس خواب کو پورا کیا تھا جو میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے برابر دیکھا کرتا تھا۔ اس کے باوجود میں اس سے شدید نفرت کرنے پر مجبور تھا۔

جہاں تک انکا کے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کے لئے انسانی خون کی فراہمی کا سوال تھا اس کے لئے میں نرگس سے شادی کے بعد بھی تیار ہو گیا تھا لیکن انکا نے نرگس کو جن گھناؤنے حالات سے دوچار کیا تھا وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔ میں نے اپنی نگاہوں سے بے گناہ اور معصوم نرگس کو انکا کی پُراسرار قوت کے زیر اثر ایک غیر مرد کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا تھا۔ میں نے خون کے گھونٹ پی کر دل پر جبر کیا لیکن انکا کی زیادتیاں اب بڑھتی جا رہی تھیں۔ نرگس کے سلسلے میں جب میں

نے سختی سے غیر جانب دار رہنے کو کہا تو اس کے ناپاک وجود نے مجھے ایک ایسے حادثے سے دوچار کیا جس کی بدولت میرا ایک ہاتھ ضائع ہو گیا۔ گو انکا نے اپنی حیرت انگیز قوت کے ذریعے مجھے باعزت طور پر بری کرا دیا تھا لیکن مجھے اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ میں باہر نکل کر لوگوں کو اپنی شکل دکھا سکوں۔ آئندہ وہ مجھے لنگڑا اور اندھا بھی کر سکتی تھی۔ میرا ذہن انکا کے خیالی تصور سے الجھتا رہا۔ میں نے طے کر لیا کہ اب جبکہ نرگس کے باپ نے اسے معاف کر دیا ہے اور وہ میری غیر موجودگی میں بھی اپنے باپ کے پاس رہ سکتی ہے' میں انکا کی زیادتیوں کا انتقام اس سے ضرور لوں گا خواہ مجھے اس کے عوض اپنی زندگی ہی سے ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑیں۔ میں نہ جانے کب تک اپنے خیالات میں گم رہا پھر اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر آ گئی ہو۔ میں نے عالم تصور میں اپنے بکھرے ہوئے بالوں پر نظر ڈالی تو میرے خون کی گردش تیز ہو گئی۔

انکا میرے سر پر دوبارہ آ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر تھکن کے تاثرات موجود تھے۔ اس کی کنول جیسی آنکھوں میں پہلی بار میں نے تفکرات کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔ وہ میرے سر پر چت لیٹی کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کا اپنے سر کے نیچے تکیہ بنا رکھا تھا اور خلا میں گھورے جا رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ اپنے ہونٹ بھی کاٹنے لگتی۔ نہ جانے وہ اس وقت کس سوچ میں غرق تھی۔

میں نفرت بھری نظروں سے اس ننھی مگر خطرناک عورت کو گھورتا رہا جو حیرت انگیز قوتوں کی مالک تھی۔ مجھے اس کو تفکرات میں ڈوبا دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ دنیا کی ہر ناممکن بات پلک جھپکنے میں ممکن بنا سکتی تھی تو پھر یہ غور و فکر کس لئے؟ آخر وہ ایسی کون سی انہونی بات تھی جس نے انکا کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ آج سے قبل میں نے اسے کبھی اس طرح مضطرب نہیں محسوس کیا تھا۔ شاید وہ کسی اندرونی کرب سے دوچار تھی مگر مجھے کیا پڑی تھی کہ اس کے بارے میں سوچتا! میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا مگر عین اس عالم میں کہ میں غنودگی کی کیفیت میں تھا' انکا کے نکیلے پنجوں کی چبھن اپنے سر پر محسوس کر کے میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ انکا سر پر کھڑی مجھے اپنی خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"جمیل!" مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ "تم نے مجھے پریشان محسوس کر کے آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں؟"

"تم...... اور پریشان! بہت خوب۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "کیا پریشانی لاحق ہو گئی ہے تمہیں۔"

"حیرت ہے کہ تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو۔ کاش تم جانتے۔"

انکا اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر خلا میں گھورنے لگی تو میں نے تیزی سے کہا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''اب تم میرے پاس کیا لینے آئی ہو انکا۔ اب تو میں اس قابل بھی نہیں رہا کہ کسی بے گناہ کا گلا گھونٹ کر تمہارے وجود کے لئے غذا فراہم کر سکوں۔''

''کیوں۔'' انکا کے چہرے پر اچانک مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑی معصومیت سے بولی۔ ''کیا تم ایک ہاتھ سے کسی کو خنجر یا گولی نہیں مار سکتے۔''

''انکا!'' میں نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ ''تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ میں اپنی ہٹ کا کس قدر پکا ہوں۔ اب اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں تمہارے لئے کوئی جرم کروں گا۔ ہاتھ جانے کے بعد مجھے اب زندگی سے کوئی لگاؤ نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم میرے سر سے دفع ہو جاؤ۔''

انکا کے چہرے پر ابھرنے والی مسکراہٹ فوری طور پر ختم ہوگئی۔ ایک لمحے تک وہ مجھے یاس بھری نظروں سے دیکھتی رہی پھر کسی گہری سوچ میں غرق ہوگئی۔ مجھے انکا کے آج کے رویے پر تعجب ہو رہا تھا۔ نہ جانے آج وہ بار بار کس سوچ میں ڈوب جاتی تھی۔۔

چند ساعت تک وہ اپنے خیالوں میں محو رہی پھر میری سمت دیکھ کر نرمی سے بولی۔

''جمیل! تم میرے بہت اچھے دوست ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہاری حماقت نے مجھے سزا دینے پر مجبور کر دیا مگر تمہیں ایک ہاتھ کٹ جانے کا ملال نہیں ہونا چاہئے۔ میں تمہارا ہاتھ ہوں۔ تم مجھے نرگس کی طرح اپنا کیوں نہیں سمجھتے۔ میں کسی موقع پر ضرور تمہارے ہاتھ کی کسر نکال دوں گی۔ دوستوں کے حساب ہمیشہ دل میں رہنے چاہئیں۔''

''بس کرو انکا۔'' میں دانت پیس کر بولا۔ ''اگر کبھی وقت آیا تو میں تمہارے سارے حساب چکا دوں گا۔''

''تم وہی احسان فراموشی کی باتیں کر رہے ہو۔'' انکا نے برہمی سے جواب دیا۔ ''مجھے اندازہ ہے کہ میری وجہ سے تمہیں اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہونا پڑا لیکن تمہیں یہ سزا دینی ضروری تھی۔ میرا خیال ہے جب بھی تم میرے خلاف کوئی قدم اٹھاؤ گے یہ ہاتھ تمہیں میری طاقت کا اندازہ دلاتا رہے گا۔ ہاتھ چلا گیا تو کیا ہوا' میں نے تمہیں اس کے مقابلے میں ایک بڑی مصیبت سے نجات نہیں دلائی؟ اگر میں انسپکٹر کے سر پر مسلط ہو کر اسے تمہاری طرف داری پر نہ اکساتی تو کیا ہوتا؟ تم پوری زندگی جیل میں گزارنے پر مجبور ہو جاتے۔ تمہیں ایک ہاتھ سے چکی بھی پیسنی پڑتی۔ کیا میں نے تمہیں عمر قید سے نجات دلا کر دوستی کا حق نہیں ادا کیا؟ تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے تمہیں بچانے کے لئے واقعات کا کیسا تانا بانا بنا کہ عدالت بھی چکر کھا گئی۔ حالانکہ اس مقدمے پر اگر دوبارہ غور کیا جائے تو سچی بات پتا چلنے میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔ نرنجن لال کی موت' اس کے گھر والوں کی شہادتیں' اس رات اس کی مصروفیت وغیرہ کے بارے میں آسانی سے سچی معلومات فراہم کی جا سکتی ہیں مگر میں نے عدالت پر سحر طاری کر دیا تھا۔ تم

میری وجہ سے بچ گئے۔''

''جہاں تم نے اتنے سارے احسانات کئے ہیں وہاں ایک احسان اور کرو۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''یا تو مجھے ایک ہی بار موت کے منہ میں جھونک دو یا ہمیشہ کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔''

''نہیں جمیل۔ ایسی باتیں کیوں کرتے ہو...... ابھی ہماری دوستی اتنی جلدی ختم نہیں ہو سکتی۔ ہاں! ایک وعدہ میں تم سے ضرور کر سکتی ہوں۔ اطمینان رکھو' آئندہ میں نرگس کے سلسلے میں کوئی ٹانگ نہیں اڑاؤں گی۔ تم یہی چاہتے ہونا؟''

میں نے اس بار انکا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اس کے چہرے کو تکتا رہا اور اس بات کا اندازہ لگاتا رہا کہ اس کے رویے میں تبدیلی کیوں ہے اور اس کی باتوں میں کہاں تک صداقت ہو سکتی ہے۔

''تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا جمیل۔'' انکا نے آلتی پالتی مار کر میرے سر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''کیا تمہیں اس بات پر شبہ ہے کہ میں بعد میں اپنے وعدے سے مکر جاؤں گی؟ کیا پہلے کبھی میں نے ایسا کیا ہے؟ ہاں تم ضرور مجھے بھول جاتے ہو۔ مجھے بھی اور اپنے وعدوں کو بھی۔''

''نرگس میری بیوی ہے۔ اس نے میرے لیے بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اب وہ کوئی دکھ اٹھائے۔''

میرے دل نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ حالات کے پیش نظر میں انکا کے پُراسرار وجود سے مصالحت کر لوں' دوسری صورت میں اگر وہ اپنی تریاہٹ پر اتر آتی تو مجھے اندھے کنوئیں میں آنکھ بند کر کے چھلانگ لگانے پر مجبور کر سکتی تھی۔ اس کی حیرت انگیز قوت کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں تھی۔ میں اس سے بہت خوف زدہ ہو گیا تھا۔

''میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ نرگس اب کسی حادثے سے دوچار نہیں ہوگی۔'' انکا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اور کچھ...... اور کوئی فرمائش؟''

''تم نرگس کے کسی معاملے میں ٹانگ الجھانے کی کوشش نہیں کرو گی۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''مجھے منظور ہے۔'' انکا نے ہامی بھر لی۔

''ہو سکتا ہے کہ کبھی وہ تمہارے وجود کو میرے سر پر محسوس کر کے آپے سے باہر ہو جائے۔''

''میں اس کی کسی بات کا برا نہیں مانوں گی۔''

''ممکن ہے وہ مجھے تمہارے چنگل سے نجات دلانے کی خاطر کوئی اقدام بھی کر گزرے۔''

''اب وہ ایسا نہیں کرے گی۔'' انکا نے وثوق سے جواب دیا پھر مسکرا کر بولی۔ ''ابھی اسے حالات کا علم نہیں ہے لیکن جس روز اسے یہ بات معلوم ہوگئی کہ میری ہی قوت نے اس کے اور اس کے باپ کے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

درمیان نفرت کی خلیج پُر کی ہے تو وہ مجھے اپنا محسن سمجھے گی۔"

"تو کیا نرگس کے والد نے وہ تار تمہارے ایما پر دیا تھا؟"

"ہاں جمیل۔" انکا نے بڑے دلآویز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "بمبئی میں تمہارا اور نرگس کا رہنا یوں بھی اب مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم دونوں کچھ عرصے کے لئے یہاں سے ہٹ جاؤ۔"

معاً میرے ذہن میں ایک خیال نے بڑی سرعت سے پر ابھارا۔ انکا مجھے بمبئی سے دور رہنے کا مشورہ کیوں دے رہی ہے؟ کیا اس میں کوئی خاص مصلحت ہے؟ کیا وہ مجھے کسی پیش آنے والے حادثے سے بچانا چاہتی ہے یا پھر اس مشورے کے پیچھے انکا کی کوئی اور سازش کارفرما ہے۔ میں سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ انکا جب پُراسرار حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے تو پھر آخر وہ کون سا خطرہ ہو سکتا ہے جس سے نمٹنا اس کے بس سے باہر ہے۔ دوسری طرف یہ خیال بھی مجھے نہ جانے کیوں پریشان کر رہا تھا کہ انکا نے اچانک نرگس اور اس کے باپ کے درمیان مصالحت کرانے کی اسکیم کیوں مرتب کر ڈالی؟ کیا اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے؟

کچھ دیر تک میں ذہن میں گڈمڈ ہونے والے ان سوالات پر غور کرتا رہا پھر میں نے انکا کی سمت دیکھا۔ وہ اب میرے سر پر اوندھی لیٹی تھی۔ اس نے دونوں کہنیاں میرے سر پر ٹیک رکھی تھیں اور اپنی ہتھیلیوں پر تھوڑی ٹکائے مجھے مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کسی سازش کے بجائے میرے لئے پیار جھلک رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے میں گڑبڑا گیا لیکن پھر میں نے بڑے محتاط لہجے میں سوال کیا۔

"کیا بمبئی میں میرے اور نرگس کے لئے کوئی خطرہ درپیش ہے؟"

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں یا نرگس کو کبھی کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ جب تک میں تم دونوں پر مہربان ہوں، تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم غیر ضروری باتیں کیوں سوچ رہے ہو جمیل؟"

"پھر تم ہمیں بمبئی چھوڑنے کا مشورہ کیوں دے رہی ہو؟ کیا اس میں کوئی خاص مصلحت ہے؟"

"ہاں۔" انکا یک لخت سنجیدگی سے بولی پھر اٹھ کر دوبارہ میرے سر پر یوں ٹہلنے لگی جیسے وہ کسی غم سے دوچار ہو۔ کوئی خیال اسے اندر ہی اندر ستا رہا ہو۔ میں خاموشی سے اس کی کیفیت کا اندازہ لگاتا رہا۔ وہ چند ساعت تک چہل قدمی کرتی رہی پھر پلٹ کر مجھ سے بولی۔

"جمیل! کیا تمہیں اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ نرگس کے باپ نے تم دونوں کو سچے دل سے معاف کر دیا ہے اور اب خود وہ تمہیں لینے آ رہا ہے؟"

"اس سے زیادہ خوشی مجھے اس بات کی ہے کہ نرگس خوش ہے۔" میں نے جلدی سے کہا پھر بولا۔ "مگر میرے بمبئی میں قیام کرنے میں کیا حرج ہے؟"

انکا نے میرے سوال پر مجھے یوں گھور کر دیکھا جیسے میرے خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں ایک پُراسرار کشش موجود تھی۔ اس نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"سنو جمیل۔ تمہارے دل میں جو وسوسے اٹھ رہے ہیں انہیں اپنے ذہن سے نکال دو۔ میرا نام انکا ہے۔ بہت سی پُراسرار قوتیں مل کر بھی مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتیں۔ مجھے ناممکن کو ممکن بنانا آتا ہے۔ تم اگر فی الحال بمبئی میں رہنا چاہتے ہو تو بڑے شوق سے رہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ جب وقت آئے گا میں تمہیں ان حالات سے باخبر کر دوں گی جس کے پیش نظر میں نے تمہیں بمبئی چھوڑنے کا مشورہ دیا تھا۔" انکا ایک ہی سانس میں کہہ گئی پھر بولی۔ "جب میں نے تم کو بڑی بڑی مصیبتوں سے نجات دلائی ہے تو میرے کسی آڑے وقت پر تم کیسے انکار کر سکتے ہو؟"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم مجھے اپنی کسی ضرورت کے تحت یہاں سے ہٹانا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ لیکن مطمئن رہو...... وہ ضرورت انسانی خون کی نہیں ہے۔"

"پھر؟" میں نے انکا کی آنکھوں میں بدستور جھانکتے ہوئے کہا۔

"جمیل۔ میں قبل از وقت تمہیں پوری تفصیل ہرگز نہیں بتاؤں گی۔ بس اتنا سمجھ لو کہ اگر اس موقع پر تم میرے کام آ گئے تو پھر تمام زندگی عیش کرو گے۔ میں تمہیں کبھی کسی بات کے لئے مجبور نہیں کروں گی۔ تم جو کہو گے وہی کروں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

انکا کی باتوں کا مقصد میں نہ جان سکا۔ بہرحال اس بات کا مجھے یقین تھا کہ وہ اس وقت مجھ سے جو کچھ کہہ رہی ہے وہ ضرور پورا کرے گی۔ میں کچھ دیر تک خالی نظروں سے انکا کو تکتا رہا۔ خلاف توقع وہ آج کچھ زیادہ ہی شرافت کی جون میں نظر آ رہی تھی۔ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"کیا میں نرگس کو بتا دوں کہ تم دوبارہ میرے سر پر آ گئی ہو؟"

"تم جانو۔" انکا نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ویسے میری مانو تو نرگس سے کچھ نہ کہو۔ بمبئی سے روانگی کے بعد اگر تم اچانک نرگس کو صورت حال سے آگاہ کرو تو زیادہ مناسب ہے۔"

میں نے انکا کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے نرگس کو دوسرے دن بھی یہ بات نہیں بتائی کہ انکا دوبارہ میرے سر پر مسلط ہو چکی ہے۔ تیسرے دن پروگرام کے مطابق نرگس کے والدین بمبئی پہنچ گئے۔ نرگس اپنے والدین کو دوبارہ پا کر خوشی سے دیوانی ہوئی جا رہی تھی۔ میں نے بھی اس کے والدین کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ گو مجھے اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ میں اپنا ایک ہاتھ گنوا چکا ہوں لیکن ان لوگوں کو چونکہ اصل واقعات کا علم نہیں تھا اس لیے مجھے کچھ زیادہ تردد نہ ہوا۔

دو روز تک گھر میں ہنگامہ اور جشن کا عالم رہا۔ تیسرے روز ہم اپنا رخت سفر جو پہلے ہی سے تیار تھا،

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

لے کر بمبئی سے روانہ ہوگئے۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ دوران سفر موقع نکال کر نرگس کو بتادوں گا کہ اس کے خوشی کے یہ اسباب انکا کے پیدا کردہ ہیں لیکن مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ نرگس زیادہ تر اپنی ماں کے پاس رہی۔ میں اس کے والد سے گفتگو میں مصروف رہا۔ بہر حال میرے لیے یہ بڑی مسرت کی بات تھی کہ نرگس کے والدین مجھے معاف کر چکے ہیں۔ ان کا برتاؤ میرے ساتھ ویسا ہی تھا جیسے شریف گھرانوں میں داماد کے ساتھ ہوتا ہے۔

نرگس کے گھر پہنچ کر جب میں نے اسے بتایا کہ انکا میرے سر پر آگئی ہے تو وہ اداس ہوگئی لیکن جب میں نے اسے تفصیل سے بتایا تو اس کے دل کا غبار چھٹ گیا۔ وہ سچ مچ انکا کو اپنا محسن سمجھ رہی تھی۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ انکا اب ہمارے معاملات میں دخل انداز نہیں ہوگی۔ نہ ہی وہ آئندہ کبھی کسی بے گناہ کے قتل پر مجھے مجبور کرے گی۔ نرگس نے ایک بیوی کی حیثیت سے میری بات پر یقین کر لیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ انکا کی میرے سر پر موجودگی سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہے۔

مجھے نرگس کے ہاں دو ماہ گزر چکے تھے۔ اس عرصے میں انکا کے اندر میں حیرت انگیز تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ وہ ہمہ وقت میرے سر پر لیٹی کسی خیال میں کھوئی سی رہتی۔ کبھی دو ایک دن کے لئے بغیر کہے کہیں چلی جاتی پھر دوبارہ خاموشی سے واپس لوٹ آتی۔ کوئی فکر اسے جیسے اندر ہی اندر گھلائے دے رہی تھی۔ وہ کچھ بیمار سی نظر آنے لگی تھی۔ میں نے اس سے پوچھنا چاہا مگر پھر خیال آیا کہ مجھے انکا سے زیادہ التفات نہیں بڑھانا چاہیے لیکن وہ اداس ہی رہی اور مجھ سے اپنے دل پر جبر نہ ہو سکا۔ انکا نے مجھے شدید ترین صدموں سے دوچار کیا تھا مگر اس کے احسانات بھی مجھ پر کم نہیں تھے۔ دو ماہ تک تو میں نے اس سے کچھ نہیں کہا لیکن ایک دن میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے چہرے کی شگفتگی روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔''

انکا میرے سوال پر گلاب کے پھول کے مانند کھل اٹھی۔ تشکرانہ نظروں سے میری طرف دیکھ کر بولی۔

''جمیل۔ مجھے حیرت ہے تمہیں میرا خیال کیوں آگیا۔ میں سمجھ رہی تھی کہ تم میری پریشانی پر خوش ہو گے!''

''انکا۔ تم نے بمبئی سے چلتے وقت کہا تھا کہ غالباً تم پر کوئی افتاد پڑی ہے لیکن تم نے تفصیل نہیں بتائی تھی۔'' میں نے بڑے خلوص سے پوچھا۔

''مجھے یاد ہے۔ انکا ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''جمیل! میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں۔ تم نے مجھے آج دل سے پکارا ہے۔ سنو، دنیا کی تمام شیطانی طاقتیں اگر مل کر بھی مجھے پریشان کرنا چاہیں تو میں تنہا ان کا مقابلہ کر سکتی ہوں لیکن ایک طاقت ایسی ہے جس کے آگے میرا کوئی زور نہیں چل سکتا۔''

''وہ بھلا کون سی طاقت ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''تمہیں اپنے پرانے دوست رام دیال کی ماں یاد ہے، اس نے تمہیں مشورہ بھی دیا تھا کہ اگر تم ایک منتر پڑھ ڈالو تو مجھے قبضے میں کر سکتے ہو لیکن تم نے انکار کر دیا تھا۔ سچ پوچھو تو مجھے تمہاری یہی بات اچھی لگی تھی۔ اس لیے میں از خود تمہارے سر پر آگئی۔ دوسری صورت میں مجھے قبضے میں کرنے کے لئے تمہیں رام دیال کی ماں کا بتایا ہوا منتر جاپ کرنا پڑتا جس کے لئے بڑی ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر کس و ناکس اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے مہان پنڈت اور پجاری بھی مجھے قبضے میں کرنے سے گھبراتے ہیں۔ اگر ان کے جاپ میں ذرا بھی بھول چوک ہو جاتی ہے تو وہ میری غذا بن جاتے ہیں۔''

میں بڑی خاموشی اور تعجب سے انکا کی گفتگو سنتا رہا پھر جب وہ خاموش ہوئی تو میں نے نہ جانے کیوں دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

''انکا۔ کیا آج کل کوئی پنڈت یا پجاری تمہیں قبضے میں کرنے کے لئے جاپ کر رہا ہے؟''

''ہاں۔'' انکا نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''مجھے حاصل کرنے کے لئے اسے ایک سو ایک دن تک اس منتر کا جاپ کرنا ہے۔ جس میں سے ستر سے زیادہ دن گزر چکے ہیں۔''

''ابھی تک اس سے کوئی بھول نہیں ہوئی؟'' میں نے تیزی سے پوچھا۔

''نہیں۔'' انکا نے پُر خیال انداز میں جواب دیا پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ ''اتفاق ہی سمجھو جمیل جو میں اس پنڈت کے اس خیال سے بروقت آگاہ نہ ہو سکی کہ وہ مجھے قبضے میں کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ ان دنوں میں انسپکٹر ساجد کے سر پر مسلط تھی۔ میں تمہیں اس حادثے کے الزام سے بچانے میں منہمک تھی۔ بس ان ہی دنوں وہ اپنے منڈل (دائرۂ حصار) میں چلا گیا۔''

''کیا اب تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں؟''

''جب تک وہ منڈل کے اندر ہے میں کچھ نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر اس سے کوئی بھول ہو جائے تو میں پلک جھپکتے میں اس کی سانس باہر نکال سکتی ہوں۔''

''اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو؟'' میں نے قدرے بے چین ہو کر سوال کیا۔

''اگر وہ کامیاب ہو گیا جمیل تو مجھے اس کا غلام بن جانا پڑے گا اور پھر اس وقت تک اس کے ہر حکم کی بجا آوری میرا فرض ہو گا جب تک وہ مر نہیں جاتا۔''

انکا نے یہ جملہ کہتے وقت مجھے ایسی حسرت بھری نظروں سے دیکھا کہ میں تڑپ اٹھا۔ اس کی نظروں میں التجا تھی، ایک درخواست جسے میں رد نہ کر سکا۔ نہ جانے کیوں اب مجھے اس تصور ہی سے ہول آنے لگا کہ انکا مجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گی۔ اس نے میرے لیے بے شمار قربانیاں دی تھیں۔ اُن گنت احسانات کئے تھے۔ مجھے اس سے انس ہو گیا تھا۔ ایسا انس جس کو میں کوئی نام نہیں دے سکتا،

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

صرف محسوس کرسکتا تھا۔اس وقت انکا کے سلسلے میں میں اس جذباتی کیفیت پر خود بھی حیران تھا۔انکا جو عرصے سے میرے سر پر مسلط رہی تھی اور اس نے مجھے دنیا کے تمام انسانوں سے علیحدہ ایک عجیب وغریب زندگی گزارنے پر مجبور کردیا تھا۔اب طویل رفاقت کے بعد مجھے اس سے ایک قلبی لگاؤ محسوس ہو رہا تھا۔وہ مجھے اداس اور دل گیر نظر آئی تو میرا جی اسے سینے سے لگانے کو چاہا۔اس کے جسم کے نشیب و فراز اپنے سر پر محسوس کرنے کے بعد پہلی بار مجھے احساس ہوا جیسے انکا کے جسم میں بڑی کشش ہو۔جیسے میں نے اس کے حسین جسم کا استحصال نہ کرکے کوئی غلطی کی ہو۔

مجھے یہ بھی خیال ہورہا تھا کہ اگر میں اس آڑے وقت میں انکا کے کام آگیا اور اسے بچانے میں کامیاب ہوگیا تو پھر یقیناً وہ میری بے دام کنیز بن کر رہے گی۔میں جو چاہوں گا وہ کروں گا۔انکا سے جو مانگوں گا وہ مجھے مل جائے گا۔ہر چند کہ خدا کا دیا ہوا میرے پاس سب کچھ موجود تھا لیکن مزید دولت کی ہوس کسے نہیں ہوتی۔انسانی فطرت یہی ہے کہ آدمی خواہ کتنا ہی دولت مند کیوں نہ ہو جائے اسے مزید دولت مند بننے کی خواہش بے چین کئے رہتی ہے۔میری کیفیت بھی اس وقت کچھ ایسی ہی تھی۔میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

''انکا۔کیا میں تمہارے کسی کام آسکتا ہوں؟''

''جمیل۔میں تم پر واری جاؤں۔تم اس وقت جو سوچ رہے ہو کاش تم پہلے سوچتے۔کاش تم نے مجھے نرگس کی طرح محسوس کیا ہوتا۔'' انکا نے وارفتگی سے کہا۔

''انکا مجھے بتاؤ میں تمہارے کیا کام آسکتا ہوں؟'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔

''جمیل۔مجھے یقین ہے تم اگر چاہو تو مجھے بچاسکتے ہو۔اس کے عوض میں تمہاری باندی بننے کو بھی تیار ہوں۔''

''میں تمہیں ہر قیمت پر اس پنڈت کے ناپاک منصوبے سے نجات دلاکر دم لوں گا۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تو انکا کھل اٹھی۔مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''جمیل۔میں نے تمہارا انتخاب غلط نہیں کیا۔تم بہت اچھے ہو مگر اب اپنے دل میں میرے لئے کوئی برائی نہ لانا۔''

''مجھے بتاؤ کہ اب مجھے اس پنڈت کے لئے کیا کرنا چاہیے؟'' میں نے جذباتی ہوکر پوچھا۔

''اتنی جلدی کی ضرورت نہیں جمیل۔کچھ دن اور رک جاؤ پھر میں تم کو اس پنڈت کے بارے میں سب باتیں تفصیل سے بتادوں گی۔''

اس رات میں نے انکا کو ایک عرصے بعد پُرسکون نیند میں محو پایا تھا۔وہ خراٹے لے رہی تھی، وہ کوئی پری معلوم ہورہی تھی۔نیند میں اس کے چہرے پر عجیب معصومیت تھی۔میں نے انکا کے سراپا کو دیکھا تو

مجھے اس پر بے اختیار پیار آگیا۔میں اسے سوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ایک حسین وجمیل ننھی عورت کو، میرے سامنے میرے مستقبل کے حسین خواب تھے۔میرے پاس انکا تھی۔پُراسرار قوتوں کی مالک۔

☆==========☆==========☆

مجھے نرگس کے ہاں آئے ہوئے ڈھائی مہینے گزر چکے تھے۔نرگس کے والدین ہمہ وقت میری تواضع میں لگے رہتے۔مجھے یہاں ہر قسم کا سکون اور آرام نصیب تھا لیکن جب سے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ کسی پنڈت نے انکا کو اپنے قبضے میں کرنے کے لئے کوئی جاپ شروع کردیا ہے، مجھے ہر وقت بے چینی سی رہتی۔میں اکثر سوچتا۔انکا اگر مجھے چھوڑنے پر مجبور ہوگئی تو میرا کیا بنے گا۔میں جو ایک عرصے سے انکا کو اپنے سر پر برداشت کئے ہوئے تھا، کیا اب اس کی فرقت برداشت کرسکوں گا؟

انکا میری ناتوانی کا سہارا بن گئی تھی۔یہ سہارا مجھ سے چھن گیا تو میرا کیا حشر ہوگا۔صورت حال نے دوسرا رخ اختیار کرلیا تھا۔انکا نے اپنے رویے میں ترمیم کرلی تھی۔اب وہ میرے لئے بے ضرر تھی اور مجھے اس سے کچھ عشق سا ہو چلا تھا۔اس نے بہت دنوں سے مجھ سے کوئی فرمائش یا مطالبہ نہیں کیا تھا، ہر وقت چپ چاپ لیٹی اپنی سوچوں میں گم رہتی۔اداس اداس انکا کو دیکھ کر مجھے اس پر ترس آنے لگتا اور اسے آزردہ خاطر دیکھ کر مجھ پر بھی اداسی چھا جاتی۔

انکا کے چہرے پر اب وہ پہلے جیسی تازگی اور شگفتگی بھی نہ رہی تھی۔شاید اس لیے کہ اس نے ڈیڑھ دو ماہ سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں چکھا تھا۔انسانی خون جو انکا کے پُراسرار وجود کو زندہ رکھنے کے لئے اس کی واحد غذا تھی۔اس کی رنگت زرد پڑتی جارہی تھی، وہ ہر وقت مضمحل سی نظر آتی، اس کی شوخ آنکھوں کی مخصوص چمک بھی رخصت ہوگئی تھی۔اس کا حسن جو کبھی ادھ کھلے گلاب کے پھول کے مانند شگفتہ شگفتہ اور شاداب نظر آتا تھا آہستہ آہستہ خزاں زدہ پنکھڑیوں کی طرح مرجھاتا جارہا تھا۔

ایک روز جب میں نرگس کے والد کے عالی شان بنگلے کے پائیں باغ میں بیٹھا ہوا عالم تصور میں انکا کی بے چارگی پر غور کررہا تھا کہ ایک خیال سے میرے ذہن میں ابھرا۔کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ انکا جان بوجھ کر اپنی زندگی ختم کرنے کے درپے ہوگئی...... ہوسکتا ہے میری طرح وہ بھی آنے والے لمحات کو محسوس کرکے ہراساں ہوگئی ہو اور اس نے قیدوبند کی زندگی پر موت کو ترجیح دینے کی ٹھان لی ہو اور دیدہ دانستہ انسانی خون سے منہ موڑ لیا ہو...... اگر یہ صورت برقرار رہی تو انکا مر جائے گی...... اس کا وجود ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا۔اس کا حسن، اس کی شوخ اور چنچل مسکراہٹ، اس کی دلکش معصوم باتیں اور اس کی پُراسرار قوتیں سب خاک میں مل جائیں گی اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوگا۔انکا نے مجھے بتایا تھا کہ ان دنوں وہ انسپکٹر ساجد کے سر پر مسلط تھی اور مجھے گاڑی والے حادثے کے سنگین الزام سے بچانے میں اس قدر منہمک تھی کہ اسے علم ہی نہ ہوسکا کہ وہ پنڈت کب اپنے منڈل (دائرہ حصار) میں چلا گیا جو اپنا

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

جاپ پورا کر کے انکا کے پُر اسرار وجود کو اپنا غلام بنانا چاہتا تھا۔

اب انکا کی جدائی مجھے کسی طرح منظور نہیں تھی۔ میں اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس وقت بھی میرے سر پر بے سدھ پڑی ہے اور لمبی لمبی سانسیں لے رہی ہے۔ یوں جیسے اب وہ واقعی اپنی زندگی سے اکتا گئی ہو۔ میں اسے دیوانہ وار دیکھتا رہا پھر اچانک میں نے سر کو زور سے جھٹکا دیا۔ مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔ انکا یوں چونک کر جاگی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھ کر ڈر گئی ہو۔ اس کے مرجھائے ہوئے رخساروں اور مضمحل نظروں میں مجھے زندگی گھٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میرا اضطراب اب سوا ہو گیا اور میں نے اسے مخاطب کر کے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

"انکا۔۔۔۔۔۔تم میری زندگی ہو۔ مجھے تمہاری یہ اداسی کھائے جا رہی ہے۔ میری جان میرے لیے زندہ رہو۔"

"جمیل۔" انکا نے مجھے ڈبڈبائی نظروں سے دیکھا پھر سرد لہجے میں بولی "میں جانتی ہوں تم میری ساری خطاؤں کو معاف کر چکے ہو۔ ہاں اب تم مجھ سے سچی محبت کرنے لگے ہو۔ اسی لیے تو میں چاہتی ہوں کہ اس منحوس گھڑی کے آنے سے پہلے اس وجود کو ختم کر دوں جب کوئی دوسرا میرا حاکم بن جائے اور میں تمہارے پاس دو گھڑی آنے سے بھی مجبور ہو جاؤں۔"

"خدارا ایسا مت کہو انکا۔ اب بات وہ نہیں رہی جو پہلے تھی اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں بھی زندہ نہ رہ سکوں گا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں تمہاری زندگی اور آزادی کے لیے سب کچھ کر گزروں گا، تمہیں اگر انسانی خون کی ضرورت ہے تو وہ بھی میں تمہیں فراہم کرنے کو تیار ہوں۔ میں اس پنڈت کو بھی جہنم رسید کر دوں گا جو تمہیں مجھ سے چھین لینے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ مجھے بتاؤ انکا کہ وہ کہاں بیٹھا اپنا ناپاک عمل کر رہا ہے۔ تمہارے لیے میں موت سے بھی ٹکرانے کو تیار ہوں۔"

"جمیل۔ مجھے معلوم ہے۔" انکا کے پھیکے ہونٹوں پر بڑا دل آویز تبسم ابھرا۔ وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی "تمہیں میرا کس قدر خیال ہے۔ کاش ایسا ہوتا کہ ہم مدتوں ایک ساتھ رہ سکتے۔"

"ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے لیے زندہ رہیں گے انکا۔ تم مجھے اس مردود پنڈت کا پتا بتا دو اس کے بعد میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔"

"جمیل۔ مجھے تمہارے اوپر پورا یقین ہے۔ اس کے باوجود میں فی الحال پنڈت کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔"

"کیوں! کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ کس جگہ بیٹھا اپنا منحوس جاپ پورا کر رہا ہے؟"

"مجھے سب کچھ معلوم ہے لیکن جب تک پنڈت اپنے منڈل میں ہے، تم بھی اس کا بال بھی بیکا نہیں

کر سکتے۔ میں جان بوجھ کر تمہیں خطرات میں نہیں ڈال سکتی۔"

"پھر۔۔۔۔۔۔اس کا تدارک کیونکر ہوگا؟"

"صبر سے کام لو جمیل۔ ابھی سترہ اٹھارہ روز اور باقی ہیں۔ اس عرصے میں کچھ نہ کچھ تدبیر تو بہر حال کرنی ہوگی۔" انکا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر دلنشین لہجے میں بولی۔ "تم میرا اتنا خیال رکھتے ہو میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

میں انکا سے گفتگو کر رہا تھا کہ نرگس باہر آ گئی۔ میں اب نرگس کی موجودگی میں اکثر انکا سے باتیں کر لیا کرتا تھا لیکن اس وقت معاملہ چونکہ دوسرا تھا اس لیے میں نے چپ سادھ لی۔ نرگس اس وقت خلاف توقع مجھے کچھ سنجیدہ نظر آ رہی تھی ورنہ جب سے وہ یہاں آئی تھی ہر وقت مسکراتی رہتی تھی۔

"کیا کوئی خاص بات ہے؟" میں نے نرگس کے قریب آنے پر اس کی سنجیدگی کی وجہ دریافت کی۔

"جمیل۔۔۔۔۔۔ میں آپ سے اس وقت ایک خاص مسئلے پر بات کرنا چاہتی ہوں؟"

"مجھے بتاؤ۔ آخر معاملہ کیا ہے؟"

"ڈیڈی آج کل بہت پریشان ہیں۔" نرگس نے آہستہ سے کہا۔ "بہت دنوں سے وہ ایک ٹھیکے کے چکر میں پڑے ہوئے تھے۔ ہزاروں روپے ان افراد کو کھلا چکے ہیں جنہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ٹینڈر ان کے نام کھولا جائے گا لیکن اب کوئی دوسری پارٹی مقابلے پر آ گئی ہے۔"

"گویا تمہارے ڈیڈی کو یہ خسارہ منظور نہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔" نرگس نے تیزی سے کہا۔ "دراصل ڈیڈی اور اس پارٹی کے درمیان بہت دنوں سے کشمکش جاری ہے اس لیے ڈیڈی نے اس معاملے کو اپنی عزت کا مسئلہ بنا لیا ہے۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" میں نے نرگس کا مفہوم نہ سمجھتے ہوئے دریافت کیا۔ کاروباری معاملات اور پھر نرگس کے والد کے اندرونی معاملات میں، میں نے کبھی دخل نہیں دیا تھا اس لیے میں فوری طور پر یہ نہ سمجھ سکا کہ نرگس اس سلسلے میں مجھ سے کیا چاہتی ہے۔

میرا جواب سن کر نرگس ایک لمحے کے لیے چپ رہی پھر راز داری سے بولی۔

"جمیل۔۔۔۔۔۔ یہ ڈیڈی کی عزت کا معاملہ ہے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ آپ انکا سے مدد کرنے کو کہیں۔"

انکا جو اب تک خاموش بیٹھی میری اور نرگس کی گفتگو سن رہی تھی، ایک دم اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر اس سے پیشتر کہ میں نرگس کی بات کا کوئی جواب دیتا، انکا نے سرگوشی کی۔

"جمیل۔ میں معاملے کی تہ تک پہنچ گئی ہوں۔ اصل معاملہ کیا ہے، اس کا علم نرگس اور اس کے باپ کو بھی نہیں ہے۔ تم نرگس سے کہہ دو کہ ٹینڈر اسی کے والد کے نام کھلے گا۔"

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میں نے نرگس کو انکا کا جواب سنایا تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ قبل از وقت اپنے والد سے کچھ نہ کہہ دے اس لیے میں نے اسے سمجھا دیا کہ فی الحال وہ انکا کے جواب کو راز میں رکھے اور اپنے والد سے صرف اتنا کہہ دے کہ میں اپنے ایک واقف کار کے ذریعے معاملات طے کرا دوں گا۔ نرگس پوری طرح مطمئن ہو کر چلی گئی تو انکا نے مجھے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

''جس شخص نے تمہارے سسر سے رقمیں کھائی ہیں' یہ سب اسی کی بدمعاشی ہے۔ دوسری پارٹی کو وہی شخص مقابلے پر لایا ہے۔''

''پھر۔ اب تم کیا کرو گی؟''

''تم میرے دوست ہو جمیل۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ تمہیں صرف مجھے اس شخص کے گھر تک لے چلنا ہوگا۔'' انکا نے آخری جملہ بڑی اداسی سے کہا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''میں تمہیں تکلیف نہ دیتی جمیل لیکن نقاہت کی وجہ سے مجھ سے ہلا بھی نہیں جاتا۔''

میں نے انکا کے خزاں زدہ چہرے کو دیکھا تو مجھے ایک دھچکا سا لگا۔ مصلحتاً میں اس وقت چپ رہا۔ اسی رات کھانے سے فارغ ہو کر میں حسب معمول ٹہلنے کے بہانے باہر نکلا اور اس شخص کے گھر کی سمت چل پڑا جس نے نرگس کے والد سے ٹینڈر کے سلسلے میں دھوکے بازی کی تھی۔ انکا میری رہبری کر رہی تھی۔ وہ ایک خوب صورت بنگلہ نما مکان تھا۔ انکا کے کہنے پر میں بے دھڑک مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ انکا نے مجھے بتایا تھا کہ مطلوبہ شخص اس وقت گھر پر رہتا ہے اور اس کے بیوی بچے کسی تقریب میں گئے ہوئے ہیں۔ میں نے دروازے پر پہنچ کر گھنٹی بجائی تو ایک ناٹے قد اور دوہرے بدن کا آدمی باہر نکلا۔ اس وقت وہ ریشمی ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس تھا۔ چہرے سے انتہائی مکار نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر بڑے خشک لہجے میں بولا۔

''کون ہو تم اور اتنی رات گئے یہاں کس لیے آئے ہو؟''

میں نے اسے سرتاپا گھور کر ایک نظر دیکھا۔ ''محترم' میں ایک خاص ضرورت کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔ بات تفصیل طلب ہے اس لیے کیا آپ مجھ سے بیٹھنے کو بھی نہیں کہیں گے؟''

''کس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتے ہو؟''

''مسٹر اصفہانی کے ٹینڈر کے سلسلے میں۔'' میں نے قدرے ناگوار انداز میں جواب دیا۔

''گیٹ آؤٹ۔'' وہ شدید نفرت سے بولا۔ ''میں اصفہانی کے سلسلے میں......''

لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتا' باقی کام میں نے اس طرح انجام دیا جیسے کوئی کمپیوٹر اپنے فرائض انجام دے۔ میں اس کمپیوٹر کی طرح جس کا بٹن انکا کے ہاتھ میں تھا' تیزی سے اپنا کام کرنے لگا۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

دوسرے ہی لمحے میں نے اس کی چھاتی پر سوار ہو کر اس کی گردن پر اپنی گرفت جمائی اور اپنے فولادی ہاتھ کے حلقے کو تنگ کرتا چلا گیا۔ کچھ دیر تک وہ ماہی بے آب کی طرح میرے جسم کے بوجھ تلے تڑپا پھر ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔ اس کی حلقوں سے ابلی ہوئی خوفناک آنکھیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ اب وہ ایک دو گھڑی کا مہمان ہے۔ اس کی سانس اکھڑ چکی تھی۔

میں نے اسے عالم وحشت اور کیفیت غضب میں ایک بار پھر ضرب پہنچائی لیکن پھر اس خیال سے کہ میں اس وقت بہت نازک صورت حال سے دوچار ہو چکا ہوں' پکڑا بھی جا سکتا ہوں' میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں بوکھلا کر واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ انکا کی سرگوشی میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''جمیل۔ وہ مر رہا ہے' مرنے سے پہلے نہ جاؤ۔ میرے لیے ایک ٹھوکر مار کر اس کا سر پھاڑ دو۔ اس کا کام بھی تمام ہو جائے گا اور میں تمہاری خاطر اپنے وجود کو برقرار رکھ سکوں گی۔''

انکا کی آواز آئی تو میرے اوسان درست ہوئے۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید میں نے انکا کی محبت میں لاشعوری طور پر یہ سب کچھ کیا ہے۔ میں نے نفرت سے ایک بھرپور ٹھوکر جاں بلب شخص کے سر پر ماری تو خون کی دھار پھوٹ پڑی۔ اس کے بعد میں نے انکا کو سرشار نظروں سے دیکھا جو میرے سر پر کھڑی اپنی زبان ہونٹوں پر پھیر رہی تھی۔ تازہ اور گاڑھا گاڑھا خون دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ کہنے لگی۔

''جمیل۔ تم اب یہاں سے فوراً کھسک لو ورنہ پکڑے جاؤ گے۔ سیدھے گھر جانا۔ کیا سمجھے۔''

''لیکن اس کے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''ان کی فکر مت کرو۔ میں ابھی زندہ ہوں۔''

مردہ شخص پر ایک نظر ڈال کر واپسی کے ارادے سے میں گھوما تو انکا نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''سنو جمیل۔ تم گھر جاتے ہوئے اس ٹھیکیدار کو فون کر کے یہاں پہنچنے کی ہدایت کر دو جس نے تمہارے سسر کے معاملے میں ٹانگ پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ باقی کام میں کر لوں گی۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''

میں انکا کی ہدایت ذہن نشین کرتا ہوا باہر آ گیا۔ راستے میں ایک بوتھ سے میں نے دوسرے ٹھیکیدار کے نمبر پر فون کر کے اسے بدلی ہوئی آواز میں مقتول کے گھر پہنچنے کی ہدایت کی پھر سیدھا گھر آ گیا۔ نرگس اپنے والد اور والدہ کے ساتھ دوسرے کمرے میں موجود تھی۔ چنانچہ میں خاموشی سے اپنی خوابگاہ میں جا کر لیٹ رہا۔ میرا خیال تھا کہ نرگس آئے گی تو اسے حالات سے مطلع کر دوں گا لیکن نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ صبح اس وقت میری آنکھ کھلی جب نرگس نے مجھے جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔ اس کے چہرے پر تشویش اور فکر کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ ہاتھ میں تازہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اخبار لیے وہ مجھے عجب سراسیمہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ رات جو کچھ ہوا تھا' میں اسے یکسر فراموش کر چکا تھا۔ یوں بھی مجھے جس انداز میں جگایا گیا تھا اس نے میری تمام تر توجہ نرگس کی سمت مبذول کر دی تھی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''کیا بات ہے۔ تم کچھ پریشان نظر آ رہی ہو؟''

''پہلے یہ بتایئے جمیل کہ انکا اس وقت آپ کے سر پر موجود ہے یا نہیں؟''

نرگس نے انکا کا حوالہ دیا تو رات والا حادثہ مجھے اچانک یاد آ گیا۔ میرا دل چاہا کہ نرگس کو واقعات سے باخبر کر دوں لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے گمان ہوا' ممکن ہے وہ پریشان ہو جائے۔ میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔ عالم تصور میں سر کی جانب دیکھا تو انکا کو محو خواب پایا۔ اس کے چہرے پر اب زندگی رقصاں تھی۔ سوکھے مرجھائے ہوئے گالوں پر سرخی موجود تھی۔ یقیناً یہ تمام علامتیں اس بات کا ثبوت تھیں کہ رات اس نے اپنے وجود کو انسانی خون سے جی بھر کر سیراب کیا ہے۔ انکا کے چہرے پر مسرتیں دیکھ کر مجھے نہ جانے کیوں ایک عجیب روحانی خوشی کا احساس ہوا لیکن میں نے اسے اپنے چہرے سے عیاں نہ ہونے دیا' اور بدستور اپنے تجسس کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

''انکا تو موجود ہے..... لیکن آخر بات کیا ہے۔ تم اس قدر پریشان کیوں نظر آ رہی ہو؟''

''جمیل۔ جس شخص نے ڈیڈی سے لمبی لمبی رقمیں کھائی تھیں اور جس ٹھیکیدار نے ٹینڈر کے سلسلے میں درمیان میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی وہ دونوں حیرت انگیز طور پر حادثے کا شکار ہو گئے۔ یہ دیکھو۔''

نرگس نے اخبار میرے سامنے کر دیا۔ میں نے اخبار نرگس کے ہاتھوں سے لے کر پڑھنا شروع کر دیا۔ پہلے ہی صفحے پر جلی سرخیوں کے ساتھ قاتل اور مقتول کے بارے میں پوری تفصیل درج تھی، پولیس رپورٹ کے مطابق ٹھیکیدار کو رنگے ہاتھوں جائے وقوعہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔ قاتل کا بیان بہت صاف تھا' اس نے پولیس کو یہی بیان دیا تھا کہ مقتول نے اسے ٹھیکہ دلانے کے بہانے بڑی بڑی رقمیں کھائیں پھر بعد میں منکر ہو گیا۔ اس نے طیش میں آ کر اسے ہلاک کر دیا۔ کیس بظاہر بالکل صاف تھا، لیکن پولیس کے حلقوں میں یہ بات موضوع بحث بنی ہوئی تھی کہ مقتول کے جسم کا سارا خون کیونکر غائب ہو گیا۔ ٹھیکیدار نے اس ضمن میں لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

اخبار پڑھ کر میں نے نرگس کی طرف دیکھا جو مجھے اب بھی حیرت آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے تیزی سے کہا۔

''جمیل۔ کیا آپ کو اس واردات میں انکا کا ہاتھ نظر نہیں آ رہا؟''

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔ بہرحال اب تمہارے ڈیڈی کے لیے میدان صاف ہو گیا ہے۔'' میں نے بات کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ ''ان کا کیا خیال ہے اس بارے میں؟''

''ڈیڈی نے اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا مگر میرا اندازہ یہی ہے کہ آج کا اخبار پڑھ کر انہیں خوشی ہوئی ہے۔''

''یقیناً ہوئی ہو گی۔'' میں نے کہا۔ ''دنیا کا عجب دستور ہے نرگس۔ ایک کا غم دوسرے کی خوشی کا سبب بنتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دنیا کا کوئی انسان کبھی ہنستا بولتا نظر نہ آئے۔''

''آپ کا کہنا ٹھیک ہے لیکن مجھے اس خبر کو پڑھ کر دکھ ہوا ہے۔ میں اس حد تک نہیں چاہتی تھی کہ بات بڑھے۔''

میں نرگس کی بات کا جواب دینے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس کے ڈیڈی کمرے میں داخل ہوئے۔ نرگس جلدی سے اٹھ کر مجھ سے دور ہو گئی۔ میں نے بڑے ادب سے سلام کیا تو انہوں نے دعائیں دینی شروع کر دیں۔ کچھ دیر بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر کہا۔

''جمیل بیٹے۔ تم نے آج کا اخبار دیکھا؟''

''جی ہاں۔'' میں نے نیازمندی سے جواب دیا۔ ''اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے جو جیسا کرتا ہے ویسا ہی بھرتا ہے۔''

''ڈیڈی۔'' نرگس نے درمیان میں بولتے ہوئے پوچھا۔ ''مقتول کی بیوی اور بچوں کا اب کیا بنے گا؟''

''بیٹی جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا' ضرور کروں گا۔''

باپ بیٹی کے درمیان خاصی دیر تک اس مسئلے پر بات ہوتی رہی۔ نرگس کے والد مقتول کے گھر والوں کے سلسلے میں اپنی ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ ان کے چہرے پر خوشی دمک رہی تھی۔ مقتول کے ورثاء یا قاتل کی گرفتاری سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا۔ انہیں تو بس اس بات کی خوشی تھی کہ اب ٹینڈر انہی کے نام کھلے گا۔ اس ٹھیکے میں نرگس کے والد کو ڈھائی لاکھ کی آمدنی متوقع تھی۔

کچھ دیر بعد نرگس اور اس کے ڈیڈی اٹھ کر چلے گئے تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اخبارات میں واردات کی مکمل تفصیل پڑھ لینے کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا تھا کہ اب مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ انکا کی قوتیں واقعی لامحدود تھیں۔ اس نے خوبصورتی سے حالات پر اپنی گرفت جمائی تھی۔ مجھے انکا میں رونما ہونے والی تبدیلی پر بھی بے حد مسرت تھی۔ اس وقت وہ بڑے خوب صورت انداز میں میرے سر پر سو رہی تھی۔ اس کے پتلے پتلے اور نازک نازک ہونٹوں پر زندگی مسکرا رہی تھی۔ جن رخساروں پر کل تک خزاں کا تسلط تھا وہاں اب شفق کی سرخی پھیلی نظر آ رہی تھی۔ میں عالم تصور میں نہ جانے کب تک انکا کو محو خواب دیکھتا رہا اور اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتا رہا۔ انکا نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ اگر میں نے اسے پنڈت کی غلامی میں جانے سے بچا لیا تو وہ ہمیشہ میری باندی بن کر رہے گی۔ کبھی میرے کسی حکم

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

سے انکا نہیں کرے گی..... آنے والے خوش آئند مستقبل کے حسین خواب میری روح کو تازگی بخش رہے تھے۔ میں اپنے خیالوں کی دنیا میں گم تھا کہ انکا ایک تو بہ شکن انگڑائی لے کر بیدار ہو گئی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو ہونٹوں پر ایک شوخ مسکراہٹ بکھیر کر بولی۔

''کیسے ہو جمیل۔ رات کیسی گزری؟''

''خوب نیند آئی۔'' میں نے مسکرا کر جواب دیا پھر اسے اخبار میں شائع ہونے والی تفصیل کے بارے میں بتانے لگا۔ انکا گھٹنوں پر سر ٹکائے میری باتیں سنتی رہی۔ میں چپ ہوا تو اس نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

''جمیل۔ تمہارا حکم جو تھا اس لیے میں نے حالات کو تمہارے سسر کے حق میں کر دیا لیکن تمہارے یہ اصفہانی صاحب بھی بہت گہرے آدمی ہیں۔ جو کچھ اوپر سے نظر آتے ہیں وہ اندر سے نہیں ہیں۔ کبھی تم نے اس کے بارے میں غور کیا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''مطلب بہت صاف ہے جمیل۔'' انکا نے طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں تو معلوم ہے کہ اصفہانی صاحب کروڑوں کی جائیداد کے مالک ہیں۔ چار پانچ بینکوں میں اکاؤنٹ رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں انہیں لاکھ دو لاکھ کے نقصان کی بھلا کیا پروا ہو سکتی ہے..... مگر کل رات مجھے معلوم ہوا کہ اصل چکر کیا ہے۔ معاملات کچھ اور ہی ہیں۔''

''صاف صاف بتاؤ مجھے کہ معاملہ کیا ہے؟'' میں نے بے چینی سے پوچھا تو انکا نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

''میرا خیال ہے تم سے کچھ چھپانا مناسب نہیں مگر ہاں جو کچھ میں کہوں' نرگس سے ان باتوں کا تذکرہ نہ کرنا ورنہ اسے صدمہ ہوگا۔ بات دراصل یہ ہے کہ تمہارے سسر نے ایک دوسری عورت بھی کر رکھی ہے جس کا علم نرگس یا اس کی ماں کو نہیں ہے۔ عورت حسین ہونے کے ساتھ ساتھ بلا کی ہوشیار ہے۔ اس نے تمہارے سسر کو اپنے ناز نخروں کے حسین جال میں پوری پوری طرح پھانس رکھا ہے اور دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی ہے۔ اصفہانی صاحب جو یہ کاروباری مصروفیات کا بہانہ کر کے رات کو دیر تک غائب رہتے ہیں یہ سب بکواس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نازلی نے انہیں پوری طرح اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔''

''کیا نازلی اس عورت کا نام ہے؟'' میں نے حیرت سے دریافت کیا۔ انکا کی زبانی یہ انکشاف سن کر میری عقل دنگ رہ گئی۔ میں کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ اصفہانی صاحب جو بظاہر انتہائی فرشتہ خصلت اور نیک نفس نظر آتے ہیں' بباطن اس قدر گہرے اور چھپے رستم بھی ہو سکتے ہیں۔

انکا میرا سوال سن کر مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی اور کمر پر ہاتھ رکھ کر محبوبانہ انداز میں بولی۔

''ہاں جمیل۔ نازلی اس عورت کا نام ہے جو گزشتہ دو برس سے تمہارے سسر کی آغوش گرم کیے ہوئے ہے۔ بڑی ہی حسین اور صحت مند ہے۔ اصفہانی صاحب کے پاس آنے سے پیشتر وہ ایک مقامی مجسٹریٹ کی داشتہ رہ چکی ہے۔ اسی مجسٹریٹ نے نازلی کو اصفہانی صاحب سے ملایا تھا۔ بعد میں تمہارے سسر نے اپنی بے پناہ دولت کا مظاہرہ کیا تو نازلی پکے ہوئے آم کی طرح ان کی آغوش میں آ گئی۔ اصفہانی صاحب نے اسے پوشیدہ طور پر یہیں ایک خوب صورت بنگلے میں چھپا رکھا ہے جس کا علم مجسٹریٹ کو نہیں۔ جس روز بھی اسے پتا چل گیا کہ تمہارے سسر نے دوستی کی آڑ میں شکار کھیلا ہے اسی روز دونوں میں ٹھن جائے گی۔ ان کی یہ کمزوری ٹھیکیدار کو بھی معلوم ہو گئی تھی۔

''ویسے یہ حقیقت ہے کہ نازلی بڑی جاندار عورت ہے۔ سچ کہتی ہوں جمیل اگر تم بھی اسے ایک بار دیکھ لو تو ریشہ خطمی ہو جاؤ۔ تمہیں اپنی کملا تو یاد ہے نا۔ وہی جس نے تمہارے ساتھ ایک رات گزاری تھی پھر میرے کہنے پر تم نے اسے چوپاٹی لے جا کر مار ڈالا تھا! تمہیں کملا بہت پسند تھی نا! اگر تم نازلی کو دیکھ لو تو کملا کا مدھم سا تصور بھی کبھی تمہارے قریب نہیں پھٹک سکتا..... کیا خیال ہے جمیل..... ملو گے نازلی سے؟''

کوئی اور موقع ہوتا تو ممکن تھا انکا کی زبانی نازلی کی خوب صورتی کی تعریف سن کر میں متزلزل ہو جاتا لیکن یہاں معاملہ نرگس کے ڈیڈی کا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ نرگس یا اس کی والدہ کو حالات کا پتا چل جاتا تو ایک قیامت آ جاتی۔ ان کے گھر کا سکون درہم برہم ہو جاتا۔ میں دیر تک حالات کے نئے رخ پر غور کرتا رہا پھر بولا۔

''انکا۔ کیا تم کوئی ایسا چکر نہیں چلا سکتیں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔''

''تم کوئی بات کہو اور میں نہ مانوں' بھلا یہ کیسے ممکن ہے لیکن میری مانو تو کچھ دنوں اس چکر کو اور چلنے دو۔ مجھے یقین ہے نازلی زیادہ دنوں تک تمہارے سسر پر اکتفا نہیں کر سکتی۔ جس روز اسے اصفہانی صاحب سے زیادہ موٹی اسامی مل گئی وہ اس کے ساتھ چھو منتر ہو جائے گی۔''

''لیکن اس عرصے میں تو وہ نرگس کے والد سے لاکھوں کی رقم اور ہتھیا لے گی۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''تمہیں اس کا غم کیوں ہے۔'' انکا نے شوخی سے کہا۔ ''تمہارے سسر نے اتنی ساری دولت بھلا کون سی ایمانداری سے جمع کی ہے۔ تم جو یہ ٹھاٹ باٹ دیکھ رہے ہو' یہ سب دھوکے اور فریب سے بٹوری ہوئی دولت کا کرشمہ ہے۔ اگر نازلی اس میں سے کچھ لے لیتی ہے تو کیا حرج ہے! کبھی تم بھی عورتوں پر پانی کی طرح بے دریغ.....''

''ان باتوں کو چھوڑو۔'' میں نے جلدی سے انکا کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''یہاں معاملہ نرگس اور

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اس کی ماں کا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ نازلی کا کانٹا درمیان سے جتنی جلدی نکل جائے اتنا ہی اچھا ہے۔''

''اف...... تم تو بہت ڈرتے ہو۔ میں اس مجسٹریٹ کو حقیقت حال سے آگاہ کردوں گی۔ بعد میں وہ خود ہی تمہارے سسر سے نمٹ لے گا۔''

''لیکن اس طرح تو بات بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔''

''اس سے بھی آسان کوئی طریقہ بتاؤں۔'' انکا نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم نازلی سے دوستی کیوں نہیں کر لیتے۔ لڑکی بڑی شاداب ہے پھر میں ایسے حالات پیدا کردوں گی کہ وہ تمہارے سسر سے دل برداشتہ ہو کر تمہاری طرف راغب ہو جائے گی۔''

''کیا تم سنجیدگی سے اس مسئلے کا کوئی حل نہیں تلاش کرسکتیں۔'' میں نے انکا کو شرارت کے موڈ میں پایا تو برہمی سے کہا۔

''بس تمہاری یہ عادت ہی تو مجھے بھاتی ہے۔ اتنی جلدی برامان گئے جمیل۔'' انکا نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔ ''تمہیں چھیڑنے میں بڑا لطف آتا ہے۔''

''یہ دل لگی کی بات نہیں ہے انکا بلکہ نرگس کی ماں کے مستقبل اور اس گھر کے سکون کا سوال ہے۔''

''ٹھیک ہے جمیل۔'' انکا بولی۔ ''مجھے نرگس اور اس کی ماں سے ہمدردی ہے اسی لیے تو میں نے تمہارے سسر کا یہ راز تمہیں بتادیا۔ تم اگر چاہو تو میں نازلی کا چکر ختم کرا سکتی ہوں لیکن کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ تمہارے سسر کو اپنے کئے کی تھوڑی بہت سزا بھی مل جائے۔ اس طرح وہ آئندہ اپنی بیوی کی حق تلفی بھی نہیں کرسکیں گے۔''

''نہیں۔ یہ مناسب نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''کوئی ایسی تدبیر کرو کہ سب کچھ آسانی سے ختم ہو جائے۔''

''اگر یہ تمہارا حکم ہے تو میں ایسا ہی کروں گی لیکن مجھے اتنی اجازت دے دو کہ میں کم از کم تمہارے سسر کو ڈرا ضرور دوں۔ کچھ احساس شرمندگی تو ہونے دو انہیں۔ یقین کرو میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی نہ ہی کسی کو اصل حالات کا علم ہو سکے گا۔''

''میں تمہیں اس کی اجازت بھی اس شرط پر دے رہا ہوں کہ بات طشت از بام نہ ہونے پائے۔''

انکا کو سمجھانے بجھانے کے بعد میں نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا پھر ناشتے کے لیے باہر آ گیا جہاں گھر کے دیگر افراد بھی موجود تھے۔ نرگس ہنوز صبح والی اطلاع سے کچھ اداس نظر آرہی تھی۔ اس کی ماں کا چہرہ سپاٹ تھا لیکن میرے سسر کے چہرے پر اس وقت بھی خوشی کے تاثرات جھلک رہے تھے۔ انکا کی فراہم کردہ اطلاعات کی روشنی میں اپنے سسر کو میں نے بغور دیکھا تو نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ بے حد گہرا آدمی ہے۔ بہرحال میں نے جیسے تیسے ناشتا کیا پھر اٹھ کر دوبارہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد نرگس بھی آگئی۔ آتے ہی اس نے پھر مجھ سے اخبار والی اطلاع کے سلسلے میں جرح

شروع کردی۔

''جمیل...... کیا آپ نے انکا سے اس سلسلے میں دریافت کیا......؟''

''ہاں۔'' میں نے جھوٹ بولا۔ ''اسے اس ضمن میں کچھ نہیں معلوم۔''

''مجھے رہ رہ کر مقتول کے بیوی بچوں کا خیال ستا رہا ہے۔ نہ جانے ان بے چاروں کا کیا ہوگا؟''

''میرا خیال ہے تمہارے ڈیڈی ان کی ضرور مدد کریں گے۔''

''دولت سے کیا ہوگا۔ وہ دوبارہ زندہ تو نہیں ہو سکے گا۔''

نرگس ابھی تک متفکر نظر آرہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اچھا ہوا میں نے اسے حالات سے باخبر نہیں کیا ورنہ ممکن تھا کہ وہ مجھ سے بھی متنفر ہو جاتی۔ میں نے گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر واپس بمبئی چلنے کا ذکر چھیڑ دیا۔ نرگس نے واپسی کا نام سنا تو بڑے پیار سے میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔

''کیا یہ نہیں ہو سکتا جمیل کہ اب ہم یہیں رہیں؟''

''مگر بمبئی کے کاروبار کا کیا ہوگا؟''

''وہاں ہم اپنا کوئی دوسرا آدمی تعینات کردیں گے؟''

''ہو تو سکتا ہے مگر میں یہاں پڑے رہنا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔''

''میں ڈیڈی سے اس سلسلے میں بات کر چکی ہوں۔'' نرگس نے میرے اور قریب ہوتے ہوئے کہا۔ ''ڈیڈی کا کہنا ہے کہ وہ آپ کو یہیں کاروبار کرادیں گے اور ہاں... ان کا خیال ہے کہ پلاسٹک سرجری کے بعد آپ کے ہاتھ کی بدنمائی بھی بہ آسانی دور ہو جائے گی۔''

ذاتی طور پر میرا بھی یہی خیال تھا کہ ابھی کچھ دن اور نرگس کے ہاں قیام کیا جائے اس لئے کہ ابھی مجھے اس پنڈت سے بھی دو دو ہاتھ کرنے تھے جو میری انکا کو غلام بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے نرگس کو خوش کرنے کے لئے کہہ دیا کہ میں اس کی رائے سے متفق ہوں بشرطیکہ میرا کاروبار علیحدہ ہو جائے۔ نرگس مسرت میں جھومتی ہوئی اٹھ کر باہر چلی گئی۔ غالباً وہ اپنے والدین کو میرے فیصلے سے آگاہ کرنے گئی تھی۔

دن کا کھانا کھانے کے بعد میں آرام کی غرض سے لیٹ رہا۔ شام کو پانچ بجے جاگا تو موسم بہت خوشگوار ہو رہا تھا۔ نرگس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے میرے بیدار ہونے کا خیر مقدم کیا۔ مجھے خوشی تھی کہ نرگس اب صحت مند ہوتی جارہی تھی اور انکا کے سلسلے میں اب اس کی تشویش بھی جاتی رہی تھی۔

انکا کا تصور ذہن میں ابھرا تو میں نے کن انکھیوں سے اپنے سر کی جانب دیکھا لیکن میرا دل دھک سے رہ گیا۔ انکا اس وقت میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ میری پریشانی بڑھنے لگی۔ میرے دل میں ہزاروں وسوسے جاگ اٹھے۔ عام حالات میں اگر وہ غیر موجود ہوتی تو مجھے اتنی فکر لاحق نہ ہوتی لیکن موجودہ

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

صورت حال میرے لیے بے حد پریشان کن تھی۔

انکا نے مجھے بتایا تھا کہ جو پنڈت اسے غلام بنانے کے چکر میں ہے اسے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے ایک سو ایک دن تک جاپ کرنا ہوگا۔ میں نے انکا کے بیان کی روشنی میں جو حساب لگایا اس اعتبار سے ابھی پنڈت کے جاپ کو پورا ہونے میں چودہ پندرہ دن باقی تھے مگر انکا کی غیر حاضری نے مجھے مضطرب کردیا۔ میں سوچنے لگا کہیں میرا حساب غلط تو نہیں ہے...... ممکن ہے خود انکا نے حساب لگانے میں غلطی کی ہو...... کہیں پنڈت اپنے منصوبے میں کامیاب تو نہیں ہوگیا؟ کہیں انکا پنڈت کے قبضے میں تو نہیں چلی گئی...... اگر ایسا ہوا تو یہ بہت برا ہوگا۔ انکا نے مجھے پنڈت کے بارے میں نہ بتا کر حماقت کی تھی۔ نہ جانے اب وہ کس حال میں ہوگی؟ مجھ سے کبھی مل بھی سکے گی یا نہیں؟

میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا۔ مجھے انکا پر شدید تاؤ آرہا تھا۔ وہ اگر چاہتی تو جانے سے پہلے مجھے آگاہ بھی کرسکتی تھی پھر اس نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ نرگس نے میرے چہرے کی کیفیت کو اچانک تبدیل ہوتے دیکھا تو حیران ہوکر بولی۔

"کیا بات ہے جمیل۔ آپ اچانک سنجیدہ کیوں ہوگئے؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "یوں ہی ذرا اپنے کاروبار کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

نرگس کے ساتھ کھانے کے کمرے میں جاکر میں نے شام کی چائے پی۔ میز پر نرگس کے والدین بھی موجود تھے۔ ادھر ادھر کی رسمی گفتگو کا سلسلہ بھی جاری رہا تھا لیکن میں بس ہوں ہاں کرکے بات ٹال رہا تھا۔ حقیقت میں میرا ذہن اس وقت بھی انکا کی گمشدگی سے پریشان ہو رہا تھا۔ چائے پی کر میں روز مرہ کے معمول کے مطابق پائیں باغ جانے کے بجائے دوبارہ اپنی خواب گاہ میں آگیا۔ نرگس اپنی والدہ کے ساتھ پڑوس میں چلی گئی تھی۔

رات کے آٹھ بجے تو میری تشویش دوچند ہوگئی۔ میری کیفیت اس اختلاجی مریض سے مختلف نہ تھی جسے کھلی ہوا میں رکھنے کے بجائے بند کمرے میں بند کردیا گیا ہو۔ انکا کی غیر حاضری کو بہرحال تین گھنٹے سے زیادہ ہوچکے تھے۔ نرگس بھی پڑوس سے اب تک واپس نہیں آئی تھی۔ میں نے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنا شروع کردیا لیکن ابھی مجھے ٹہلتے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے معاً یہ خیال گزرا کہ انکا میرے سر پر دوبارہ آگئی ہے

"تم کہاں غائب ہوگئی تھیں۔ تمہاری غیر حاضری نے مجھے شدید الجھن میں مبتلا کردیا تھا اور تم مسکرا رہی ہو...... بغیر کچھ کہے سنے کہاں چلی گئی تھیں؟"

"مجھے افسوس ہے جمیل کہ تمہیں میری خاطر پریشان ہونا پڑا" انکا نے بڑے انداز سے جواب،

پھر اپنے کانوں کو چھو کر کہا۔ "لو...... وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ تم سے کہے بغیر کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"مگر تم اب تک کہاں تھیں؟" میں نے قدرے نرمی سے دریافت کیا۔

"میں ذرا نازلی کے سر پر چلی گئی تھی اور اب پھر جارہی ہوں۔ تمہاری پریشانی کے خیال سے واپس آگئی تھی۔"

"تم نے ابھی تک مجھے اس پنڈت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"اس کا جاپ مکمل ہونے میں ابھی چودہ دن باقی ہیں اس لیے تم پریشان مت ہو۔" انکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آج میں تمہیں ایک بڑا دلچسپ ڈراما دکھانا چاہتی ہوں۔ تم نو بجے تیار ہوکر ڈرائنگ روم میں پہنچ جانا۔ وہاں تمہارے سسر اور وہ مجسٹریٹ صاحب بھی موجود ہوں گے جو ابھی تک نازلی کے سلسلے میں ٹھنڈی آہیں بھرتے رہتے ہیں۔"

"انکا" میں نے کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "تم مجھ سے وعدہ کرچکی ہو کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جس سے نرگس کے والدین پر کوئی حرف آسکے۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گی جمیل لیکن فی الحال تم اس سے زیادہ اور کچھ نہ پوچھنا ورنہ تماشے کا سارا مزہ جاتا رہے گا۔ اچھا! اب میں جارہی ہوں۔ تم نو بجے تک ڈرائنگ روم میں ضرور پہنچ جانا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں انکا سے کچھ دریافت کرتا' وہ کسی چھلاوے کی طرح پھدک کر میرے سے اتر گئی۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی تو سوا آٹھ بج رہے تھے۔ ایک بار پھر مجھے انکا پر تاؤ آنے لگا۔ وہ مجھے پیش آنے والے حالات کے بارے میں کچھ بتائے بغیر منٹوں میں اڑن چھو ہوگئی تھی۔ گو مجھے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ انکا اپنے وعدے سے منحرف نہیں ہوگی تاہم مجھے فکر لاحق تھی کہ دیکھیں وہ نازلی کے سلسلے میں کیا گل کھلاتی ہے۔ مجسٹریٹ صاحب جن کا نام صابر علی تھا' نرگس کے والد کے پرانے دوستوں میں سے تھے۔ اکثر وہ میرے سسر سے ملنے آتے رہتے تھے لیکن یہ بات شاید ان کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھی کہ اصفہانی صاحب نے دوستی اور دولت کی آڑ لے کر ان کی منظور نظر نازلی بیگم کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔

آدھے گھنٹے تک میں اپنی خواب گاہ میں ہی رہا پھر کپڑے تبدیل کرکے ڈرائنگ روم میں آگیا جہاں میرے سسر اور نرگس کے علاوہ صابر علی بھی براجمان تھے۔ میں نے دل پر جبر کرکے انہیں سلام کیا پھر نرگس کے برابر والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ صابر علی دھواں دھار تقریر میں مصروف تھے کہ گھڑیال نے نو بجائے اور ٹھیک اسی وقت باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سن کر نہ جانے کیوں میرا دل دھڑکنے لگا۔

"باہر کوئی مہمان آیا ہے شاید......" میری ساس نے کہا۔

"میں دیکھتی ہوں جاکر۔" نرگس یہ کہتے ہوئے اٹھی ہی تھی کہ مجھے ڈرائنگ روم کے دروازے پر اتنی

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

حسین عورت نظر آئی کہ میں چند لمحوں کے لئے اس کے حسن کی رعنائیوں میں گم ہو کر رہ گیا پھر جو میں نے نظر گھما کر اپنے سسر اور صابر علی کے چہرے پر نظر ڈالی تو ان دونوں کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ نرگس اور اس کی والدہ بھی دروازے پر کھڑی ہوئی آنے والی عورت کو تعجب خیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ عورت نازلی کے سوا کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔ دروازے کے بیچ کھڑی وہ صابر علی کو خوں نخوار نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

''فرمایئے بہن۔ آپ کو کس سے ملنا ہے؟'' میری ساس نے صوفے سے اٹھتے ہوئے بڑے مہذب لہجے میں پوچھا لیکن اس کا جواب جس غیر مہذب انداز میں ملا وہ میرے لئے بھی غیر متوقع تھا۔

''شٹ اپ۔ میں تم سے بات کرنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔'' نازلی نے میری ساس سے کہا پھر دوبارہ صابر علی کو خطرناک نظروں سے دیکھنے لگی جن کی گنجی ٹانٹ پر پسینے کے بے شمار قطرے روشنی میں چمکتے نظر آ رہے تھے۔

میں نے اپنے سسر کی طرف دیکھا۔ ان کی حالت بھی غیر ہو رہی تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ نرگس حیران تھی کہ وہ عورت کون ہے۔ ایک بار نازلی نے میرے سسر کی طرف دیکھا تو انہوں نے اس طرح ہاتھ جوڑ لیے جیسے یہ کہنا چاہ رہے ہوں۔

''نازلی..... تمہیں خدا کا واسطہ میری عزت کا خیال رکھنا۔'' میں اس سچویشن پر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ نازلی نے بگڑے ہوئے تیور سے صابر علی کو مخاطب کیا۔

''ندیدوں کی طرح آنکھیں پھاڑے میری صورت کیا دیکھ رہا ہے دھوکے باز! مجھے پتا چل گیا ہے کہ آج کل تو سلطانہ کے چکر میں ہے۔ اسی لیے تو نے مجھے ٹھکرا دیا ہے لیکن میرا نام بھی نازلی ہے۔ تیرا ابھی تک غیرت دار عورتوں سے واسطہ نہیں پڑا۔ میں تجھے بتاؤں گی کہ غیرت کیا چیز ہوتی ہے۔''

''کک..... کیا مطلب..... مم..... میں..... نہیں جانتا..... کہ کہ..... تت..... تم کون ہو۔'' صابر علی نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ ان کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔

''خاتون..... میرا خیال ہے آپ کسی غلط جگہ پر تشریف لے آئی ہیں۔'' میرے سسر نے سہمے ہوئے لہجے میں نازلی کو مخاطب کیا۔ ان کے دونوں ہاتھ اب بھی ایک دوسرے سے چپکے ہوئے تھے۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ ہاتھ جوڑ کر نازلی سے اپنی عزت کا بھرم قائم رکھنے کی التجا کر رہے ہوں۔

نازلی نے میرے سسر کی بات سنی تو آگ بگولہ ہو کر بولی۔

''خاتون کے بچے اگر تو درمیان میں آیا تو میں تیری عزت بھی خاک میں ملا کر رکھ دوں گی۔ بہتر ہے اپنی زبان بند رکھ۔ کیا تیرے پاس بھی کچھ کہنے کو ہے۔''

میرے سسر نازلی کا جواب سن کر بھیگی بلی کی طرح اپنی جگہ دبک کر رہ گئے۔ صابر علی بدستور بغلیں

جھانکنے میں مصروف تھے۔ نرگس اور اس کی ماں پر تو جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ دم بخود نظر آ رہی تھیں۔ مجھے شرارت سوجھی تو میں نے صابر علی کو مخاطب کر کے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''قبلہ..... یہ آخر چکر کیا ہے۔ ایک اجنبی عورت آپ کو کھڑی برا بھلا کہہ رہی ہے لیکن آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔''

صابر علی کی غیرت کو جوش آ گیا۔ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور کڑک کر بولے۔

''خبردار عورت! اب تو نے الٹی سیدھی بکواس کی تو بند کرا دوں گا۔''

''بند کرائے گا..... تو.....'' نازلی یک لخت ہتھے سے اکھڑ گئی۔ آگے بڑھ کر اس نے صابر علی کو گریبان سے تھاما پھر ایک سینڈل اتاری اور شروع ہو گئی۔

موقع کی نزاکت محسوس کر کے سب ہی بوکھلا گئے میرے سسر نے اٹھ کر بیچ بچاؤ کرانے کی کوشش کی تو نازلی نے دو چار ہاتھ انہیں بھی جھاڑ دیے۔ صابر علی کی تو اس نے اچھی خاصی درگت بنا دی تھی۔ کچھ دیر تک میں دور کھڑا یہ تماشا دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر میں نے نازلی کا ہاتھ تھام لیا۔ نازلی نے ایک لمحے کے لیے مجھے بھی کھا جانے والی نظروں سے دیکھا پھر قدرے نرم لہجے میں بولی۔ ''تم میرے راستے میں حائل ہونے کی کوشش نہ کرو۔ یہ زندگیوں کا معاملہ ہے سمجھے۔''

''بری بات ہے محترمہ۔'' میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''اگر آپ کو صابر علی صاحب سے کوئی شکایت ہے تو اسے دور کرنے کے اور بھی بہت سارے طریقے ہیں۔ عورت ہو کر یوں دست و گریباں ہونا آپ کو کچھ زیب نہیں دیتا۔''

''ٹھیک ہے۔'' نازلی نے نفرت سے کہا پھر صابر علی کو حقارت سے دیکھ کر بولی۔ ''اس وقت تو میں جا رہی ہوں لیکن اتنا یاد رکھنا کہ میں تجھے عزت کے ساتھ زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ ساری مجسٹریٹی اگر بھاڑ کر نہ رکھ دوں تو نازلی مت کہنا۔''

نازلی کے جانے کے کچھ دیر بعد صابر علی بھی کپڑوں کی گرد جھاڑتے ہوئے نازلی کو پاگل گردانتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ میرے سسر کی حالت قابل رحم تھی۔ یہ بات ان کے فرشتوں کی سمجھ میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ حالات نے ایک دم کیونکر پلٹا کھا لیا۔ بیوی کے ساتھ اپنی سوچوں میں گم جب وہ اپنی خواب گاہ میں چلے گئے تو میں نرگس کے ساتھ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ خوب زور زور سے حلق پھاڑ کر ہنسوں لیکن نرگس کے خیال سے خاموش رہا۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو انکا میرے سر پر موجود تھی۔ نرگس کمرے میں نہیں تھی اس لیے میں نے انکا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

''نازلی کو تم نے کہاں چھوڑا؟ میرا مطلب ہے کیا اب وہ ہوش میں آجانے کے بعد میرے سر سے اپنے تعلقات ختم کرلے گی؟''

''ہاں۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بٹھادی ہے کہ اصفہانی صاحب اسے کسی لمبے چکر میں پھنسوادینا چاہتے ہیں لہٰذا ان سے دور ہی رہنا چاہیے۔''

''کہیں صابر علی اسے پریشان نہ کرے۔'' میں نے کہا۔ ''ایک مجسٹریٹ کی حیثیت سے وہ اگر چاہے تو نازلی کو سینکڑوں الٹے سیدھے الزامات میں ملوث کراسکتا ہے۔''

''جمیل...'' انکا نے اس بات پر مجھے شوخ نظروں سے گھورتے ہوئے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔ ''آخر تمہیں نازلی سے اچانک اتنی ہمدردی کیسے پیدا ہوگئی؟ مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آرہا ہے۔''

''تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔'' میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر بڑی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

''میرا جی چاہتا ہے کہ ایک بار تنہائی میں نازلی سے ملا جائے۔ کیا تم میری خاطر اسے ہموار کرسکتی ہو؟''

''کیوں نہیں۔ آج رات ہی چلو میرے ساتھ۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کے قرب سے لطف اندوز ہوگے۔''

نرگس مجھے ناشتے کے لیے بلانے آگئی اس لیے میں خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ چلا گیا۔ نازلی کے تصور ہی سے میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ دن بھر نازلی کے حسین خیالوں میں گم رہا۔ رات آئی تو میں نے کپڑے تبدیل کئے اور جیب میں نوٹوں کی گڈیاں بھر کر نازلی سے ملنے روانہ ہوگیا۔ انکا میری بے چینی دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور مجھے راستے بھر چھیڑتی رہی۔

میری توقع کے خلاف نازلی نے بڑے تپاک سے میرا خیر مقدم کیا۔ وہ شہر سے دور ایک خاموش اور خوب صورت بنگلے میں مقیم تھی۔ گھر میں عیش وعشرت کا سارا سامان موجود تھا۔ اعلیٰ درجے کی عریاں تصویریں دیواروں پر ٹنگی ہوئی تھیں۔ وہ کسی ملکہ کی طرح وہاں رہتی تھی۔ مجھے اپنے سر پر بڑا رشک آیا۔ واقعی اس عشرت کدے کی بہار قائم رکھنے کے لئے دوسرے ذرائع سے دولت حاصل کرنے کی جدوجہد کون نہ کرے گا۔ نازلی مسکرا کر مجھے اپنے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ میں نے کہا۔

''جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے اپنے قابو سے باہر ہوں۔ مجھے ساری بات معلوم ہے لیکن میں تمہارے وصال کے لیے اپنی ساری دولت قربان کرسکتا ہوں۔'' وہ ایک ادا کے ساتھ اٹھی اور میرے قریب آکر بیٹھ گئی۔ ہم دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے۔

میں اسے ایسے طور پر یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ سب انکا کی مہربانی کی وجہ سے ہورہا ہے لیکن بعد میں مجھے پتا چلا کہ نازلی کا رویہ محض کاروباری نوعیت کا ہے۔ جب میں نے اسے دولت کی جھلک دکھائی تو وہ مجھ پر ضرورت سے زیادہ مہربان ہوگئی۔ مجھے نازلی سے کوئی رشتہ نہیں کرنا تھا اس لیے میں نے اس کے ہاں

تقریباً تین گھنٹے قیام کیا اور اس کے وصال سے سرشار ہوکر واپس لوٹ آیا۔ راستے میں انکا نے مجھ سے کہا۔

''تم نے میرے بارے میں کیا سوچا ہے جمیل؟''

''میں ہر قیمت پر تمہیں اس پنڈت سے نجات دلانے کو تیار ہوں۔ تم مجھے صرف وہ جگہ دکھادو جہاں بیٹھ کر وہ جاپ کررہا ہے۔''

''لیکن تم منڈل میں داخل کیسے ہوگے؟''

''اس کی فکر مت کرو۔ تمہاری خاطر میں آگ میں بھی کود سکتا ہوں۔''

''جذباتی بننے سے کام نہیں چلے گا جمیل صاحب۔ ہمیں کوئی اور دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔'' انکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کچھ توقف کے بعد بولی۔ ''میری مانو تو پہلے تم اس سلسلے میں کسی بزرگ یا پنڈت پجاریوں سے ملو۔ ممکن ہے ان کے پاس کوئی حل موجود ہو۔''

''کیا تم کسی پنڈت پجاری یا بزرگ کا پتا بتا سکتی ہو؟'' میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

''میں ایک ملنگ سے واقف ہوں۔ اسی شہر میں پرانی بستی میں رہتا ہے۔ میرا خیال ہے جمیل کہ وہ بہت پہنچا ہوا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہماری مدد کرسکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں کل ہی اس سے ملوں گا۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

اس رات میں صرف انکا کو پنڈت سے نجات دلانے کے بارے میں سوچتا رہا جو بقول انکا کے ایک مشکل ترین کام تھا۔ نرگس نے دیر سے گھر آنے کی وجہ پوچھی تو میں یہ کہہ کر ٹال گیا کہ ایک پرانے دوست سے ملنے کے ارادے سے چلا گیا تھا۔ انکا بھی میری طرح رات بھر اپنی سوچوں میں گم رہی۔ دوسری صبح میں نے سب کاموں سے فراغت پائی۔ کپڑے تبدیل کئے اور ملنگ سے ملنے کے ارادے سے چل پڑا۔ پرانی بستی شہر سے تقریباً چھ میل دور تھی۔ یہاں زیادہ تر مزدور طبقے کے لوگ آباد تھے۔ مجھے ملنگ کا مکان تلاش کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ باہر سے وہ مکان کچھ سلیقے کا نظر آتا تھا لیکن جب میں نے ملنگ کے کمرے میں قدم رکھا تو میرا جی متلانے لگا۔ وہاں اس وقت ملنگ کے علاوہ تین افراد اور بھی موجود تھے جو اپنی ضرورت کے تحت ملنے آئے تھے۔ ملنگ ایک پھٹے پرانے کمبل پر آلتی پالتی مارے بیٹھا ہاتھ میں دبی ہوئی چلم کے لمبے لمبے کش لگا رہا تھا۔ اس کے جسم پر جو کپڑے تھے وہ بھی حد درجہ میلے تھے اور سینکڑوں پیوند لگے نظر آرہے تھے۔ گلے میں اس نے خاصے موٹے دانوں والی مالا ڈال رکھی تھی۔ سر پر ایک میلی کچلی ٹوپی تھی۔ کمرے میں چرس کی ناگوار بو بسی ہوئی تھی۔ میں دل پر جبر کرکے ایک طرف بیٹھ گیا۔

میں خاموش بیٹھا اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد کمرا خالی ہوا تو اس نے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

اپنی سرخ سرخ آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں پھر بڑے غیر مہذب لہجے میں بولا۔

''چل...... سامنے آجا۔ اب تیری باری ہے۔''

چرس کی ناگوار بو سے میرا ذہن معطل ہو رہا تھا۔ ملنگ نے مجھے بے ہودگی سے مخاطب کیا تو میرے تیور بھی بگڑنے لگے لیکن قبل اس کے کہ میں آپے سے باہر ہوتا' انکا نے میرے کانوں میں ٹھنڈا رہنے کی ہدایت کی۔ میں آہستہ سے کھسک کے ملنگ کے قریب ہو گیا جواب اپنے لیے نئی چلم بھرنے میں مصروف تھا۔ چلم سلگا کر دو تین لمبے لمبے دم لگانے کے بعد اس نے پھر میری طرف غور سے دیکھا اور نعرہ مستانہ مار کر بولا۔

''اندھیری رات کا مسافر...... ٹھوکر...... تارے ٹمٹما رہے ہیں بیٹا۔''

''ملنگ بابا۔'' میں نے دل پر جبر کر کے اسے مخاطب کیا ''میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔''

''غیر حاضر۔'' ملنگ حلق پھاڑ کر ہنسا پھر بڑی راز داری سے بولا۔ ''مچھلی پھانسنے کی ہنسی میں اگر کیچوے نہ ہوں تو اونچا شکار نہیں مارا جا سکتا!...... چل کالی کلکتے والی میرا منتر جائے نہ خالی!...... الکھ نرنجن......''

ملنگ کی بے ہودہ بکواس سن کر میں دل برداشتہ ہونے لگا لیکن جبراً بیٹھا رہا۔ اس نے ایک دم مارا پھر سرخ سرخ آنکھوں کو نچاتے ہوئے بولا۔

''دم لگاؤ گے بیٹا؟''

''شکریہ۔'' میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''مجھے چرس گانجے سے کوئی رغبت نہیں ہے۔''

''بکواس کر رہا ہے...... جو شے نظر نہ آئے وہ فانی ہے...... لپک سرخ جھنڈے والے اور دے سالے کو ڈبکی...... ہاہا...... ہاہا...... ہاہا۔''

''ملنگ بابا...... کیا تم میری مدد نہیں کر سکتے۔'' میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔ میری قوت برداشت اب جواب دینے لگی تھی لیکن میں محض انکا کی خاطر وہاں رکا ہوا تھا۔

''مدد...... المدد...... رہے نام سائیں کا۔'' ملنگ چلم کا ایک دم لگاتے ہوئے بولا۔ ''سمندر خشک ہو جائے تو مچھلیاں درخت پر چڑھنے کے بجائے تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہیں۔ کشتی کے پیندے میں سوراخ ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟''

''کیا میں چلا جاؤں؟'' میں نے اس بار قدرے درشت لہجے میں سوال کیا۔

ملنگ میرے سوال پر ہنسا پھر اچانک اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہو گئی۔ اس نے لال لال نظریں پورے کمرے میں اس انداز سے گھمائیں جیسے پُراسرار روحوں کو دیکھ رہا ہو پھر مجھے کرخت نظروں

سے دیکھ کر بولا۔

''کالے کالے بادل گھر آئیں تو سورج کی چمک ماند پڑ جاتی ہے۔ کیا سمجھے جان من...... لگے دم مٹے غم...... الکھ نرنجن۔''

میں اس سے زیادہ ضبط نہیں کر سکتا تھا۔ اول تو چرس کی بو سے میرا دماغ پھٹا جاتا تھا اس پر ملنگ کی الٹی سیدھی باتوں نے میرے ذہن کو پراگندہ کر دیا۔ میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ملنگ کو نفرت سے دیکھ کر کہا۔

''میں نے جو کچھ سنا تھا تمہارے بارے میں وہ محض بکواس تھا۔ تم یقیناً کوئی رنگے سیار ہو۔''

''رنگا سیار۔ جوتوں کا ہار۔ کلیجے کے آر پار۔'' ملنگ غضب ناک لہجے میں بولا۔ ''جا۔ چلا جا۔ بھاگ سالے آندھی آ رہی ہے۔''

میں نے ملنگ پر آخری نظر ڈالی پھر دانت پیستا مکان سے باہر آ گیا۔ مجھے انکا پر شدید تاؤ آ رہا تھا جس نے مجھے اس بے ہودہ ملنگ سے ملنے کا مشورہ دیا تھا۔ کھلی ہوا میں آ کر میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر عالم تصور میں انکا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''یہ تم نے مجھ کس نامعقول شخص سے ملنے کا مشورہ دیا تھا؟''

''جمیل۔ ملنگ نے جو باتیں کہی ہیں ان کے معنی ضرور ہیں مگر میں انہیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میرا علم اس کے علم سے مختلف ہے۔ شاید ملنگ کو ہماری مدد نا منظور ہو اور اس نے الٹی سیدھی باتیں کی ہوں۔''

''جہنم میں جھونکو ملنگ کو اور مجھے اب بتاؤ کہ وہ پنڈت مجھے کہاں ملے گا جو تمہیں اپنے قبضے میں کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔''

''مگر تم اسے زیر نہیں کر سکو گے۔ یہ بہت مشکل ہے۔'' انکا کے لہجے سے مایوسی جھلک رہی تھی۔

''ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ انسان کی لگن شرط ہے میں اس پر یقین رکھتا ہوں۔ مجھے اس پنڈت کا پتا بتا دو پھر دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔''

میں اس وقت جذبات کی رو میں بہہ رہا تھا۔ انکا نے پہلے تو پنڈت کا پتا بتانے میں پس و پیش کیا مگر جب میں نے بہت اصرار کیا تو اس نے مجھے اس پنڈت کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ میں نے سوچا کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی کیوں نہ ہو جائے۔ میں مزید کچھ سوچے سمجھے بغیر سیدھا اس مرگھٹ کی طرف چل پڑا جہاں انکا کے بیان کے مطابق مطلوبہ پنڈت اپنے جاپ میں مصروف تھا۔

مگر میں دیکھ رہا تھا کہ انکا میری وحشت سے خوش نہیں ہے۔ اس کے حسین چہرے پر الجھنوں کی تہیں اور دبیز ہو گئی تھیں۔ آنکھوں سے اس کی ناامیدی اور مایوسی مترشح تھی' انکا جیسی پُراسرار طاقت پنڈت کے اس خطرناک عمل سے خوف زدہ تھی۔ اس منڈل میں انکا بھی داخل نہیں ہو سکتی تھی تو پھر میں کیا تھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

میرے لیے تو یہ کام انتہائی جان جوکھم کا تھا مگر اس وقت میرے اوپر دیوانگی طاری تھی۔ میں ہر قیمت پر پنڈت کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اب انکا سے جدائی کا تصور ہی بہت شاق گزرتا تھا۔

میں اور انکا دونوں اپنے اپنے خیالوں میں محو تھے' آبادی سے دور نکل کر جب میں مرگھٹ والے ویران راستے پر پہنچا تو انکا نے ایک سرد آہ بھر کر مجھ سے کہا۔

''جمیل۔ میری بات مانو۔ یہیں سے واپس چلے چلو۔''

''کیوں؟'' میں نے ناراضی سے پوچھا۔ ''کیا تم اتنی ناامید ہو؟''

''ہاں! تم پنڈت کے منڈل میں نہیں داخل ہو سکتے اور جب تک وہ منڈل کے اندر ہے' کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''

''مگر مجھے کوشش تو کرنے دو۔ میں اس مردود کو منڈل سے باہر نکالنے کے لئے اپنی سی کوشش تو کرلوں۔''

''بہت مشکل ہے جمیل۔'' انکا نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ ''پنڈت کا جاپ پورا ہونے میں اب صرف آٹھ دس روز اور باقی رہ گئے ہیں۔ اب وہ اپنے منڈل سے نکلنے کی حماقت کبھی نہیں کر سکتا۔''

''خیر۔ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔'' میں بے پروائی سے بولا۔

میں نے محسوس کیا کہ انکا ٹکٹکی باندھے مجھے والہانہ نظروں سے تک رہی ہے۔ پھر وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی اور میرے سر پر چہل قدمی کرنے لگی۔ جوں جوں مرگھٹ قریب آتا جا رہا تھا' انکا کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ جب میں مرگھٹ سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر پہنچا تو انکا نے ایک بار پھر مجھے باز رکھنے کی کوشش کی۔

''جمیل' تم میرے لیے اپنی جان خطرے میں نہ ڈالو۔ میں یقین کے ساتھ تو کچھ نہیں کہہ سکتی مگر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اگر تم اپنے مقصد میں ناکام ہوئے اور پنڈت نے اپنا جاپ پورا کر لیا تو......!''

''تو کیا ہو گا؟'' انکا نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا تھا اس لیے میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔

''تو....!'' انکا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر درد بھرے لہجے میں جواب دیا۔ ''تم برباد ہو سکتے ہو۔ تمہارے اوپر ایسی تباہی آسکتی ہے جس کا اندازہ تم اس وقت نہیں کر سکتے۔''

''مجھے سب کچھ منظور ہے انکا' لیکن اب میں تمہیں جدا کرنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا۔ تم دل کی باتیں جانتی ہو اور تمہیں معلوم ہو گا یہ میں کسی لالچ میں نہیں کر رہا۔''

''میں جانتی ہوں جمیل۔ میرے جمیل۔'' انکا کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ میں نے عالم تصور میں دیکھا اس کی ڈبڈبائی نظروں میں محبت کی بے شمار قندیلیں روشن تھیں۔ وہ مجھے اس انداز سے دیکھتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''جمیل میں سوچتی ہوں' میں نے تم پر بہت ظلم کئے ہیں۔ سچ پوچھو تو میں شرمندہ ہوں کہ میری وجہ سے تمہیں ایک ہاتھ ضائع کرنا پڑا۔''

''کچھ مت سوچو میری جان۔'' میں نے تمام تر محبتوں سے کہا۔ ''تمہاری خاطر میں اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہوں۔''

''مگر پہلے تو تم ایسے نہ تھے۔ پہلے تو تم مجھ سے زیادہ تر ناراض رہا کرتے تھے۔ مجھ سے بولتے بھی نہیں تھے۔ یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا۔''

''پہلے میں نے تمہیں سمجھا ہی نہ تھا لیکن اب...... اب انکا مجھے معلوم ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ حالانکہ لوگ تمہاری طلب کے لیے تو کیا کیا نہ کرتے ہوں گے۔''

''اوہ جمیل۔ اتنی محبت کا اظہار نہ کرو۔'' انکا نے اپنی آنکھیں آہستہ سے بند کر لیں۔ اس کی بھیگی بھیگی پلکیں نہ جانے کیوں لرز رہی تھیں۔ ''کاش میں نرگس ہوتی اور بس تمہاری ہوتی اور کوئی میری طلب نہ کرتا... اور میں سب کچھ ہوتے ہوئے مجبور نہ ہوتی۔''

میں نے انکا کی دیگر باتیں سن کر مرگھٹ کی سمت اپنی رفتار تیز کر دی۔ راستہ میرا دیکھا بھالا تھا۔ رام دیال کی ماں کے کریا کرم کے وقت میں اس طرف آچکا تھا' لیکن وہاں مجھے وہ مردود پنڈت کہیں نظر نہ آیا۔ انکا بدستور الجھی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں مرگھٹ تک پہنچ گیا۔ میں نے پہلی بار انکا کے چہرے پر خوف دیکھا۔

''یہاں تو کوئی پنڈت پجاری دور دور تک نظر نہیں آرہا۔'' میں نے انکا کو مخاطب کیا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک لمحے تک مجھے حسرت بھری نگاہوں سے تکتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''جمیل۔ اب بھی وقت ہے۔ میرا کہا مانو تو ''

''ناممکن۔'' میں نے انکا کا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے ٹھوس آواز میں کہا۔ ''اب جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا' لیکن ایک بار قدم بڑھا کر پیچھے ہٹ جانا مردوں کی شان نہیں۔ تم مجھے پنڈت تک پہنچا دو پھر میں اسے منڈل سے باہر نکالنے کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور تلاش کر لوں گا۔''

انکا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیوں تک وہ خاموش رہی پھر انگلی سے ایک سمت اشارہ کر کے بولی۔ ''وہ سامنے جو مندر نظر آرہا ہے اس کے پیچھے جھاڑیاں ہیں۔ ان جھاڑیوں کے پیچھے تمہیں وہ نامراد بیٹھا ہوا مل جائے گا۔''

انکا کا اشارہ پا کر میں بائیں سمت چل پڑا۔ مندر بالکل ویران پڑا تھا۔ مندر سے کوئی بیس گز دور خاردار جھاڑیاں موجود تھیں۔ میں قدم بڑھاتا جھاڑیوں کے قریب پہنچا پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر دوسری طرف پہنچ گیا اور پھر اچانک میری آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں اڑنے لگیں۔ میں جھاڑیوں کے

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کنارے ٹھٹک کر رک گیا۔ میری نگاہیں اس پنڈت پر جم کر رہ گئیں جو برگد کے ایک تناور درخت کے نیچے آلتی پالتی مارے بیٹھا آنکھ بند کئے اپنے گیان دھیان میں مست تھا۔ پنڈت کے جسم پر سوائے ایک لنگوٹی کے کوئی اور لباس نہ تھا۔ سر کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ الجھی ہوئی داڑھی کے بال کشادہ سینے پر لہرا رہے تھے۔ جسامت کے اعتبار سے وہ خاصا ہٹا کٹا نظر آ رہا تھا۔ پورے جسم پر اس نے بھبھوت مل رکھا تھا۔ جس جگہ وہ بیٹھا جاپ کر رہا تھا وہاں سے چار گز کے فاصلے پر چاروں طرف چونے سے دائرہ کھینچا ہوا تھا۔ میں اپنی جگہ کھڑا پنڈت کو خونیں نظروں سے گھورتا رہا پھر میں نے عالم تصور میں انکا پر نظر ڈالی تو بے چین ہو گیا۔ انکا جو پہلے قندھاری انار کی طرح سرخ ہو رہی تھی' اس وقت بالکل زرد نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ویرانی کا تسلط تھا اور چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ انکا میں یہ تبدیلی کس طرح آ گئی' یہ بات میرے لیے حیران کن تھی۔ وہ اس وقت مجھے برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی اور پھٹی پھٹی نظروں سے پنڈت کو گھورے جا رہی تھی۔

''انکا سنو۔'' میں نے اسے آہستہ سے مخاطب کیا۔ ''کیا یہی وہ ذلیل پنڈت ہے جو تمہیں حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے؟''

''ہاں!'' انکا نے چونکتے ہوئے جواب دیا پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''واپس چلو جمیل۔ مجھے اندازہ ہے تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ مفت کی پریشانیاں تمہارا مقدر بن جائیں گی۔''

''انکا موت کی تلخی مجھے تمہاری جدائی سے زیادہ عزیز ہے۔'' میں نے پُرعزم لہجے میں جواب دیا پھر قدم بڑھاتا پنڈت کی طرف گیا اور منڈل سے تھوڑے فاصلے پر رک گیا۔ پنڈت آنکھیں بند کئے اپنے جاپ میں مگن تھا۔ اسے غالباً وہاں میری موجودگی کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ کچھ توقف کے بعد میں نے اسے دبنگ آواز میں للکارتے ہوئے کہا۔

''او نابکار! آنکھیں کھول اور دیکھ تیری موت تیرے سر پر کھڑی ہے۔''

پنڈت نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں جیسے کچی نیند میں کوئی بھیانک خواب دیکھ کر ڈر گیا ہو لیکن اس کی یہ کیفیت لمحوں میں بدل گئی۔ جلد ہی وہ مطمئن نظر آنے لگا۔ اس کے ہونٹ متحرک تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ اپنے منتر کے ورد میں لگا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے انہماک کو کسی طرح بھی توڑنے کی خاطر میں نے اسے دوبارہ نفرت سے مخاطب کیا۔

''مردود۔ کمینے! میری طرف آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہا ہے۔ تو کیا کر رہا ہے۔ تو اس تپسیا میں سپھل نہیں ہو سکتا۔ میں تجھے ابھی کشٹ دیتا ہوں۔''

پنڈت نے میری طرف سرخ سرخ نظروں سے دیکھا۔ اس بار بھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے ہونٹ تیزی سے ہل رہے تھے جیسے وہ میری مداخلت کے دفاع میں اپنے ذہن کا سارا زور

صرف کر رہا ہو اور میں کسی نہ کسی طرح اس کے ارتکاز میں رخنہ ڈالنا چاہتا تھا۔ میں کچھ دیر تک اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی۔ میں نے لپک کر زمین سے ایک بڑا پتھر اٹھایا اور ہاتھ میں تولتے ہوئے بگڑے ہوئے تیور سے بولا۔

''سیدھی طرح راہ راست پر آتا ہے یا پتھر مار کر تیرا سر پھاڑ دوں۔''

جواب میں پنڈت کی آنکھوں کی سرخی اور گہری ہو گئی۔ اس نے سیدھا ہاتھ اٹھا کر زور زور سے جھٹکنا شروع کر دیا۔ وہ ہاتھ جھٹک جھٹک کر مجھے وہاں سے بھاگ جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ مجھے اس کی حرکت گراں گزری۔ چنانچہ میں نے پتھر کو ہاتھ میں تولا اور پوری طاقت سے اسے پنڈت کے سر کا نشانہ لے کر پھینک مارا لیکن دوسرے ہی لمحے اس پتھر کا جو انجام ہوا اسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ منڈل کے اندر داخل ہوتے ہی وزنی پتھر موم کی طرح پگھل کر پانی پانی ہو گیا۔ پنڈت کے ہونٹوں پر ابھرنے والی مسکراہٹ نے میرے جنون کو اور بھڑکا دیا۔ میں منڈل کے اندر داخل ہونے کے ارادے سے آگے بڑھا ہی تھا کہ انکا نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

''جمیل۔ اس نشان کو پار کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ جل کر بھسم ہو جاؤ گے۔''

میں نے طے کر لیا تھا کہ منڈل میں داخل ہو کر پنڈت سے دو دو ہاتھ کر لوں گا' لیکن جیسے ہی میں نے منڈل میں پہلا قدم رکھا' مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے مجھے پکڑ کر جھنجوڑ دیا ہو۔ میں اپنے شانوں اور گردن پر کسی ان دیکھی قوت کی گرفت محسوس کر رہا تھا پھر اچانک میرے کانوں سے بھیانک آوازیں ٹکرانے لگیں۔ یوں جیسے سینکڑوں درندے مجھ پر ٹوٹ پڑے ہوں۔ میں نے عالم تصور میں اپنے سر پر نظر ڈالی تو انکا وہاں موجود نہ تھی۔ شاید وہ منڈل میں مجھے داخل ہوتا دیکھ کر ہی میرے سر سے کود گئی تھی۔ بہرحال میں نے خود پر قابو پا لیا اور اچھل کر چونے کی لکیر سے باہر نکل آیا۔ دوسرے ہی لمحے غیرمرئی طاقت ور ہاتھ اور بھیانک آوازوں کا وجود ختم ہو گیا۔ میرا سارا وجود پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے کھڑا اس پنڈت کو دیکھ رہا تھا جو اپنے جاپ میں پورے اعتماد اور سکون سے مصروف تھا۔ معاً مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا دوبارہ میرے سر پر آ گئی ہو۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں انکا کو دوبارہ اپنے سر پر محسوس کر رہا تھا۔ اس وقت وہ بے حد گھبرائی گھبرائی نظر آ رہی تھی۔ اس کا ننھا وجود بید مجنوں کے مانند لرز رہا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ انکا کو پریشان دیکھ کر مجھے دوبارہ اس پنڈت پر تاؤ آ گیا جو مجھ سے میری انکا کو چھین لینا چاہتا تھا۔ ایک بار پھر مجھ پر جنون طاری ہو گیا۔ میں قریب پڑے ہوئے پتھروں کو اٹھا اٹھا کر پنڈت کی سمت پھینکنے لگا لیکن پنڈت میرے ہر وار سے محفوظ تھا۔ پتھر منڈل میں پہنچتے ہی پگھل کر گر جاتا۔ جب میں تھک کر ہانپنے لگا تو انکا نے مجھ سے کہا۔

''جمیل چھوڑو۔ اب گھر چلو۔ میں نے پہلے ہی منع کیا تھا لیکن تم نہ مانے۔ بیکار کیوں اپنی جان ہلکان

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

کرر ہے ہو۔ جب تک پنڈت اپنے منڈل کے اندر ہے' دنیا کی کوئی طاقت اس کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتی۔ اس لیے کہ اسے دن بہت گزر چکے ہیں اور بہت ہمت والے پجاری ہی مجھے حاصل کرنے کے لیے ایسا خطرناک جاپ کرتے ہیں۔ یہ پجاری بہت پرانا اور تجربے کار ہے۔ اس میں برداشت کی قوت بہت ہے۔ یہ جاپ میں مصروف رہے گا چاہے تم اسے کتنا ہی ورغلاؤ۔"

"لیکن اگر اس کم بخت کو منڈل سے باہر نہ نکالا گیا تو یہ ضرور اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہوجائے گا۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "کیا تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں اس موذی کے قبضے میں چلا جانے دوں۔"

"ایسی بات کیوں کرر ہے ہو جمیل۔" انکا نے اداسی سے کہا۔ "میں تو خود مجبور ہو کر رہ گئی ہوں۔"

"پھر... تمہارا کیا مشورہ ہے؟" میں نے نرم پڑتے ہوئے دریافت کیا تو انکا روہانسی ہو کر بولی۔

"جلد بازی سے کام نہ لو جمیل۔ ابھی اس کا جاپ مکمل ہونے میں آٹھ دن باقی ہیں۔ اس عرصے میں کوئی ایسی ترکیب سوچو جو کارگر ثابت ہو۔"

"تمہارے کہنے پر تو میں اس بدحواس چرسی ملنگ سے بھی مل چکا ہوں لیکن کیا حاصل ہوا۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

"فی الحال تم گھر چلو جمیل۔ اس بلا سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ترکیب کرنا ہی پڑے گی۔"

میں نے انکا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن حقیقت مجھ پر واضح ہوگئی تھی کہ جب تک پنڈت اپنے حصار میں موجود ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا۔ حصار میں داخل ہونا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ چنانچہ میں نے ہٹے کٹے پنڈت کو آخری بار نفرت سے دیکھا پھر ناکام و نامراد گھر کی جانب پلٹ پڑا۔ پنڈت کے مقابلے میں خود کو بے بس محسوس کر کے میں بڑی اذیت محسوس کرر ہا تھا۔ میرا دل ڈوبا جار ہا تھا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ بڑا جاں گسل تھا لیکن خون کے گھونٹ پینے کے سوا میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا اور اندر ہی اندر سلگتا ہوا گھر کی طرف واپس لوٹ رہا تھا۔ انکا بڑے اداس انداز میں میرے سر پر بالوں کے درمیان خاموش بیٹھی نہ جانے کس سوچ میں غرق تھی۔ کوئی آدھے گھنٹے تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی' اچانک میں نے انکا کو تیزی سے اٹھ کر کھڑے ہوتے دیکھا۔ اس کی ویران نگاہوں میں مجھے ایک عجیب چمک نظر آئی۔ میرے دریافت کرنے سے پہلے انکا نے کہا۔

"جمیل۔ ایک ترکیب سمجھ میں آئی ہے۔ تم اگر اس پر عمل کرو تو شاید ہمیں اس پنڈت سے نجات مل

جائے۔"

"جلدی بتاؤ۔" میں نے بہ عجلت تمام پوچھا۔ "تمہیں پتا نہیں مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔"

"تمہیں رام دیال کی ماں سے ملنے جلنے والے پنڈتوں میں سے ایک پنڈت بھگوان پرشاد سے ملنا ہوگا۔ وہ اگر تمہاری مدد کرنے کو آمادہ ہو جائے تو تم اس پنڈت کو منڈل سے باہر نکال سکتے ہو۔ اس کے بعد میں خود اسے ٹھکانے لگا دوں گی۔"

"کیا تمہیں امید ہے کہ بھگوان پرشاد میری مدد پر آمادہ ہو جائے گا؟"

"کوشش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔" انکا بولی۔ "ایک بار وہ بھی مجھے حاصل کرنے کے سپنے دیکھ چکا ہے لیکن میں نے بروقت اس کا دماغ پلٹ دیا تھا۔"

"کیا اس کے پاس کوئی ایسی طاقت موجود ہے' جو پنڈت کو حصار سے باہر آنے پر مجبور کرسکتی ہے؟"

"میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی جمیل لیکن ایک منتر کا توڑ کوئی دوسرا منتر ہی کرسکتا ہے۔ مجھے یہ بات معلوم ہے کہ بھگوان پرشاد کالے جادو کا ماہر ہے۔ ممکن ہے وہ کوئی ایسا جادو کردے جو پنڈت کو بوکھلا کر منڈل سے باہر آنے پر مجبور کردے۔"

انکا کے چہرے پر امید کی کرن دیکھ کر میں نے سوچا کہ پنڈت بھگوان پرشاد کو بھی آزما لیا جائے۔ میں وقت ضائع کیے بغیر اسی وقت انکا کی رہبری میں اس کے گھر کی سمت روانہ ہوگیا۔ انکا کے مشورے نے کسی حد تک میری پریشانی اور بے چینی کو کم ضرور کردیا تھا لیکن نہ جانے کیوں اس کی جدائی کا خیال اب بھی میرے ذہن کو کچوکے لگا رہا تھا۔ گو انکا ہی کی بدولت میں اپنا ایک ہاتھ گنوا بیٹھا تھا' لیکن اس کے باوجود اگر میں چاہتا تو اس کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا تھا۔ انکا میرے جسم کا جزو بن چکی تھی۔ وہ میری ضرورت تھی۔

میں اپنے خیالات میں کھویا کھویا تیز قدم اٹھاتا رہا۔ نصف گھنٹے بعد میں اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ ہندوؤں کی بستی میں بھگوان پرشاد کا مکان عین وسط میں واقع تھا۔ مکان کیا تھا' اچھی خاصی حویلی تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور مضطرب نگاہوں سے کسی کی آمد کا منتظر رہا۔ دو منٹ بعد جس شخص نے دروازہ کھولا وہ میرے خیال میں بھگوان پرشاد کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا۔ میں اسے ایک دو بار رام دیال کی ماں کے ساتھ دیکھ چکا تھا پھر بھی اپنے خیال کی تصدیق کی خاطر میں نے اس سے پوچھا۔

"مہاشے۔ کیا آپ ہی کا شبھ نام پنڈت بھگوان پرشاد ہے؟"

دہرے بدن اور لانبے قد والے پنڈت نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک منٹ تک وہ مجھے تیکھی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس کے چہرے پر بکھری ہوئی کرختگی بتدریج کم ہونے لگی۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com

® Scanned PDF By HAMEEDI

"اگر میرا انداز غلط نہیں ہے تو میں تمہیں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔" پنڈت نے بے نیازی سے کہا۔ "تم رام دیال کے متر (دوست) جمیل تو نہیں ہو۔"

"ہاں مہاراج' میں وہی ہوں۔" میں نے بھگوان پرشاد کو چڑھانے کی خاطر مہاراج کے خطاب سے نوازتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"کیا میرے استھان پر آنے کا کوئی خاص کارن ہے؟"

"ہاں مہاراج! میں ضرورت کے تحت آپ کے چرنوں تک پہنچا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے نراش نہیں کریں گے۔"

"اندر آجاؤ۔"

میں پنڈت بھگوان پرشاد کے ساتھ حویلی میں داخل ہو گیا۔ بڑے کمرے میں پہنچ کر جہاں دیوی دیوتاؤں کے بت جگہ جگہ موجود تھے' بھگوان پرشاد ایک تخت پر بیٹھ گیا پھر مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے ایک مونڈھے پر بیٹھ گیا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا۔ میں خدا سے دعا کر رہا تھا کہ بھگوان پرشاد میری مدد پر آمادہ ہو جائے۔ کچھ دیر تک کمرے میں سکوت طاری رہا۔ میں نے اپنی طرف سے پہل نہیں کی۔ پانچ منٹ بعد بھگوان پرشاد نے مہر سکوت توڑی۔

"تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ میں تمہاری کیا سہائتا کر سکتا ہوں؟" اس نے خالص ہندو پنڈتوں کے لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

"مہاراج!" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "پہلے مجھے وچن دیجئے کہ آپ میری مدد ضرور کریں گے۔"

"یہ تو بچوں والی بات ہوئی میاں۔ پہلے مجھے بتاؤ کہ تم چاہتے کیا ہو! اگر میرے بس میں ہوا تو میں تمہاری ضرور مدد کروں گا۔"

میں نے ایک سہمی ہوئی نظر بھگوان پرشاد کے چہرے پر ڈالی پھر اپنے آنے کا مدعا بیان کر دیا لیکن اس بات کو میں نے پوشیدہ رکھا کہ میں اس پنڈت کو منڈل سے باہر کیوں نکالنا چاہتا ہوں۔ انکا کا تذکرہ بھی میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ بھگوان پرشاد نے میری بات بڑے غور سے سنی۔ ایک ثانئے تک کچھ سمجھنے والے انداز میں میرے جسم کو تولتا رہا پھر کچھ جز بز ہو کر الجھے ہوئے لہجے میں اس نے پوچھا۔

"کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم اس مہان پنڈت کو اس کے منڈل سے باہر کیوں لانا چاہتے ہو؟"

"یہ بڑی لمبی کہانی ہے مہاراج!" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "آپ بس اتنا جان لیں کہ وہ مہان پنڈت مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے اور اگر وہ اپنا جاپ پورا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔"

بھگوان پرشاد ابھی تک میرے چہرے پر معنی خیز نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ میرا جملہ ختم ہوا تو اس نے ایک بار چھت کی طرف نظر اٹھائی پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دس منٹ تک وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا پھر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ مجھے مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"بچہ! کیا تم جانتے ہو کہ تربینی (یہ اس پنڈت کا نام تھا جو انکا کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتا تھا) کیسا جاپ کر رہا ہے؟"

"ہاں مہاراج!" میں نے جلدی سے کہا۔ "وہ میرے دل کا سکون برباد کرنا چاہتا ہے۔"

"تمہارے دل کا سکون؟" بھگوان پرشاد نے حیرت سے کہا۔ "تو کیا تم بھی انکا کے سپنے دیکھ رہے ہو؟"

میں کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ انکا نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"جمیل۔ اب اس سے کچھ چھپانا بے کار ہے۔ تم اس سے سب کچھ صاف صاف کہہ دو۔ میرے سلسلے میں صرف اتنا ہی بتانا کہ میں کبھی کبھی اپنی مرضی سے تمہارے سر پر آجاتی ہوں اور تربینی کے بارے میں بھی تمہیں میری زبانی معلوم ہوا ہے۔"

انکا کے مشورے پر میں نے بھگوان پرشاد کو کھل کر صورت حال سے آگاہ کیا تو اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نمایاں ہو گئے۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی مترشح تھی۔ وہ منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑے وقفے کے بعد وہ بولا۔

"جمیل میاں! کیا تم سچ کہہ رہے ہو کہ انکا تمہارے سر پر آتی رہتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ انکا کون ہے۔ کیوں مجھ سے مذاق کرتے ہو؟"

"میں آپ سے مذاق نہیں کر رہا مہاراج۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے آپ سچ سمجھیں اور میری مشکل کا کوئی حل ڈھونڈیں۔" میں نے کہا۔

"بالک انکا کا نام لیتے ہو۔ انکا کے بارے میں کچھ سنا بھی ہے۔ انکا کو حاصل کرنے والے بڑے بھاگیہ والے ہوتے ہیں۔ انکا کی شکتی جانتے ہو۔" پنڈت نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

ٹھیک اسی وقت انکا نے میرے کان میں پھر ایک بات کہی چنانچہ میں نے بے دھڑک جواب دیا۔

"مہاراج' میری بات پر یقین کریں۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وشواش کریں' اس وقت بھی وہ میرے سر پر براجمان ہے۔"

"بالک' کیا تم اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہو۔ بتاؤ کیسی ہے انکا؟" بھگوان پرشاد نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا مگر اس کی نگاہوں میں اب تک تجسس تھا۔

Downloaded from Paksociety.com

Downloaded from Paksociety.com